

حضرت آجہ بہار الدین نقشبندیؒ اور دیگر شایخ نقشبندیہ کی تحفہ تیسرا
پہلی مرتبہ شائع ہونے والی وسیع و نایاب کتاب

نہماشادش

تالیف: خواجہ محمد ہاشم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: سید محبوب حسن واسطی (کراچی)



ناشر

مکتبہ نعمانیہ

اقبال روڈ سیالکوٹ

حضرت آجہاں الدین نقشبندیؒ اور دیگر شایخ نقشبندیہؒ کی تحفہ کی کتاب

پہلی مرتبہ شائع ہونے والی وسیع و نایاب کتاب

نہماشادیں

تالیف: خواجہ محمد ہاشم کشمیری رحمہ اللہ

ترجمہ: سید محبوب حسن واسطی (کراچی)



ناشر

مکتبہ رحمانیہ

اقبال روڈ سیالکوٹ

محمد حقوق محفوظ ہین

نام کتاب	نسماۃ القدس
مصنف	خواجہ محمد ہاشم کشمی
مترجم	سید مجبو الحسن واسطی
ناشر	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
تاریخ اشاعت	صفر المظفر - ۱۴۱۰ ہجری
طباعت	گنج شکر پرنٹرز لاہور
کتابت	محمد اسلم - محمد رفیق محمد ارشد سلیم قادری
صفحات	۲۹۶
تعداد	
تصحیح کتابت	حافظ محمد اشرف مجددی
	حافظ محمد اکرم مجددی

قیمت = ۲۸ روپے

فہرست مضامین

کتاب کلمات الانس علیٰ نسّمات القدس

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۱	بہاء الدین نقشبند بخاری تا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹	تقریظ از حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی
۳۱	حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی رحمہ اللہ	۲۱	پیش لفظ از مترجم
۳۱	تشریح معنی نقشبند	۲۲	لمہید از حضرت مؤلف
۳۲	ایک اہم خواب	۲۲	حمد و نعت
۳۳	منقبت حضرت مولینا جامیؒ	۲۵	سبب تالیف کتاب
۳۵	وجہ تحریر مقدمہ	۲۵	حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملاقات
۳۵	اتباع سنت و عزیمت	۲۵	حضرت ایشاںؒ حضرت شیخ ماؒ اور حضرت خواجہ ماؒ کی تعبیرات
۳۵	جامعیت و کمال	۲۵	دو سال حضرت مجددؒ سے کسب فیض
۳۵	رخصت و بدعت کے سنگریزے	۲۶	حضرت خواجہ باقی باللہؒ حضرت خواجہ ماؒ
۳۵	پرفتن دور میں عزیمت پر عمل کی تشبیہ ایک مجاہد سے	۲۶	ابتداء ربیع از خواجہ میر محمد نعمانؒ
۳۴	سنت پر عمل سے سوشہیدوں کا ثواب	۲۷	ترتیب مضامین کتاب
۳۷	شرعی احکام کے دس حصے اور باطنی فیوض و برکات	۲۷	وجہ تسمیہ کتاب
۳۷	متروک سنت کو زندہ کرنا ثواب	۲۹	تالیف کتاب کیلئے مؤلف کے مختلف سفر ارشاد حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ
۳۸	اولیاء اللہ کی تین قسمیں	۳۱	مقدمہ
۳۸	(۱) از ابتداء تا انتہا عزیمت پر عمل	۳۱	سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی پیشوائی از خواجہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۸	بعض متقدمین صوفیہ مثلاً حضرت جنید بغدادی کا سلوک کے ابتدائی دور میانی دور میں رقص و سماع کی طرف میلان مگر بالآخر اسکا ترک	(ii) ابتداء رخصت لیکن انتہاء عزیمت پر عمل	
۴۰	حضرت جنید بغدادی کے بعض شطحیہ کلمات	(iii) از ابتداء تا انتہاء رخصت کی ملاوٹ	
۴۰	حضرت بایزید بسطامی کی عظمت و بزرگی سے متعلق اولیاء کرام کے ارشادات	اختلاط بدعت کے اسباب	
۴۱	حضرت بایزید کا سلوک کے ابتدائی اور درمیانی دور میں ذکر جہر	غیر کاملین کی تہی دامن	
۴۲	حضرت بایزید بسطامی کے بعض سکر یہ کلمات	اولیاء اللہ کا مختلف طرح نوازا جانا	
۴۲	حضرت خواجہ نقشبند بخاری کا از ابتداء تا انتہاء سلوک کے ہر دور میں ذکر جہر اور شطحیات سے احتراز	(i) اعلیٰ مرتبہ کے مکمل لیکن عمل غیر کثیر	
۴۲	حضرت خواجہ نقشبند بخاری باوصف تاخیر زمانہ حضرت جنید و بایزید دونوں سے افضل تھے۔	(ii) کثیر عمل و احوال لیکن کم کرامتیں	
۴۳	دیگر اولیاء کرام پر حضرت خواجہ نقشبند بخاری کی فضیلت	(iii) کثیر کرامتیں اور غیب کی خبریں لیکن غیر کامل و مکمل اولیاء اللہ	
۴۳	شیخ جلال الدین خالیدی کی تصدیق	(iv) مضبوط قوت تصرف اور صاحب فیوض اولیاء کرام	
۴۴	حضرت خواجہ باقی باللہ کی تصدیق	(v) جامع صفات اولیاء عظام	
۴۴	حضرت شاہ نقشبند بو الوقت اور قطب شاہ	حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری	
		از ابتداء تا انتہاء عزیمت و اتباع سنت اور بدعت و رخصت سے بالکل احتراز	
		نقشبندی کی پہچان: اتباع سنت اور اقتداء آثار صحابہ	
		وجہ و رقص و سماع امور رخصت کی طرف حضرات نقشبندیہ کی عدم توجہ	
		ذکر جہر کی طرف آپکا عدم میلان اور شطحیات کا عدم ظہور	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۰	(ii) ولایت کبریٰ	۴۴	تھے، تابع زمانہ نہ تھے
۵۱	(iii) ولایت علیا	۴۵	شاہ نقشبندؒ کے سلوک صحو باوصف
۵۱	اقتباس کمالات خاصہ نبوت کا مرتبہ یہ	۴۵	جذبات طیفوریہ
۵۱	تین ولایات طے کرنیکے بعد ہے	۴۵	شاہ نقشبندؒ کا ظہور: خواجہ حکیم ترمذی کی
۵۱	شاہ نقشبندؒ کو ولایت کے تین مراتب کا	۴۵	چار سو سال پیشتر بشارت
۵۱	حصول مع مرتبہ اختصاص	۴۵	شاہ نقشبندؒ کے یہاں وفور جذبات
۵۱	شاہ نقشبندؒ کا چار دانگ عالم کی ولایت	۴۵	باوصف کثرت تمکین
۵۱	میں حصہ اور ولایت کے چار مقامات	۴۵	شاہ نقشبندؒ: اتباع سنت کی
۵۱	میں آپ کا قدرت و تصرف	۴۶	ایک نادر مثال
۵۱	حدیث شریف زینوا القرآن بأصواتکم	۴۶	شاہ نقشبندؒ کی ایک کرامت
۵۱	کی تشریح	۴۶	شیخ بایزیدؒ کا شاہ نقشبندؒ کا اول ہونے
۵۱	ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہے	۴۶	کے معنی
۵۱	شاہ نقشبندؒ سرکارِ دو عالم کے زیر قدم	۴۶	عارف جامی کا ارشاد کہ شاہ نقشبندؒ کے اثر
۵۲	اور محمدی المشرّب تھے	۴۶	کی تمنا کر نیا لاہی دست ہے
۵۲	شاہ نقشبندؒ اور شیخ بایزید بسطامیؒ	۴۶	حضرت مجدد الف ثانی کی توضیح: اقتباس
۵۲	کے نیاز کا فرق	۴۸	کمالات نبوت کی طرف دور راستے
۵۲	شاہ نقشبندؒ کی ولایت محمدی کی خصوصیات	۴۸	کمالات نبوت وہی ہیں اور
۵۳	مرادیت و محبوبیت	۴۹	کمالات ولایت کسبی
۵۳	شاہ نقشبندؒ کو تین سو میل کے اندر اندر	۴۹	شاہ نقشبندؒ کے ارشاد: ہم فضلی
۵۴	شفاعت کی اجازت	۴۹	ہیں کی تشریح
۵۴	شاہ نقشبندؒ کے قلب مبارک کی چھ	۵۰	ولایت کی تین قسمیں
۵۴	جہتیں: چھ لطیفے	۵۰	(i) ولایت صغریٰ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۱	شاہ نقشبندؒ کی مہمان نوازی		شاہ نقشبندؒ کے ارشاد کی توضیح حضرت
	شاہ نقشبندؒ حصول رزق کے لئے	۵۵	مجدد الف ثانیؒ کے قلم سے
۶۱	خود زمین کاشت کرتے		تجدید دین کے لیے علماء ربانی کے
	شاہ نقشبندؒ کا ستر احوال: اپنے	۵۵	کارنامے
	کمالات کو چھپاتے		شاہ نقشبندؒ کے جملہ اخلاق و آداب
	شاہ نقشبندؒ کی ممالک اسلامیہ میں	۵۶	سیرت نبویؐ کا پر تو تھے
	عظیم شہرت	۵۶	اولیاء اللہ کے مختلف فیوض
۶۲	شاہ نقشبندؒ سکوت و خاموشی کی توضیح		شاہ نقشبندؒ کیلئے تصرفات کوئیہ و
۶۲	شاہ نقشبندؒ کی روحانی توجہ کا ایک واقعہ	۵۶	باطنیہ کی جامعیت کا فیض
	ایک بزرگ کا کشف اور نذر شاہ نقشبندؒ	۵۷	خواجہ علاء الدین عطارؒ کا واقعہ
۶۳	کی برکات		شاہ نقشبندؒ کے تصرف کی مثالیں اور
	منظوم شجرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ:	۵۷	آپ کے خلفاء کی عظمت و بزرگی
	خواجہ ہاشم کشمیریؒ و حضرت مجدد الف ثانیؒ		تصرفات حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ
۶۵	سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک	۵۸	تصرفات حضرت خواجہ محمد یارؒ
۶۸	بیان خلفاء حضرت شاہ نقشبندؒ بخاری		شاہ نقشبندؒ کی کرامات کے واقعات
۶۸	(i) خواجہ علاء الدین عطارؒ		شاہ نقشبندؒ کی غایت قوت مناسبت و
	(ii) خواجہ محمد یارؒ		محبوبیت اور عاجزی و انکساری کی مثالیں
۶۹	(iii) مولانا محمد یعقوب چرخيؒ	۵۹	شاہ نقشبندؒ کے بعض ارشادات:
	خواجہ محمد یارؒ سا قطب افراد تھے		کرامت کا مطالبہ کر نیوالے کو آپ کا
۶۸	نہ کہ قطب ارشاد	۶۰	جواب
	خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ		شاہ نقشبندؒ کے لباس کی سادگی اور
۶۹	کو عجب رونق ملی۔	۶۱	آپ کا شیوہ فقر

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۷۹	مولانا غیاث الدین احمد سے تحصیل علم	۷۰	مقالہ اول اُن متاخرین مشائخ نقشبندیہ کے حالات و مناقب جو حضرت خواجہ باقی باللہ سے پیشتر ہوئے
۸۰	آپ کی دعا سے ہمایوں کا دوبارہ بادشاہ بننا	۷۰	مقصد اول اُن بزرگوں کے حالات جو حضرت مولینا کا شغریٰ سے نسبت رکھتے ہیں
۸۱	ہمایوں بادشاہ کی آپ کے سامنے انکساری	۷۰	مقصد اول - فصل اول حضرت مولینا سعد الدین کا شغریٰ کے اُن اصحاب کا بیان اور اُن سے فیض یافتہ بزرگوں کے حالات جسکا ذکر رشتات میں نہیں ہے
۸۳	میر سید شریف جرجانی کے استاد	۷۰	(۱) مولانا نور اللہ الاسفندیانی
۸۳	مولانا معین الدین کی حکایت	۷۳	(۲) مولانا علاء الدین علی کرمانی
۸۴	ایک لوہار درویش کا واقعہ	۷۵	(۳) حاجی عبدالعزیز جامی
۸۴	ایک ابدال کا واقعہ	۷۷	(۴) مولانا محمد جامی
۸۵	اہل اللہ سے بد عقیدہ شخص کا واقعہ	۷۸	(۵) مولانا محمد روحی
۸۶	اپنی غربت کی شکایت کرنیوالے کا واقعہ	۷۸	(۶) بعض دیگر تربیت یافتہ بزرگ: مولانا پیر علی - حافظ اسماعیل - مولانا احمد کاریزی - مولانا جامی مزارعی - میر کلان حقارونی
۸۷	ارشاد حضرت سہری سقطنی	۷۹	(۷) مولانا نور اللہ کے خلیفہ مولانا زین الدین محمود کمان گر بہدانی
۸۸	حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب کو اپنا کرتہ بھیجنا	۷۹	پوشیدہ رکھنا
۸۸	اتباع سنت ظاہر کا باطن پر اثر	۸۹	نحی کے جھگڑے میں گواہی دینا
۸۸	تجلی ذات حق اور مرتبہ جمع		
۸۸	جمع الجمع ولایت کا آخری درجہ		
۸۸	جبر اولیاء اور جبر زندہ		
۸۸	اللہ کے رگ گردن سے قریب تر ہونے کی حقیقت کلمہ طیبہ		
۸۹	اہل اللہ کی گمنامی اور خود کو مخلوق سے		
۸۹	پوشیدہ رکھنا		
۹۰	نحی کے جھگڑے میں گواہی دینا		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	صحت و اجتماع سے نسبت تامہ	۹۰	ضامن بننا
۹۹	حاصل ہوتی ہے	۹۱	۸۔ مولانا نور اللہ کے مرید شیخ مراد
۱۰۰	توحید کا راز: غیر حق سے دل خالی کرنا	۹۱	۹۔ مولانا محمود قواس کے مرید
	ارشاد خواجہ علاء الدین عطار کہ خدا کی	۹۱	مولانا محمد امین
۱۰۰	عنایت بے علت کا امیدوار ہو	۹۱	۱۰۔ آپ کے ایک اور مرید مولانا خواجہ
	وسوسے آنا غیر اختیاری ہے۔ انہیں	۹۱	۱۱۔ مولانا محمود قواس کے منظور نظر شیخ
۱۰۰	روکنا ہمت و قوت کا کام ہے	۹۱	معین الدین: انکی کتاب ارشاد الطالبین
	ارشاد خواجہ محمد یار سا: کھانے میں	۹۱	مولانا محمود قواس کی ایک کرامت اور آپ کا
۱۰۹	میانہ روی کی پابندی	۹۲	درس تفسیر: اقسام بت پرستی کا بیان
	ارشاد خواجہ اہرار: دل کے التفات	۹۲	مولانا جامی نے اپنا حقی مسک نہیں بدلا
۱۰۱	غیر سے خالی ہونکی تشریح	۹۲	مکہ معظمہ کے شیخ سعید فرغانی
۱۰۲	حضرت مخدوم جامی کی ایک حکایت	۹۲	شیخ معین الدین کی رباعی
	جو صحبت فقراء کا اثر نہ لے اسے نصیحت	۹۲	مقصد اول - فصل دوم
۱۰۲	بے سود ہے۔		مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی کے
	مولانا جامی کی ایک کرامت		فیض یافتہ بزرگوں کے حالات
۱۰۲	مولانا علاء الدین ساؤجی		۱۱۔ خواجہ ضیاء الدین یوسف
۱۰۲	مولانا حاجی رحمۃ اللہ علیہ		مولانا عبد الغفور لاری کے حاشیہ
۱۰۳	حضرت صالح تمیمی المشہدی	۹۸	”نفحات الانس“ سے اقتباسات
۱۰۳	شیخ مودود لاری		اللہ پاک کا خصائص خلأق سے
	مولانا حافظ الدین بیہقی اور آپ کے	۹۸	کمال تنزیہ
۱۰۳	صاحبزادے محمد ہاشم بیہقی		حضرت خواجہ نقشبند بخاری کے ارشاد
	مولانا محمد ہاشم بیہقی کے فیض یافتہ بزرگ	۹۹	”طریقہ ما صحبت است“ کی تشریح

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۱۳	حضرت مولانا حسین واعظؒ		مولانا عبدالقدوس قہستانیؒ اور مولانا
	آپکی جواہر التفسیر سے بعض اقتباسات	۱۰۵	سید محمد میر دولت کرخیؒ
۱۱۴	استغاذہ کے تین درجے		مولانا محمد امینؒ کے فیض یافتہ بزرگ
	(د) مقام تجلی افعال کے وقت	۱۰۷	مولانا مقیم - میر حسن اوہی مولانا حسین نسفیؒ
	(ب) مقام تجلی صفات کے وقت	۱۰۷	مولانا محمد سید صلاحؒ
	(ج) مقام تجلی ذات کے وقت	۱۰۸	آپ کا ایک مقبول ورد
۱۱۴	شیخ قطب الدین محمد الراعیؒ کا واقعہ		آپ کے مرید شیخ سید محمد سوختہ کا
۱۱۵	بسم اللہ کے معنی کی تشریح	۱۰۹	رسالہ گنج الطالبین
۱۱۶	(ب) ہدایت سلوک شناس	۱۰۹	فتنہ قزلباش کا مفصل واقعہ
۱۱۶	(س) سر معرفت		شاہ اسماعیل بن حیدر کی سرکردگی میں
	(م) مراد		اہل تشیع کی یورش ۹۱۶ھ
	تمام آسمانی کتب کا پچوڑ: قرآن مجید پھر		ہرات کی طرف پیش قدمی اور شہر مرو
	اُسکا خزانہ سورہ فاتحہ پھر اُسکا پچوڑ بسم اللہ		کی غارت گری
۱۱۶	اور اُسکا راز حروف (ب)		شیعہ مذہب نہ اختیار کرنے پر متعدد
	بسم اللہ کا حروف (ب) ساتھ یعنی	۱۱۰	علماء کا قتل
۱۱۶	وصال و اتصال - وصول الی اللہ		مولانا زین الدین خطیبؒ کی شہادت
	روز الست کے سوال و جواب سے		شیخ الاسلام سیف الدین تفتازانیؒ کی شہادت
۱۱۶	متعلق بعض خوبصورت نکتے	۱۱۱	اور اسماعیل بن حیدر کی سنگدلی
۱۱۷	شیخ محی الدین بن العربیؒ کا ایک واقعہ	۱۱۲	شیخ تفتازانیؒ کی لاش کا جلایا جانا
۱۱۸	ارشاد مولانا یعقوب چرخؒ		ظلم و ستم کے باعث عارفین کی خراسان سے
	اھدنا الصراط المستقیم کی تشریح اور خواجہ	۱۱۳	ہجرت اور ماوراء النہر میں ورود
۱۱۸	عبید اللہ احرار کا ایک نکتہ	۱۱۳	حضرت مولانا شروانیؒ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	مولانا نظام الدین حسینؒ اور میر علاء	۱۱۹	مقصد اول - فصل سوم
۱۲۴	فی بعض کرامتیں		مولانا علاؤ الدین مکتب دار کے بعض
۱۲۵	شیخ غیاث الدین (ثانی)، اگر دی	۱۱۹	تربیت یافتہ بزرگوں کے حالات
	ماوراء النہر کے حاکم عبداللہ خاں کی		مولانا غیاث الدین احمدؒ: بعض ارشادات
۱۲۵	حضرت شیخ سے معذرت		گناہوں سے دور ہونا صدیقین
	مولانا غیاث الدین احمدؒ کے متوسلین		کا کام ہے۔
	مولانا احمد ابیورویؒ اور مولانا	۱۲۰	سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد: منہاجی
	عبدالوہابؒ		بدعات اور رخصت سے دور رہنا
۱۲۶	مولانا علی ابیورویؒ: نسبت خموشی کا غلبہ	۱۲۰	نفس کیلئے ایک انتہائی مشکل ریاضت
	مولانا علی اور شیخ جلال کا واقعہ		خلوص نیت سے طالب علم کی تحصیل علم
۱۲۶	درویش قطب مجذوب کا واقعہ		عین ذکر ہے۔
	مولانا محمد جاجری کا مولانا علاء الدین	۱۲۱	حصول علم دین اور نفس کی کاہلی
	سے ارشاد کہ درویشی بغیر علم	۱۲۲	فتح اللہ نامی طالب علم کا واقعہ اور
۱۲۹	شیطانی مذاق ہے۔	۱۲۳	مولانا جامیؒ کی نصیحت
	مولانا علاء الدین کا واقعہ		مولانا غیاث الدین احمدؒ کے فرزند
۱۳۰	مولانا علیؒ اور مولانا خواجگی کا واقعہ	۱۲۳	مولانا نظام الدین حسینؒ
	مولانا امیر علی ابیوروی کے تربیت یافتہ		اللہ تک رسائی تین چیزوں میں منحصر ہے
۱۳۱	حافظ بصیر واعظؒ	۱۲۴	(د) کلام حق تعالیٰ
	انکی شرح رباعی اور مثنوی		(ب) حدیث سیدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۲	فقر کے معنی کی تشریح	۱۲۴	(ج) ملفوظات مشائخؒ
	حافظ بصیرؒ کے بعض صوفیانہ اشعار		مولانا نظام الدین حسینؒ کے صاحبزادے
	حافظ بصیرؒ کے اصحاب: مولانا	۱۲۴	میر علاءؒ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۴۱	مولانا شمس الدین محمد روجی کے اصحاب کے حالات	۱۳۲	پائیدہ بخاری - میر ہر وی
۱۴۱	۱۔ شیخ عبداللطیف	۱۳۴	مولانا بابا بخاری
۱۴۱	۲۔ بابا سید محمد علی مجذوب	۱۳۵	مولانا علی ہر وی کے رسالہ سلوک سے بعض اقتباسات
۱۴۲	۳۔ شیخ جلال الواعظ - انکی تالیفات : شرح قدسیہ - شرح رشحات اور خلاصۃ النفحات	۱۳۶	۳۔ مولانا صنع اللہ کورکتانی
۱۴۳	ارشادات مولانا محمد روجی	۱۳۷	مولانا صنع اللہ کے اصحاب : مولانا علی جان بادام باری اور درویش انخی خسرو شاہی
۱۴۳	شیخ جلال کی شرح سے بعض اقتباسات	۱۳۸	درویش انخی کے فیض یافتہ مولانا الیاس بادام باری
۱۴۳	شرح ارشاد حضرت شہاب الدین سہروردی	۱۳۹	مولانا الیاس کے خلیفہ سید محمد بادام باری کا کشف
۱۴۴	منقبت حضرت ذوالنون مصری	۱۴۰	امام جعفر صادق کا ارشاد کہ وہ شیعہ مذہب کے مجتہد نہیں تھے
۱۴۴	شرح ارشاد شیخ الاسلام	۱۴۱	کشف کی صداقت خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب سے
۱۴۵	شرح ارشاد حضرت بشر حافی	۱۴۲	حضرت امام زین العابدین کی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں رائے
۱۴۵	شرح ارشاد حضرت شقیق	۱۴۳	حضرت امام باقر کی حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان سے حد کر نیوالوں کو تنبیہ
۱۴۶	شرح ارشاد شیخ عبداللہ خفیف	۱۴۴	مقصد اول - فصل چہارم
۱۴۶	شرح ارشاد حضرت احمد خضوی	۱۴۵	
۱۴۷	شرح ارشاد حضرت ابو حمزہ بغدادی	۱۴۶	
۱۴۷	شرح ارشاد حضرت جنید بغدادی	۱۴۷	
۱۴۸	شرح ارشاد شیخ عبداللہ مرتعش	۱۴۸	
۱۴۸	حضرت ابو عبداللہ سنجر	۱۴۹	
۱۴۹	شرح ارشاد حضرت خواجہ نقشبند بخاری	۱۵۰	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۵۶	خواجہ شہاب الدینؒ	۱۴۹	شرح ارشاد شیخ نجیب الدین برغشؒ
۱۵۷	آپکی تالیفات سے اقتباسات	۱۵۰	مولانا کمال الدین فیضیؒ
	حضرت خواجہ کی بعض کرامات		حضرت میرزا محمد زکریاؒ کے مرید مولانا ناصر
۱۶۱	خواجہ عبدالحقؒ	۱۵۱	ہرویؒ مادر زاد ولی تھے
	خواجہ احرارؒ کا آپ کے لئے ایک		مقصد دوم - مقالہ اول
۱۶۲	تحریری سبق		خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے
۱۶۳	ہمایوں بادشاہ اور خواجہ عبدالحقؒ	۱۵۳	منتبین کے حالات
۱۶۳	حکایت حضرت شیخ سعدیؒ		مقصد دوم - فصل اول
	حرمین شریفین کے حندام سے		خواجہ احرارؒ کی اولاد امجاد
۱۶۵	بدظنی کی ممانعت		کے حالات
	خواجہ عبدالحقؒ کی وفات پر علامہ وقت		خواجہ احرارؒ کے دو فرزند :
۱۶۶	مولانا مصطفیٰ رومیؒ کی حاضری		(۱) خواجہ محمد عبداللہ (خواجہ کمال)
	مولانا مصطفیٰ رومیؒ کی خدمت حدیث		(۲) خواجہ محمد یحییٰؒ
	مولانا مصطفیٰ کے شیخ الحدیث		خواجہ محمد یحییٰؒ کے تین فرزند :
۱۶۶	سید جمال الدینؒ		(۱) خواجہ محمد زکریاؒ
	میر جمال الدین کے چچا علامہ سید		(۲) خواجہ عبدالباقیؒ
۱۶۷	اصیل الدین کی خدمت حدیث		(۳) خواجہ محمد امینؒ
	اور سیرت پر کتاب "درج الدرر		خواجہ محمد عبداللہ کی اولاد :
۱۶۷	فی سیرۃ خیر البشر"	۱۵۴	(۱) خواجہ عبدالہادیؒ
۱۶۸	خواجہ عبدالعلیمؒ	۱۵۵	(۲) خواجہ شہاب الدین خواوند محمودؒ
	خواجہ عبدالشہیدؒ	۱۵۶	طلب میں آپ کی کتاب تحفہ خانی
۱۶۹	آپ کے اوقات کے تین حصے		ہمایوں بادشاہ - شیخ بہلول اور

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۸۰	خواجہ نور الدینؒ		(i) مطالعہ دینی کتب و رسائل
۱۸۱	خواجہ قاسم فرزند خواجہ محمودؒ	۱۶۹	اولیاء کرامؒ
۱۸۲	خواجہ معین الدین احمدؒ	۱۷۰	(ii) ذکر تلاوت نماز و عبادت
۱۸۳	خواجہ عبدالرشیدؒ	۱۷۱	(iii) سکوت و مراقبہ
۱۸۴	خواجہ محمد یحییٰ فرزند خواجہ ابوالفیضؒ	۱۷۲	سفر آخرت کی تیاری
۱۸۵	خواجہ ہاشمؒ	۱۷۳	وقت رحلت و وصیتیں اور کرامات
۱۸۶	خواجہ محمد یحییٰ (خواجہ کلاں)	۱۷۴	آپ کے بعض ارشادات
۱۸۷	خواجہ عبدالصبورؒ	۱۷۵	۴۔ خواجہ ابوالفیضؒ
۱۸۸	میر محمد دومؒ	۱۷۶	ذکر والدہ خواجہ عبدالہادیؒ
۱۸۹	میر عبدالقدوسؒ	۱۷۷	ذکر والدہ خواجہ عبدالعلیمؒ
۱۹۰	میر عبدالسلامؒ	۱۷۸	ذکر صاحب ہدایہؒ
۱۹۱	میر عبدالغنیؒ	۱۷۹	۵۔ خواجہ محمد یوسفؒ
۱۹۲	میر عبداللہؒ	۱۸۰	سلطان کاشغر رشید خاں کا خواب
۱۹۳	شیخ ابراہیمؒ	۱۸۱	خواجہ خواوند محمودؒ سے شکر رنجی
۱۹۴	مولانا محمودؒ	۱۸۲	قصہ وفات خواجہ محمد یوسفؒ
۱۹۵	مولانا اسماعیلؒ	۱۸۳	صاحب تاریخ رشیدی میرزا حیدر گورگان
۱۹۶	حافظ دولتؒ	۱۸۴	مولانا کاشغریؒ اور شیخ سراج کا واقعہ
۱۹۷	حافظ ترسونؒ	۱۸۵	میرزا گورگان کے جد امجد امیر خدایدارؒ
۱۹۸	مقصد دوم۔ فصل دوم	۱۸۶	اور میرزا الخ بیگ کا واقعہ
۱۹۹	حضرت خواجہ ابراہیمؒ کے بعض اصحاب	۱۸۷	خواجہ قاسم فرزند خواجہ عبدالحمادیؒ
۲۰۰	کے حالات میں۔	۱۸۸	خواجہ عبدالہادی فرزند خواجہ عبدالکافیؒ
۲۰۱	وہ بیٹن بزرگ جنکا رشحات میں ذکر ہوا	۱۸۹	خواجہ محمد طاہرؒ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۰۹	حضرت عزیزان کی بعض کرامات	۱۸۶	دیگر بیس اولیاء کرام
۲۱۷	مقصد دوم - فصل سوم	۱۸۷	مولانا فخر الدین علی صاحب رشتات
	خواجہ اترار کے خلیفہ مولانا محمد قاضی	۱۹۲	آپ کے بھانجے میر کا سلوانی
	اور ان کے خلفاء کے حالات	۱۹۸	شیخ عبداللہ ادوی
	مولانا محمد قاضی	۱۹۹	حضرت امیر احمد
	فرزندان و اصحاب مولانا محمد قاضی		حکیم چلی و محمود چلی
۲۲۵	۱۔ خواجہ قطب الدین		شعبان آفندی
	۲۔ مولانا حمید الدین تاشقندی		مولانا جلال الدین
۲۲۶	۳۔ شیخ حمید الدین ہروی	۲۰۰	۳۔ مولانا سید علی عاری
	۴۔ مخدوم مولانا خواجگی کا سانی		قاضی علی قزوی
۲۳۶	فرزندان مولانا خواجگی کا سانی		شیخ ابوسعید قزوی
۲۳۶	۱۔ خواجہ کلاں دہبیدی		مولانا شاہ علی قزوی
۲۳۷	۲۔ خواجہ دوست	۲۰۱	قاضی میرک خاندی
۲۳۸	۳۔ خواجہ اسحق دہبیدی		مولانا عبداللہ قزوی
۲۳۹	۴۔ خواجہ بہاء الدین	۲۰۲	مولانا حکیم یقینی
	۵۔ خواجہ عبدالخالق		۴۔ مولانا محمد زاہد و خشی
۲۴۰	خلفاء مولانا خواجگی		۵۔ خواجہ تاج الدین
	۱۔ مولانا لطف اللہ	۲۰۳	۶۔ امیر عبداللہ مینی
۲۴۲	۲۔ خواجہ خواوند محمود		۷۔ شیخ عیان گازرونی
۲۴۲	۳۔ خواجہ محمد اسلام جویبار		۸۔ مولانا اسمعیل شروانی
۲۴۴	۴۔ خواجہ محمد سعید	۲۰۷	۹۔ مولانا حسن اسانی
	۵۔ مولانا دوست	۲۰۸	مولانا کے عزیز قاسم شیخ کرینی
			(حضرت عزیزان کے)

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۶۳	۲۔ مولانا پائندہ محمد اخسکتیؒ	۲۴۶	۶۔ مولانا خوردؒ
۲۶۵	۳۔ مولانا ترسون قاضیؒ	۲۴۸	۷۔ مولانا میر محمد کاشغریؒ
۲۶۷	۴۔ شیخ یوسف ترکؒ	"	۸۔ مولانا بابا میرؒ
"	۵۔ خواجہ عبید کابلیؒ	۲۴۹	۹۔ خواجہ بابا تاشقندیؒ
"	۶۔ درویش سبزؒ	۲۵۰	۱۰۔ خواجہ عبدالرحیم اخسکتیؒ
۲۶۹	۷۔ حافظ خیا بانیؒ	۲۵۱	۱۱۔ خواجہ محمد علی اخسکتیؒ
"	۸۔ قاسم شیخ قالینیؒ	۲۵۲	۱۲۔ خواجہ حسن نثاریؒ
۲۷۱	۹۔ خواجہ حسن خاندانؒ	۲۵۳	۱۳۔ مولانا محمد علیؒ
۲۷۴	مفتاح دوم	"	۱۴۔ میر فاضل علی کنہ بادامیؒ
"	مقصود اول	۲۵۴	۱۵۔ میر محمد صالحؒ
"	۱۔ مولانا محمد زاہد خوشیؒ	"	۱۶۔ خواجہ شاہ نقشبندیؒ
۲۷۶	۲۔ مولانا درویش محمدؒ	۲۵۶	۱۷۔ مولانا سعید سکوبیؒ
۲۷۹	۳۔ خواجہ میر گنبد سبزیؒ	۲۵۷	۱۸۔ حافظ حسینؒ
"	۴۔ خواجہ محمد رضاؒ	"	۱۹۔ حافظ ابراہیمؒ
"	۵۔ مولانا شیر محمدؒ	۲۵۸	۲۰۔ پیر رومیؒ
"	۶۔ شیخ سلواتیؒ	۲۵۹	۲۱۔ شیخ دلابادی مودنؒ
۲۸۰	۷۔ حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ	"	۲۲۔ میر علیکہؒ
۲۸۴	۸۔ خواجہ ابوالفتاح اسمؒ	"	۲۳۔ مجذوب رومیؒ
۲۸۷	۹۔ خواجہ محمد صابرؒ	۲۶۰	۲۴۔ مجذوبہ عارفؒ
۲۸۸	۱۰۔ خواجہ محمد حبیبیؒ	"	۲۵۔ دیگر دس بزرگ
۲۸۸	۱۱۔ خواجہ احمد الشہیر بہ خواجہ عملؒ	۲۶۱	اصحاب خلفاء مولانا خواجگی کاسانیؒ
۲۸۹	۱۲۔ مولانا محمد سعیدؒ	۲۶۲	۱۔ مولانا اکبر غانی یا شیخ ابن یمنؒ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۹۳	۱۶ خواجہ لطیف کند بادامی	۲۹۰	۱۳ حاجی عبدالعزیز
۲۹۴	۱۷ قطعہ تاریخ طباعت کتاب (ستریدانی)	۲۹۲	۱۴ حاجی خیرالدین رومی
		"	۱۵ مولانا صوفی علیا آبادی

کتاب ہذا کی

تصحیح کتابت حتی المقدور کوشش سے کی گئی ہے
 پھر بھی بتقاضائے بشریت اگر کہیں غلطی رہ گئی ہو
 تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ
 درستگی کی جاسکے !
 (ادارہ)

عرضِ ناستر

رَبِّ فِوَا الْجَلال کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اُس نے اس بندۂ ناپسند کو مذہبی، اسلامی، اصلاحی اور بزرگانِ دین کے حالات، کمالات اور کرامات وغیرہ پر پچیس سے زائد کتب شائع کرنے کی توفیق بخشی، رکنِ دین پانچ حصے، حضراتِ القدس، زُبدة المقامات، حیاتِ مولانا احمد رضا خاں، شرح قصیدہ امامِ اعظم، میلادِ رسول، قدمِ قدمِ سجدے ہماری مشہور و معروف کتب ہیں جنہیں قارئین نے بہت پسند فرمایا۔ بندہ ان دوست احباب اور قارئین کا تہہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے ان کتب کو خرید کر ادارہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور مذکورہ بالا کتب میں سے حضراتِ القدس، مشائخِ نقشبندیہ کے حالات پر بہترین کتاب ہے اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر حضرت شیخِ مجددِ قدس سترہ انکے خلفاءِ کرام اور اولادِ امجاد کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور زُبدة المقامات میں حضراتِ خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخِ مجددِ الف ثانی رضی اللہ عنہما کے حالات، تعلیمات اور مکاشفات و کرامات پر بے مثال کتاب ہے۔ یہ دونوں کتب حضرت مجددِ الف ثانی قدس سترہ کے اجل خلفاء کی لکھی ہوئی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "نسماۃ القدس" پہلی دفعہ چھپ کر آپکے ہاتھ میں پہنچی ہے۔ قبل ازیں نہ اس کا اصل فارسی نسخہ طبع ہوا اور نہ اس کا ترجمہ شائع ہوا۔ یہ کتاب صاحبِ زُبدة المقامات حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی کی تالیف ہے۔ اس میں انہوں نے ان مشائخِ نقشبندیہ کا ذکر کیا ہے جن کے حالات عام کتب سے نہیں ملتے۔ نیز اس کے شروع میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سترہ کا بھی تفصیلاً تذکرہ کیا گیا ہے۔

بزرگان دین سے عقیدت رکھنے والے اور خصوصی طور پر نقشبندی مجددی حضرت
 کے لئے یہ ایک گراں قدر سرمایہ اور نایاب تحفہ تھا جسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع
 کیا گیا ہے تاکہ ہر خاص و عام آسانی کیساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔
 بندہ اپنے پرانے کرم فرما پیر طریقت حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب
 مدظلہ العالی، پی۔ ایچ۔ ڈی (حیدر آباد) کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے
 اس نایاب کتاب کا عکس مدینہ منورہ کے مکتبہ عارف حکمت سے انتہائی محنت و
 کوشش سے حاصل کیا اور ترجمہ کروا کر بندہ کو شائع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔
 یہ حقیر اگر حضرت مترجم حضرت مولانا سید محبوب الحسن واسطی مدظلہ (کراچی) کا
 شکریہ ادا نہ کرے تو نہایت ہی غیر مناسب ہوگا جنہوں نے نہایت ذمہ داری اور
 جانفشانی کے ساتھ کتاب کا ترجمہ کیا اور چھپوانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آخر
 میں یہ ناچیز اپنے برادر بزرگوار حضرت قبلہ حافظ محمد اشرف صاحب مجددی کا شکریہ
 ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے جنہوں نے اس میں درج آیات قرآنی، احادیث مبارکہ اور
 دیگر اہم مقامات پر اصل کتب کے حوالوں اور مناسب حواشی کیساتھ کتاب کو مزین
 کیا تاکہ قارئین کو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کو اصل کتب سے دیکھنے میں وقت نہ ہو
 مولاکریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو معرض وجود میں لانے کیلئے تعاون
 کرنے والوں کی کوشش قبول فرمائے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے
 مطابق صالحین کے اس ذکر کو ہمارے گناہوں کا کفارہ بنائے اور اس ادارہ کو دن
 و گنی رات چوگنی ترقی بخشنے۔ اور زیادہ سے زیادہ اسلامی کتب چھپوا کر اشاعت
 دین کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد اکرم مجددی
 مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ
 سیالکوٹ

تقریظ

برکاتِ نسائِ القس

اُصول ترجمہ

از قُدوۃ السالکین، شیخ المشائخ حضرت
قبرہ اکبر غلام مصطفیٰ خان صاحب دامت برکاتہم
(ایم اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی۔ ڈی لٹ) حیدرآباد (سندھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فاضل گرامی، عزیز سامی مولانا سید محبوب حسن واسطی صاحب زید مجدہ ایک عالم متبحر اور جادو بیان مقرر ہیں اور زہد و تقویٰ میں بھی خاص مقام کے حامل ہیں۔ پھر انگریزی میں بھی غیر معمولی قابلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ سب اللہ پاک کا خصوصی انعام ہے۔
مدینہ منورہ میں مکتبہ عارف حکمت کے مخطوطات کی زیارت کا موقع نصیب ہوا۔ تو وہاں نسائِ القدس کا مخطوطہ بھی نظر افروز ہوا۔ چنانچہ اُسی وقت سے اُس کے عکس کے حصول کے لیے مختلف حضرات سے گزارش کرتا رہا۔ بالآخر مولانا سید عقیل محمد صاحب مدظلہ کی کوشش سے اور عزیز می محمد ہارون مبین سلمہ کی مالی امداد سے اس کا عکس حاصل ہو گیا۔ (الحمد للہ علی احسانہ) اب معلوم ہوا ہے کہ اس مخطوطے کے بعض نسخے ہمارے ملک میں اور دوسرے غیر ممالک میں بھی محفوظ ہیں۔ لیکن چونکہ وقت زیادہ گزرتا جا رہا ہے اس لیے اُن نسخوں کے حصول میں اور اُن سے مطابقت کرنے میں تہمت اور فرصت نہ ہونے کی بناء پر فی الحال مدینہ منورہ والے نسخے ہی پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

فاضل محترم (مترجم) نے جس مخلص اور محبت سے یہ ترجمہ کیا ہے اس کا اندازہ اس کے مطالعے ہی سے ہو سکتا ہے۔ ان کو حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی اور اُن کے طرزِ بیان، فصاحت و بلاغت، نیز شاعرانہ نکتہ آفرینی سے وہ بہت متاثر ہیں۔

اسی وجہ سے ان سے ترجمہ کرنے اور حواشی لکھنے کے لیے گزارش کی گئی تھی۔ انہوں نے ترجمہ برجستہ کیا ہے۔ کتابت میں جو فرد گزاشتیں تھیں اور حوالے کے اندراج میں جہاں تسامح تھا ان سب کو دور کیا ہے اور ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اشعار کے علاوہ اہم ارشادات (جو فارسی میں ہیں) ان کو بھی قائم رکھا ہے۔ یہ تمام خوبیاں اس کے مطالعے ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

مشک آنست کہ خود بیوید نہ کہ عطار بگوید

اللہ پاک، عزیز محترم کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنے مقبولین میں شمار فرمائے، نیز ان کے متعلقین کو بھی ایسے پاکیزہ کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ رحمۃ اللعین علیہ وسلم اب آپ یہ ترجمہ اور اس کے حواشی ملاحظہ فرمائیں اور اس کی علادت و عذوبت کے لطف اندوز ہو کر فاضل مترجم کو اپنی دعاؤں کے ساتھ ممنون فرمائیں۔ فقط

والسلام

احقر غلام مصطفیٰ غفرلہ

حیدر آباد (سندھ)

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَهَیْ
خواجه مجتہد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۵۴ھ - ۱۰۸۹ھ) حضرت امام ربانی مجدد الف
ثانی قدس سرہ کے انتہائی بلند مرتبہ خلیفہ تھے۔ بدخشاں کے موضع کشم میں پیدا ہوئے۔
خواجه گان لغت بنڈ رحمہم اللہ سے طبعی مناسبت رکھتے تھے۔ یہی شوق ۱۰۲۵ھ کے قریب
آپ کو بدخشاں سے ہندوستان لایا۔ چنانچہ برہان پور (دکن) تشریف لائے۔ اور
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ میر محمد نعمان
(۱۰۵۸ھ - ۱۰۶۶ھ) سے بیعت ہوئے اور ذکر و مراقبہ کا طریقہ سیکھا۔ یہیں
حضرت مجدد سے عقیدت و محبت پیدا ہوئی اور حضرت میر محمد نعمان کی اجازت
سے حضرت مجدد قدس سرہ کی طلبی پر ۱۰۳۱ھ میں سرسہند شریف میں آپ کے
آستانہ کی خاک نشینی کی سعادت حاصل کی لفظ (خاک نشینی) سے خود اسکی تاریخ نکالی
تقریباً دو سال خلوت و جلوت اور سفر و حضر میں حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ رہے۔
اور بہت کچھ پایا۔ حضرت مجدد کے وصال (۱۰۳۴ھ) سے سات ماہ پہلے تک یہ
آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ پھر حضرت نے رجب ۱۰۳۳ھ میں آپ کو اہل عیال
کے پاس برہان پور جانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ برہان پور چلے گئے۔ اور
حضرت مجدد قدس سرہ کے وصال تک آپ کے پاس پھر سرسہند شریف نہ آ سکے۔
۱۰۵۴ھ میں برہان پور ہی میں آپ نے وصال فرمایا۔

آپ کمال درجہ کے الشا پرداز تھے اور بلند پایہ مؤرخ و شاعر۔ مکتوبات

امام ربانی کے تینوں دفاتر کی تاریخیں در المعرفت، نور الخلاق اور معرفة الحق آپ ہی نے کہیں۔ دفتر ثالث مکتوبات امام ربانی ^{۱۰۲۵ھ} جس میں حضرت مجدد الف ثانی ^{۱۰۳۱ھ} قدس سرہ کے ۱۲۴ مکتوبات ہیں آپ نے مرتب فرمایا اور لفظ ثالث ^{۱۰۳۱ھ} سے بھی اس کی تاریخ نکالی۔ آپ کی چند تالیفات یہ ہیں: (۱) برکات الاحمدیۃ الباقیۃ جو زبدۃ المقامات کے تاریخی نام سے مشہور ہے۔ پیش نظر کتاب "نسمات القدس" کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ، اُن کے خلیفہ اعظم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی اولاد امجاد و خلفاء عظام کا تفصیلی ذکر ہے۔ (۲) دیوان اشعار عربی و فارسی۔ اس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں اور جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی گئی ہے (۳) طریق الوصول فی شریعت الرسول (۱۰۴۲ھ) تصوف کے مختلف سلسلے اس کا موضوع ہیں۔ (۴) در الاسرار فی تحیۃ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۵) تاریخ الانبیاء۔ (۶) نسمات القدس من حدائق الانس۔ ان کے علاوہ شاعری میں فارسی کلیات بھی ہے جو مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہے۔

پیش نظر کتاب نسمات القدس من حدائق الانس جس میں ^{۱۰۴۱ھ} تک کے واقعات ہیں "زبدۃ المقامات" کا پہلا حصہ ہے اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے پیشتر یا آپ کے دور میں جو مشائخ نقشبند تاشقند، سمرقند، بخارا، افغانستان ترکستان و ہندوستان میں گزرے ہیں ان کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے شروع میں فرمایا کہ یہ کتاب طبع کا شفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "رشحات عین الحیات" کا تکملہ ہے۔ یعنی بعد کے دور کے جن مشائخ نقشبندیہ کے حالات "رشحات" میں نہیں بیان ہوئے۔ اس کتاب "نسمات القدس" میں اُن کا تذکرہ ہے۔

مرشدی و محدومی حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب دامت برکاتہم نے "نسمات القدس" فارسی کے اس قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی بڑی مشکلات کے بعد مدینہ منورہ

کے مکتبہ عارف حکمت سے حاصل کی اور اس عاجز سے کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے فرمایا جو قارئین کے پیش خدمت ہے۔ اس عاجز نے بحمد اللہ و عونہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ کو یہ اردو ترجمہ مکمل کیا اور اس کا نام "کلمات الانس علی نسیمات القدس رکھا۔" احقر نے ترجمہ باللفظ کے بجائے ترجمہ بالمعنی کو پسند کیا ہے اور حضرت مؤلف خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اصل فارسی نسخہ میں آیات کا حوالہ نہ تھا۔ بعض جگہ کتابت کی غلطی سے آیات غلط لکھ دی گئی تھیں۔ بعض جگہ مکتوبات امام ربانیؒ کا مکتوب نمبر غلط لکھ دیا گیا تھا۔ ایسے مقامات پر مکمل حوالہ دے دیا گیا ہے اور اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ فارسی اشعار کا صرف اردو ترجمہ بے مزہ رہتا، اس لئے ترجمہ کے ساتھ اصل فارسی شعر بھی ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ شعر کی علالت اور مٹھاس محسوس کی جاسکے۔ بزرگوں کے بعض اہم ارشادات (نسیمات) کے اردو ترجمہ کے ساتھ اصل فارسی عبارت بھی نقل کر دی گئی ہے تاکہ ان بزرگوں کے کلمات کی برکت بھی حاصل ہو سکے۔

اللہ پاک سے دعا ہے۔ اس ترجمہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ قارئین کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہو اور اس پیچیدہ ان عاصی گنہگار کیلئے یہ ذریعہ نجات بنے (آمین ثم آمین)

احقر العباد

ستید محبوب حسن واسطی

۲۸ صفر المنظر ۱۴۰۶ھ

۱۲ نومبر ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ سَيِّدَا عَلٰی سَيِّدِ الْوَرَىٰ
مُحَمَّدٍ وَالْمُصْطَفَىٰ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ الْاَزْكِيَاءِ وَاَحْبَابِهِ الْاَوْلِيَاءِ النَّاسِبِينَ
مَنَابِدُ فِيْ اَحْوَالِهِمْ وَاَقْوَالِهِمْ بِالْاِمْتِنَانِ وَالْاَخْيَارِ الْمَنْصُورُونَ لَا يَضُرُّهُمْ
مَنْ خَذَلَ لَهُمْ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ۔ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور سلام ہو اُس
کے پسندیدہ بندوں پر، بالخصوص اُس بزرگ ہستی پر جو تمام مخلوق کے سردار ہیں یعنی محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اولاد اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
پر جو پاکیزہ اطوار کے مالک ہیں اور آپ کے احباب پر جو اولیاء اللہ ہیں۔ آپ کے احوال و
اقوال کی اتباع کرنے میں آپ کے نائب اور ایسی بزرگ ہستیاں جن کو اللہ پاک کی
مدد و نصرت حاصل رہی۔ قیامت تک اگر انہیں کوئی ذلیل و رسوا کرنا چاہے تو اس
سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

اتابعد۔ اس کتاب کا مؤلف محمد ہاشم بن القاسم (اللہ اسے انفس و آفاق کی قید
سے آزاد کرے) عرض کرتا ہے کہ اس ذرۂ بمقدار کی بھلا کہاں اتنی ہمت تھی۔ کہ
محبتِ خداوندی کے آسمان کے آفتاب صفت بزرگوں کے حالات لکھ سکے اور اس
شکستہ بال مموئے کا جو کانٹوں اور کوڑے کرکٹ پر پڑا ہو بھلا کہاں اتنا حوصلہ تھا اور
کہاں اتنا مرتبہ کہ ہمارے قدس کے شاہِ مبارک طبیعت بزرگوں کی منقبت بیان کر سکے۔
تاہم ابتدا ہی سے اور آغازِ نشو و نما ہی سے یہ عاجزان بزرگوں کی محبت میں گرفتار رہے۔
انہی بزرگوں کی باتیں بیان کرتا رہا ہے اور انہی کے ارشادات سنتا رہا ہے اور اسے
ان بزرگوں سے ایک خاص تعلق رہا ہے۔ پھر ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل
مقدمہ میں آ رہی ہے۔ جس نے خواجگانِ نقشبندِ رحمہم اللہ کے ساتھ اس عاجز مؤلف

نے شامیہ لفظ اصل میں الاختیار ہو گا لیکن اصل نسخہ میں الاختیار ہے لہذا یہی رہنے دیا۔

کا تعلق مستحکم کر دیا اور اسے دولتِ خاک نشینی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس عاجز کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر توفیقِ خداوندی غرضاً نہ میسر آجائے تو اس سلسلہِ عالیہ نقشبندیہ کے اُن متاخرین اکابر کے حالات لکھے جائیں جو صاحبِ رشحات کے دور سے آج تک کسی بھی شہر و ملک میں ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ طالبانِ حق کی راہنمائی کر سکیں۔ یہ حالات صرف اُسی قدر ہوں جتنے ان بزرگوں کی کتابوں اور رسائل سے حاصل ہو سکیں اور اس طرح ایک کتاب مرتب ہو جائے جو اس عاجز کیلئے سعادتِ عظمیٰ کا موجب ہو۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ یہ عاجز کم علم ہے اور اس میں اس عظیم کام کی استطاعت نہیں۔ ادب کے تقاضوں کے پیش نظر اس طرح یہ کام آئندہ کیلئے ملتارہا یہاں تک کہ ۱۳۸۷ھ میں اُن بزرگ کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل ہوا جو اس سلسلہِ عالیہ کے مروج ہیں۔ اسرارِ حقیقت کے احاطہ کرنے والے صدیوں بعد آنے والی ایک عظیم ہستی، عارفین و واقفین کے سربراہ، علماء برائے سخن کے سردار، اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی، گیارہویں صدی کے مجدد سے

زبان من بہ مدح، پیمو اوئے

بہ دست تند بادے تار موئے

میری زبان اُن کی تعریف سے ایسی ہی قاصر و مجبور ہے جیسے تند و تیز ہوا کے ہاتھوں ایک بال“ وہ رحمتِ خداوندی کے خزانہ کے خازن ہیں۔ برکتوں والے۔ سچائی اور دین کے ماہِ تاباں یعنی حضرت امام ربانی شیخ احمد الفاروقی الحنفی النقشبندی السمرندی کہ جہاں بھی اس کتاب میں ”حضرت ایشاں“ کا لفظ آئے یا ”حضرت شیخ ما“ (ہمارے شیخ) آئے تو اُس سے مراد آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے قدس اللہ سبحانہ سترۃ الاقدس۔ یہ عاجز کیا حالتِ سفر اور کیا حالتِ حضر تقریباً دو سال مستقل حضرت کے دامن سے وابستہ رہا اور اس قلیل مدت میں اس عاجز کو جو کثیر فوائد حاصل ہوئے اور اس شکستہ خاطر کے روزِ دل پر اُن آفتابِ عالمتاب کے جو انوار منعکس ہوئے ان کا شرح و بیان اس حقیر کی طاقت سے باہر ہے۔

وَلَوْ أَنَّ فِي كُلِّ مَثْبِتٍ شَعْرَى
لِسَانًا يَثْبِتُ الشُّكْرَ كُنْتُ مُقْتَصِرًا

”اگر میرے رؤیوں کو بھی زبان نصیب ہو جاتے اور وہ اُس کا شکر بجالانا چاہے تو عاجز رہے کہ اُس کا شکر نہیں بجالایا جاسکتا۔ یہ دن آپ کے پڑوس میں اور آپ کے زیر سایہ گزرے۔ ان غوثِ دوہاں (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے صاحبزادگان کبار نے جو خود جامع علوم و اسرار ہیں اور جن میں سے ہر خلیفہ رشید مدظلہم العالی کے حالات اس کتاب میں آئندہ آئیں گے اس کمترین سے اشارۃ فرمایا کہ حضرت کے وہ تازہ ارشادات و معارف جو وقت اور موقع کی مناسبت سے اور مریدوں کے خاص حالات کے پیش نظر آپ کی زبان دُرِ فشاں سے خلوت و جلوت میں ظاہر ہوتے اور آپ کے اُن مکتوبات شریفہ میں موجود نہیں ہیں جو فتوحات کینے معاون و مددگار ہیں انہیں قلمبند کروں کہ آپ کے کچھ طریقے اور برکات اور آپ کی کچھ کرامات و خوارقِ عادات سامنے آسکیں۔ نیز حضرت مجددؒ کے پیرومرشد کے حالات بھی قلمبند کروں جو قطبِ زمانہ، دُرِ لگانہ، وحید العصر، یکتائے روزگار، باطن کو منور کرنے والے، برکتوں کا چھپا ہوا خزانہ، عارفوں کے چراغ، ملت و دین کے پسندیدہ یعنی ہمارے شیخ و امام حضرت خواجہ محمد الباقر الاولیٰ النقشبندی قدس اللہ سرہ کہ اس کتاب میں جہاں بھی ”حضرت خواجہ ما“، یعنی ہمارے خواجہ کا لفظ آیا ہے اُس سے آپ ہی مراد ہیں تو اُن صاحبزادگان کبار کا اشارہ تھا کہ میں اُن کے حالات بھی قلمبند کروں تاکہ مجتہدین و مخلصین کے احوال و کردار کیلئے یہ عروۃ و ثقی ثابِت ہو اور میری ایک یادگار باقی رہ جائے۔ نیز سیدی و مرشدی امیر عالی جناب، طالبانِ طریقت کو فیض بخشنے والے، اربابِ ذوق و وجدان کے قائد و رہنما، محبت و عرفانِ اولیٰ کے نقیب حضرت میر محمد نعمان سلمہ المثنان نے بھی اس کی تائید و تاکید فرمائی۔ جذباتِ شکر کے ساتھ حضرت میر محمد نعمان کے کرم و عنایات کا ذکر اس کتاب میں آئیگا تو اب ان تمام موانع اور رکاوٹوں کے باوجود تعمیلِ ارشاد کے سوا چارہ نہ رہا۔ اسی دوران وہ داعیہ بھی

ظہور پذیر ہوا جس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے تو اللہ کا نام لے کر کتاب لکھنی شروع کی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے یہ کتاب دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ مقالہ اولے میں اس سلسلہ شریفہ کے اکابر کے حالات ہیں ماسویٰ حضرت مجدد کے پیروں کے اور مقالہ ثانیہ میں حضرت مجدد کے پیروں کے حالات ہیں۔ خود حضرت مجدد کے خصوصی حالات اور آپ کے صاحبزادگان گرامی اور خلفاء عظام کے حالات ہیں۔ ان دو مقالوں سے پیشتر ایک مقدمہ ہے جس میں امام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کے حالات اور ان کے علو مرتبت کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ کی جو مختلف شاخیں آپ کی ذات گرامی سے بھوٹی ہیں۔ اس میں ان شاخوں کا بھی بیان ہے۔ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی لطیف نقطہ یا کسی بزرگ کا ارشاد نقل ہوا ہے تو اسے لفظ ”نمہ“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس کتاب کو ”نسمات القدس من حدائق الانس“ نام دیا گیا ہے کہ اس میں ذکر کیا گیا ہر لطیف نکتہ فرمایا ہوا ہر ارشاد روح کو بالیدگی و تازگی عطا کرنے والا ہے۔ وہ نکتہ یا ارشاد ان روشن ضمیر و روشن قلب بزرگوں کے انفاس نفیسہ سے ہم تک پہنچا ہے اور ان کو یہ تازگی و بالیدگی حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے ملی ہے۔ اور مجت کے باغوں میں گھومنے پھرنے والے ان بزرگوں کے قلوب پر واقع ہوئی ہے۔ اللہ پاک طالبان حق کی ارواح کو ان ارشادات سے تازگی نصیب فرمائے اور سالکین کو عموماً اور اس عاجز کو خصوصاً ان کی برکات سے مستفید فرمائے (آمین)

یہ کتاب ”نسمات القدس“ گویا کتاب ”رشحات عین الحیات“ کا تکملہ ہے اور اس فاتح لشکر کو آگے کی راہ دکھانے والی ہے۔ یہ میری آرزو اور پختہ ارادہ ہے کہ اگر اللہ سبحانہ کی مشیت اور اس کا کرم شامل حال رہا تو اس کتاب سے فراغت کے بعد طریقت کے دوسرے سلسلوں کے اکابر متاخرین کے حالات کتاب ”نفحات الانس“ کے طرز پر میں خوبصورتی سے ترتیب دوں گا اور اس کا نام ”صفحات الانوار من مقامات الاخیار“ رکھوں گا۔ دیکھئے کب اس کام کا وقت ملتا ہے اور کب فرصت نصیب ہوتی ہے۔ ع

صبر سے کنیم تا کرم اوجہ میکند!

”ہم حالت انتظار میں ہیں کہ کب اُن کا کرم متوجہ ہو۔“

اس کتاب کی تالیف کے وقت عاجز کے سامنے چند دشواریاں تھیں مثلاً ایک یہ کہ ترتیب کتاب کے وقت یہ عاجز ہندوستان میں تھا۔ اور اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے منتسبین ماوراء النہر و خراسان کے علاقوں میں مسند ارشاد و ہدایت پر فائز تھے۔ ہندوستان میں ایسے بزرگوں کی آمد کم تھی جن سے مشائخ نقشبندیہ کے معتبر حالات معلوم کرنے میں مدد ملتی۔ پھر متاخرین کے رسائل بہت کم ہاتھ لگ سکے کہ اس دور میں بزرگان دین سے محبت کرنے والوں نے اُن کے حالات لکھنے اور اُن کی تحقیق کرنے میں کسل (سستی) شروع کر دیا ہے اور اس کی طرف کم توجہ کی ہے۔ اس طرح مجبوراً پہلے کے بزرگوں کے حالات اجمال و اختصار کے ساتھ لکھے جاسکے اور وہ مختصر حالات بھی بڑی جستجو اور بے حد کاوش و مشقت کے بعد دستیاب ہو سکے۔ بہر حال جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

الْأَجْرُ عَلَى قَدْرِ الشَّعْبِ

کہ کسی کام کا ثواب اُس کی محنت و مشقت کے مطابق ہے (مجھے اُمید ہے کہ اس سلسلے کی ہر مشقت کی جزاء کے طور پر مجھے ان معذور دل بزرگوں کے باطنی خزانوں سے خزانہ ہاتھ آئے گا۔ اس بے لواسا تل کے دل کا ان بزرگوں کے سوا کوئی سرمایہ نہیں اور اُن کے آستانہ کی خاک کے علاوہ اُس کی کوئی دولت نہیں۔ اس عاجز کو یہ نعمت تو نہ ملی کہ ان بزرگوں کو پاتا لیکن ان کے ذکر اور انکی منقبت بیان کرنے کی تو سعادت حاصل ہوئی۔ ان بزرگوں کے حالات کی صحیح تحقیق اور اُن کا پورا مقام نہ دریافت کر سکا مگر اُن کے نام گنانے سے تو دل کو تسلی دے لی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بار کردند ہم سراپاں بقطار بار مانیت ماچہ بار کنیم
بر بلندِ رویم و بنشینم اشتہر مردماں شمسار کنیم

”ساعتیوں نے بوجھ دے کر لا دیا ہے مگر ہمارا اتنا یا راکھاں کہ بوجھ اٹھا سکیں۔ ہم بلندی پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کے اُونٹ شمار کرتے ہیں۔“ کیا اچھا ہو کہ ان بزرگوں کی منقبت بیان کرتے کرتے ان کی محبت میں سرگرداں رہتے رہتے اور ان کے جھنڈوں کے سایہ تلے ہم خاک سے اٹھیں۔ ع

پروانہ آل شوم کہ پروانہ دوست !

”جو اُن پر پروانہ وارنثار ہو میں اس کا پروانہ ہو جاؤں“

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ مسلمہ کو اس دعا کی تعلیم دی۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ

وَحُبَّ عَمَلِ الَّذِي يُعَزِّزُ بَيْنِي إِلَى حُبِّكَ

”اے اللہ مجھے اپنی محبت عنایت فرما جو تجھ سے محبت کرے اس کی محبت عنایت فرما اور جو عمل تیری محبت سے قریب کرے اُس عمل کی محبت عنایت فرما۔“ اس ارشادِ نبوی میں حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ (جو تجھ سے محبت کرے اس کی محبت عنایت فرما) کا لفظ درمیان میں واقع ہوا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ بزرگوں کی یہ ایک محبت دُودوسری محبتوں کا ذریعہ بنتی ہے؛ خدا کی محبت کا بھی اور نیک عمل کی محبت کا بھی۔

عظیم بزرگ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ نے ایک دن اپنے مریدوں سے فرمایا کہ کل روز قیامت جب تم سے تمہارے بارے میں پوچھا جائے تو ہرگز جواب دینے کی کوشش نہ کرنا۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت پھر ہم کیا کہیں۔ آپ نے

اے دعا کے الفاظ حدیث شریف میں یوں ہیں :

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالْعَمَلِ الَّذِي

يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ الحديث (مشكاة، کتاب الدعوات باب جامع الدعاء،

الفصل الثالث) الفاظ میں ایسی کمی بیشی روایت بالمعنی کے حکم میں ہے، لہذا کوئی

اعتراض نہیں۔

فرمایا۔ تم یہ کہنا کہ ہم تو دنیا میں بہت ہی کمتر و حقیر تھے۔ البتہ ان بزرگوں کا دامن
 پکڑا تھا۔ یہ ہمارا حال زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ جب تم معاملہ ہم پر چھوڑ دو گے تو تم
 انشاء اللہ بخیر و خوبی عہدہ براہو گے۔ کتاب "نفحات الانس" میں حضرت شیخ ابو علی
 شبولیؒ کے حالات میں لکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود کو ان بزرگوں کیساتھ
 رکھ۔ ان بزرگوں اور ان کے ساتھ نشست و برخاست کرنے والوں سے فیض حاصل
 کرتا کہ کل قیامت کے دن جب تجھ سے پوچھیں کہ تو کون ہے تو کہہ سکے کہ میں ان
 کے ساتھ نشست و برخاست کرنے والا اور ان کا دوست ہوں۔ اور جب تو
 ان بزرگوں کی باتیں سنے تو اگرچہ تیری سمجھ میں نہ آتیں اپنی گردن جھکا لیا کرتا کہ کل قیامت
 کے دن کہہ سکے کہ میں ان بزرگوں کی باتیں سن کر گردن جھکانے والا تھا۔ اگرچہ تو حقیقی مجرم
 ہی ہو اس سبب سے اللہ سے تیری رہائی ہو جائے۔ رَزَقْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی وَجَمِيعُ
 الْاَحْوََانِ جَامِعٌ وَفَوْرٌ مَّجْتَبِيْهِمْ وَمَتَابَعْتِهِمْ بِحَقِّ هُوَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
 وَحُؤْمَتِيْهِمْ (اللہ پاک ہمیں اور تمام بھائیوں کو ان بزرگوں کی محبت و اتباع نصیب
 کرے یہ طفیل اکابر)

مقدمہ

یہ مقدمہ اس سلسلہ عالیہ کے امام و پیشرو عارفین کبار کے غوث اور شہرت و عظمت میں نصف النہار کے سورج کی مانند متقدمین کی برہان و دلیل، متاخرین کے سلطان، عارفوں کے تاج حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبندیؒ کے سمو منزلت و علو مرتبت کے بیان میں ہے۔ اُن پر اللہ کی رحمت ہو۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جو مشائخ متقدمین ہیں اُن پر اللہ کی رحمت ہو اور متاخرین خلفاء پر بھی ہو روز قیامت تک۔ اس سلسلہ عالیہ کی جو شاخیں آپ کی ذات گرامی سے نکلی ہیں اُن کا بیان ہے اور اُس کی شرح و کیفیت ہے۔

اس سلسلہ عالیہ کی پیشوائی حضرت خواجہ بزرگ سے پیشتر اگرچہ حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی قدس سرہ کی روحانیت سے تھی اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کے اشارہ سے اخفاء اور عزیمت پر عمل کا طریقہ تلقین فرمایا تھا اور طالبان حقیقی کے ارتباط کیلئے اس کی خاطر خواہ تشریح فرمائی تھی لیکن اس سلسلہ کو جو رونق اور زینت حضرت شاہ نقشبند چارہ ہر مستمند قدس سرہ اللہ سرہ الاقدس سے نصیب ہوئی اور اس طریقہ کی جو تکمیل و ترویج آپ کی ذات گرامی سے ہوئی اس کا کیا کہنا اور اسی لئے اس سلسلہ کا نام ہی نقشبندیہ پڑ گیا اس سلسلہ کے جمہور اکابر کی تحقیق کی رو سے آپ کا یہ نقشبندی لقب از جانب غیب اور آسمانی تھا اور اس سلسلہ سے منسوب بعض بزرگوں نے اس کی دو وجہ بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ جب کسی طالب کو ذکر قلبی کی تعلیم فرماتے تو اُس کے قلب پر اللہ کا نقش بٹھادیتے تھے اور یہ اس درجہ قوی ہوتا کہ عوارض قلیلہ سے زائل نہ ہوتا۔ آپ یہ اپنے بعد اپنے خلفاء کبار کے سپرد فرما گئے یہاں تک کہ آج تک کیلئے یہ اس سلسلہ کا معمول بن گیا۔ دوسری وجہ بزرگوں نے یہ بیان فرمائی کہ آپ ابتدا ہی میں ہر سریدرشد کے قلب کے آئینہ پر اپنے کامل تصرف اور مکمل توجہ سے نقوش کونیہ کی راہ بند فرما دیا کرتے تھے اور اس طرح صورتوں کا نقش ذکر قلبی میں مغل

نہ ہوا کرتا تھا۔

نقشبند است کہ از یک نظرش تادم حشر
در مرایائے خواطر نہ فتد نقش صور

و آپ نقشبند ہیں کہ آپ کی ایک نظر کی برکت سے دلوں کے آئینہ میں تادم حشر صورتوں کا نقش نہ پڑا کرتا تھا۔ اور حضرت خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ کے کسب نظر و برکت صحبت سے طالب چند ہی روز میں مرتبہ استہلاک و فنا کو پہنچ جاتا تھا۔ وہ انہی دو مذکورہ وجوہ کی بنیاد پر تھا اور اسی قول کی تائید ہے۔

بھلا یہ ذرہ ناچیز کہاں اور دنیا کو روشن کرنے والے اُن سورج (یعنی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ) کی تعریف کہاں، یہ کمترین غلام کہاں اور اُن خواجہ کی وصف نگاری کہاں لیکن اس حقیقت کے پیش نظر کہ یہ ایک ذرہ کی عالی ہمتی ہے کہ سورج کی بات کرے اور ایک غلام کی سعادت مندی کی نشانی ہے کہ آقا کی مدح سرائی کرے۔ اس خاکسار پر عنقوانِ شباب ہی سے خواجہ عالی جناب کی عنایات کی نظریں معلوم ہوتی تھیں اور یہ عاجز آپ کی نظر ہی کی برکتوں سے اس سلسلہ عالیہ کے انتساب کی سعادت سے بہرہ ور ہوا اور ۱۸۱۸ء میں کہ اس عاجز کی زندگی اٹھارہویں سال میں پہنچی تھی کہ ایک شب حضرت خواجہ قدس سرہ خواب میں تشریف لائے اور ایک درہم میری پھیلی پر رکھا اور فرمایا اس درہم پر دم کرو اور پانی میں ڈال دو۔ جو بیمار یہ پانی پیئے گا شفا یاب ہوگا۔ میں جب اس خواب سے بیدار ہوا تو ہمہ تن رحمت خداوندی کا اُمیدوار تھا اور اس دل دیوانہ میں اس سلسلہ عالیہ کے لینے ایک کشش پیدا ہو گئی تھی ممکن ہے اُس درہم کے سکے سے مراد یہ کمترین ہو کہ سکے پر جس طرح نقوش ہوتے ہیں یہ عاجز بھی حضرت شاہ نقشبند بخاریؒ کے نقوشِ محبت سے مرتب ہے اور اُس پانی سے وہ علوم مراد ہوں جن کی شرح سکے شری سے متعلق ہے۔ اگرچہ اس خواب کی دوسری تعبیرات کے بھی ہم اُمیدوار ہیں۔ تو حضرت خواجہ کی ان مذکورہ عنایات اور اس خواب کے بعد یہ بندہ بے اعتبار و ذرہ بیمقدار اگر حضرت کی

مدح و توصیف میں اجمالاً کچھ لکھے تو اُسے ہی چاہیے پھر خبر میں وارد ہے۔ اَدَا دُنَا
اَكْبَادُنَا (ہماری اولاد ہمارے جگر گوشہ ہیں) اور مقولہ ہے اَبْنَاءُنَا اَعْضَاءُنَا (ہمارے
فرزند ہمارے اعضاء کی طرح ہیں) اس خبر اور اس مقولہ کے بموجب اس سلسلہ عالیہ کے
مشائخ حضرت خواجہ بزرگ کی معنوی اولاد میں اور اولاد معنوی کا ذکر بغیر بد معنوی کے
ذکر کے ایسا ہی ہے جیسے اعضاء کا ذکر بغیر سر کے ذکر کے۔

اس مقدمہ کی تحریر کی دوسری وجہ اس کتاب کی تالیف کے دوران حضرت
خواجہ بزرگ کی تفصیلی ذکر کی ایک اور وجہ بھی پیش آئی۔ حضرت خواجہ کی منقبت میں
قدوة المحققین مولانا نور الملة والدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں

سکہ کہ در شرب و بطحا زدند نوبتِ شانش بہ بخار زدند

از خط آں سکہ نشد بہرہ مند جز دل بے نقش شہ نقشبند

ایک فاضل سے جن کا تعلق اس سلسلہ عالیہ سے نہ تھا حضرت مولانا عبدالرحمن جامی
کے مذکورہ بالا اشعار کے بارے میں توقف و تردد سننے میں آیا گویا انہیں ان اشعار کی
صداقت پر یقین نہ تھا۔ اس سے میرے دل پر القاء ہوا کہ حضرت خواجہ بہا الدین
نقشبند بخاری جو مخلوق کیلئے غوث ہیں اگر ان کا کچھ حال اور آپ کی ہزاروں خصوصیات
میں سے بعض خصوصیات بھی تحریر میں آجائیں تو اس طرح کے توقف اور شک
کرنیوالوں کو ان کے توقف اور شک سے باز رکھیں گی۔ اگرچہ حضرت خواجہ بزرگ کا
علو مرتبت آپ کے بے واسطہ خلفاء مثلاً قدوة الاولیاء حضرت خواجہ محمد پارسا اور
زبدۃ السالکین حضرت مولانا صلاح الدین اور ان کے واسطہ سے جو خلفاء ہیں مثلاً
قطب روزگار مخزن اسرار حضرت خواجہ عبید اللہ احراز اور آپ کے خلفاء علیہم الرحمۃ اور
مولانا المعظم العارف الاعمل مخدومی الانامی مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ
السامی ان حضرات کے کلام اور رسائل سے معلوم ہو جاتا کہ ان خلفاء نے آپ کے
حالات بطریق احسن لکھے ہیں۔ اسی طرح متاخرین اکابر اس سلسلہ عالیہ کے بعد کے
بزرگوں نے خصوصاً اپنی تالیفات و تصنیفات میں حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند

بخاری کے حالات رقم فرمائے ہیں اور خاص طور پر ہمارے حضرت مجدد اور آپ کے
 پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ کے مکتوبات میں یہ حالات ملتے ہیں مگر ان متقدمین
 کے رسائل اور متاخرین کے مکتوبات میں یہ موتی بکھرے ہوئے اور جدا جدا ہیں۔
 تفصیلی عبارتوں اور طویل تحقیقات کے ذیل میں مندرج ہیں۔ اگر ایک چیز ایک کتاب
 میں ہے تو دوسری چیز دوسری کتاب میں تیسری چیز ایک رسالہ میں ہے تو چوتھی
 چیز ایک اور رسالہ میں۔ ان سب کو اختصار کے ساتھ ایک دو صفحہ میں جمع کر دینا اور
 ان قدیم و جدید جواہر پاروں کو ایک رشتہ میں منسلک کر دینا انتہائی اہم اور ضروری
 کام تھا۔ عجب نہیں کہ اس طرح کر دینے سے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند بخاریؒ
 کے متعلق بعض ناواقفوں کے ذہنوں میں جو شکوک ہیں یا ان کی طبیعت میں جو بوجھ
 ہے وہ دور ہو جائے۔ **اللَّهُ يُحَيِّقُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ** (اللہ ہی حق کو
 حق کر دکھاتا ہے اور صحیح راستہ کی طرف ہدایت فرماتا ہے) پ، ع، ۱۴

واضح ہو عارفوں اور عالموں کا اس پر اتفاق ہے کہ اُمت کے صاحبزادے میں جس کا عمل
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع رہا وہ آپ کے متبعین میں سب سے
 کامل سب سے زیادہ موافقت و بھروسہ والا ہے اور اگر ان ظاہری سنتوں کی اتباع
 کی رعایت کیساتھ ساتھ اُسے مخلوق خدا میں بزرگ ترین ہستی صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی
 امور سے بھی واقف حصہ ملا ہو اور یہ باطنی امور مشاہدات و تجلیات ذاتیہ صفاتیہ سے
 عبارت ہیں تو ایسا شخص آپ کا وارث اکمل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 دین کا جو ورثہ چھوڑا ہے اسے اُس کا عظیم حصہ ملا ہے اور یہ بہت بڑی بات اور
 بہت بلند مقام ہے۔ یہ ایسا گوہر اور ایسا موتی ہے جو چہار دانگ عالم میں ہر
 دور میں انتہائی قیمتی اور بیش بہا گمراہ دانا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:-

نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ

(نور ہی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسی نور کو جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) پ، ع،

اور یہ اس حدیث کا مصداق ہے جس میں فرمایا ہے:-

حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ وَعَائِيَّتَيْنِ (احادیث) (مشکاۃ کتاب العلم - فصل ثالث)
(میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علم سیکھا)

اس آیت کریمہ اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ظاہر و باطن دونوں سے حصہ ملنا ہی جامعیت کی نشانی ہے اور یہی انسان کا کمال ہے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس بیان میں اگر یہ قید نہ لگائی جاتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس کی اتباع کامل ہے اُسے آپ کے باطنی معاملات کا حفظ وافر بھی حاصل ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ حقیقین کا ارشاد ہے کہ معاملات باطنیہ یعنی مشاہدات و تجلیات کا تعلق دارالبحر اس سے ہے کہ بعض کامل متبعین کو عشق و اشتیاق کی زیادتی کے باعث اور فراق کی مدت بڑھ جانے سے غلبہ اضطراب کی بنا پر اسکے ثمرات اس دنیا ہی میں مل جاتے ہیں جبکہ بعض دیگر کاملین کے حق میں ایسا نہیں ہوتا کہ اس دنیا ہی میں ثمرات مل جائیں بلکہ آخرت میں ان کے لئے ذخیرہ کامل ہوتا ہے اور ان کے لئے بہ اکل وجوہ اُس کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ جیسے جیسے قیامت قریب ہوتی جائیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دور سے دور تر ہوتا جائیگا اُسی قدر لوگوں کو اپنے عمل میں عزیمت و سنت کے مقابلہ رخصت و بدعت کی طرف رغبت زیادہ ہوتی جاتے گی۔ عزیمت و سنت کے یہ دو قیمتی موتی کمیاب ہوتے چلے جائیں گے اور اس کے بجائے رخصت و بدعت کے سنگریسے کثیر اور ہر طرف پھیلے ہوتے ہوں گے۔ اس گمراہی اور تاریکی کے دور میں وہ سعادت مند جو سنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں عزیمت پر عمل کرنے والا ہوگا۔ اُس نیک بخت پر فوقیت رکھیگا جو عزیمت پر ایسے زمانہ میں عمل کرے کہ بدعت اُس دور میں اتنی زیادہ عام اور پھیلی ہوئی نہ ہو۔ ایسے دور میں سنت و عزیمت پر عمل کر نیوالے کی مثال ایسی ہے جیسے کہیں میدان کا رزار گرم ہو اور دشمن کو غلبہ ہونے والا ہو کہ ایک بہادر انسان ایک پختہ عزم کے ساتھ اٹھے اور انتہائی بہادری کے ساتھ دشمنوں کو تہ تیغ کرنا شروع کرے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ جائے اور اس طرح وہ سید انبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کی نوید طوبیٰ للغریباء (غربا کو خوشخبری ہو) کا مصداق بن جائے۔

ایسے فساد کے دور میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر نیوالے کا اجر و ثواب تلو شہیدوں کے برابر ہے۔ چنانچہ مجبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ (مشکوٰۃ، کتاب الاعتصام، فصل ۲)
(میری امت کے فساد کے دور میں جو میری سنت پر سختی سے عامل رہا اسکے لئے تلو شہید کا اجر و ثواب ہے)
اور قرآنی آیات اور احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے شہداء کا جو مرتبہ ہے وہ تو معلوم ہی ہے کہ کیا عظیم درجہ ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:-

لَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالًا بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِالْآيَةِ
(جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ
زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق دیتے جا رہے ہیں خوش ہیں) پ، ع
اور حدیث شریف میں ہے:-

الشَّهِيدُ الْمُتَّحِنُ فِي خِيَمَةِ اللَّهِ عِزَّ وَجَلَّ تَحْتَ عَرْشِهِ لَا
يَفْضَلُهُ النَّبِيُّونَ إِلَّا بِدَرَجَةِ النَّبُوَّةِ - الحديث

آزمایا ہوا شہید (اللہ تعالیٰ نے جس کے تقویٰ اور صبر کو آزمایا ہے) اللہ تعالیٰ کے
خیمہ میں اس کے عرش کے نیچے ہوگا۔ انبیاء اس سے فضیلت نہیں رکھتے، مگر
اپنے درجہ نبوت کے باعث۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد فصل سوم)
تو جب ایک شہید کا مرتبہ اتنا ہے تو فساد امت کے وقت جو عامل سنت

کامرتبہ توشہیدوں کے برابر بتایا گیا ہے تو وہ درجہ کتنا عظیم ہوگا۔ نیز
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:
إِنكُم فِى زَمَانٍ مِّنْ تَرَكَ جَنَّتْكَ عَشْرًا مَّا أَمَرَ بِهِ هَلَكَ فُتْرٌ
يَأْتِى زَمَانٌ مِّنْ عَمَلٍ مِنْهُ لِيُغْفِرَ مَا أَمَرَ بِهِ نَجَا -

(مشكاة، کتاب الایمان، باب الاعتصام، ترمذی فی الفتن حدیث ۲۲۶۷)

”تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے کوئی اگر کسی شرعی احکام کا دسواں حصہ بھی
چھوڑ دے تو ہلاک ہو جائے اور ایک زمانہ آئیگا کہ اگر کوئی کسی شرعی احکام کے
دسویں حصہ پر بھی عمل کر لیگا تو نجات پا جائے گا“

پس آج کے فساد کے دور میں وہ شخص کتنا سعادت مند ہے کہ کسی شرعی حکم کے پورے
دس حصے اُسے حاصل ہوں اور وہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا غایت درجہ رکھتا
ہو اور پھر ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی فیوض
سے بھی وافر حصہ ملا ہو۔ ایسے شخص کے مراتب عالیہ و اوصافِ عالیہ کا بھلا کیا کہنا ایسے
کون شمار کر سکتا ہے خصوصاً اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے اپنی پوری
طاقت و قوت کے ساتھ سنت نبوی کو جاری اور عام کیا ہے کہ ساہا سال گزر جانے
کے بعد بھی اُس کا اثر باقی ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ زخرف کی آیت نمبر ۲۸ وَجَعَلَهَا
كَلِمَةً بَاقِيَةً فِى عَقِبِهِ (اور وہ اس کو اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی بات کر
گئے) ان بزرگوں کے حال کی نشاندہی کرتی ہے اور ان بزرگوں کی شان کے عین
مطابق ہے۔ نیز آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِي قَدْ أَمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ
مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَنْقُصَ
مِنَ أُجُورِهِمْ شَيْئًا۔ الحديث (کتاب الایمان۔ باب الاعتصام، الفصل الثانی)

”جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کیا درآئیں لیکہ وہ
میرے بعد ختم ہو چکی تھی۔ قیامت تک جتنے لوگ اُس سنت پر عمل

کریں گے اُس شخص کو اُن سب کے برابر ثواب ملتا رہیگا بغیر اس کے کہ ان سب کے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی ہو۔“
 اس حدیث نبوی سے اُن لیگانہ زمان کے اجر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اُن کے کامل متبعین کے اُجور سے انہیں احقاق پذیر ہوا اور اسی سے اُس حدیث کے معنی بھی سمجھے جاسکتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-
 مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ، لَا يَذُرُّ أَوَّلُهُ خَيْرًا مِّنْ آخِرِهِ۔“

(مشکاۃ، کتاب المناقب باب ثواب هذه الأمة، الفصل الثانی)

”میری اُمت کی مثال بارش جیسی ہے۔ نہیں معلوم اُس کا اول بہتر ہے یا اُس کا آخر“

جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ جو اُمت کا خلاصہ اور اللہ پاک جل شانہ کے مقرب بندے ہیں معاملہ و سلوک کے اعتبار سے تین قسم کے ہیں:-
اولیاء اللہ کی قسمیں | اولیاء اللہ کی پہلی قسم وہ اولیاء ہیں جن کا معاملہ از ابتدا تا انتہا عزیمت اور کمال اتباع سنت پر ہوتا ہے اور یہ حضرات بدعت تو کجا رخصت پر عمل کرنے سے بھی کامل اجتناب کرتے ہیں اور اس طرح کے اولیاء کم ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی دوسری قسم وہ اولیاء ہیں جو ابتداءً رخصت پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن آخر میں بالکل عزمیت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور تیسری قسم وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے معاملات از ابتدا تا انتہا تجویزات و رخصت کی ملاوٹ سے خالی نہیں ہوتے۔

رہے وہ لوگ جنہوں نے فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد شروع سے آخر تک اپنا معاملہ رخصت ہی پر رکھا اور عزیمت سے دُور جا پڑے اگرچہ اولیاء کرامؑ سے کچھ حصہ انہیں بھی مل جائے۔ تاہم حضراتِ عارفین و متہکمین انہیں کامیاب نہیں شمار کرتے بلکہ رخصت پر ہمیشہ عمل کرنے والے کو بدعت کے اختلاط کے باعث تہی دامن سمجھتے ہیں اور صاحبِ عارف کے کلام سے کچھ ایسا مفہوم ہوتا

ہے کہ اولیاء اللہ مختلف طرح سے نوازے جاتے ہیں۔ بعض کا میں اولیاء کو اعلیٰ مرتبہ سے نوازا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے طبقہ کے مقابلہ میں ان کا عمل اتنا زیادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے اولیاء کا معاملہ انکے برعکس ہوتا ہے اور اس کا راز پہلے مختصر بیان کیا جا چکا ہے۔ بعض اولیاء ایسے ہیں جنہیں عمل کثیر بخشتے ہیں اور احوال بھی عطا فرماتے ہیں لیکن خوارقِ عادت اور کرامتوں کا ظہور ان سے کم ہی ہوتا ہے بعض اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ انہیں ایسے خارقِ عادت کے ظہور کی قدرت دی جاتی ہے جس کا تعلق کونیات سے ہے اور غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں لیکن ان سب کے باوجود کمزوروں، گنہگاروں کو بذریعہ ہدایت کامل و مکمل کر دینے کی قوت تصرف انہیں کم درجہ میں دی جاتی ہے۔ بعض اولیاء اللہ اسکے برعکس ہیں۔ یعنی انہیں کرامتیں کم دی جاتی ہیں اور غیب کی خبریں بھی اتنی نہیں دی جاتیں مگر کثیر مخلوق ان سے فیضیاب ہو کر کامل و مکمل ہو جاتی ہے اور بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جو ان دونوں صفتوں کے جامع ہوتے ہیں اور یہ دونوں ہی چیزیں انہیں عطاء کی جاتی ہیں۔

جب یہ تمہید تم نے سُن لی اور یہ باتیں جو گراں قدر موتی کی مانند ہیں تمہارے کانوں میں پڑ گئیں۔ اب حضرت خواجہ بزرگوار حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کی مدحت و منقبت کے بارے میں کچھ سنو۔ باوجود قرب قیامت کے حضرت خواجہ بزرگؒ نے ازابتدا اتنا انتہا اپنے عمل کی بنیاد عزیمت و اتباعِ سنتِ نبویؐ پر رکھی تھی۔ خواجہ بہاں حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی قدس سرہ کی روحانیت نے ابتداً سلوک و ہدایتِ جذبہ ہی میں آپ کو بتا کید اس کا حکم فرمایا تھا کہ ہر حال میں سنت و عزیمت کی مضبوط رستی کو پکڑے رہیں اور بدعت و رخصت سے کلیتہً دور رہیں اور دیندار علماء سے احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار برابر دریافت کرتے رہا کریں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگؒ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کچھ تو اسی اشارہ کے باعث اور کچھ ایسے ہی دوسرے

اشارات غیبی والہامات لایسی کی بنا پر اپنی آخر زندگی تک اس طریقہ پر کار بند رہے۔
آپ روزانہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے باریک باریک نکتوں اور تمام کاموں
میں عزیمت و ادائی و بہتر کو ملحوظ رکھتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے
دریافت کیا کہ آپ کو کس چیز سے شناخت کریں اور کیسے پہچانیں۔ آپ نے ارشاد
فرمایا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی سے۔ ایک دوسرے
موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا:-

طریقت ماعرودہ وثقی است ۱۱

(ہمارا طریقہ عرودہ وثقی ہے یعنی مضبوط رستی) سنت نبوی کی متابعت کی کوشش اور
حضرات صحابہؓ کے آثار کی اقتداء و پیروی۔ جو کوئی اس سے روگردانی کر لگا اس
کے دین کو خطرہ ہے۔

حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند بخاریؒ نے عزیمت پر سختی سے عمل کرنے کے
باعث باوجود کثرت جذبات کے نہ کبھی ابتداء میں نہ درمیان میں اور نہ کبھی آخر
میں وجد و رقص و سماع کی طرف توجہ فرمائی۔ وجد و رقص و سماع گو سالکان بے قرار
کیلئے ناگزیر ہیں تاہم یہ امور رخصت ہیں، عزیمت نہیں۔ اسی طرح ذکرِ جہر کی
طرف بھی کبھی آپ کا میلان نہ ہوا کہ وہ بھی تجویز میں داخل ہے اور اسی طرح نہ شطیات
کا آپ سے ظہور ہوا کہ وہ بھی عزیمت کے خلاف ہے حالانکہ متقدمین مشائخ قدس
اللہ ائسرا رحمہم ابتداء اور درمیان میں، ان میں سے ہر چیز کی طرف یا بعض چیزوں کی طرف
متوجہ رہے ہیں مثلاً حضرت شیخ المشائخ محققین کے سلطان، عارفین کے مجتہد اور
علماء کے سردار حضرت جنید بغدادیؒ جو حضرات صوفیہ کے رؤسا میں سے ہیں۔
اور سنت نبوی کی اتباع میں کامل ہیں، ابتداء اور درمیان میں رقص و سماع کی طرف
مائل رہے ہیں اور آپ نے آخر میں انہیں ترک فرمایا اور ترک کی وجہ اہل رقص و سماع
کا فقدان فرمایا ہے۔ نیز کبھی کبھی آپ کی زبان سے شطح کا بھی ظہور ہوا ہے مثلاً
آپ کا قول:- ۱۔ لیس فی جبتی سوی اللہ

۲۔ الشجر یحکی عن اللہ۔ جب سماع کے وقت آپ کو آواز آئی

۳۔ اَلَاَنَّ كَمَا كَانَ۔ — اور یہ اس حدیث کو سننے کے وقت جس میں

فرمایا۔ كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ (اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کچھ نہ تھا)

۴۔ ”اگر اوسبحانہ فردا مرا گوید مرا بویں نہ بینم گویم چشم در دوستی غیر بود“

۵۔ ”بیداری مامعالت است در راہ حق و خواب مافعل حقت بر ما بس آنچہ

بے اختیار ما بود از حق بما بہتر بود کہ اختیار ما بود“

۶۔ کَلَامُ الْأَنْبِيَاءِ مُخْبِرٌ عَنِ الْخَصُوصِ وَكَلَامُ الْأَوَّلِيَّاءِ يُنْبِئُ عَنِ الْمَشَاهِدَةِ۔

۷۔ هُوَ الْعَارِفُ هُوَ الْمَعْرُوفُ۔

۸۔ الْحَادِثُ إِذَا اقْتَرَنَ بِالْقَدِيمِ يَصِيرُ قَدِيمًا۔

۹۔ اگر نہ آں بود کہ حق تعالیٰ فرمودہ است کہ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّجِيمِ۔ گویند من ہرگز استعانت نخواہم

حضرت جنید بغدادیؒ کے یہ تمام کلمات ظاہر ہے کہ شطح سے خالی نہیں ہیں۔

اسی طرح اولیاء متقدمین کے سردار غوث الانامی حضرت خواجہ ابویزید البظامی

قدس سرہ السامی جو عارفوں کے سلطان ہیں اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اس تمام

بزرگی کے باوجود جن کے متعلق فرماتے ہیں۔

”بایزید در میاں ماچوں جبریل است در میاں ملائکہ“

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ان بزرگوار یعنی حضرت بایزیدؒ کے متعلق یہ بھی

ارشاد فرمایا۔

”نہایت مہذبہ جملہ رندگان در توحید دو اندیدایت میدان بایزید بود“

اور شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”ہشردہ ہزار عالم از بایزید پُر می بینم و بایزید در میاں نہ“

بزرگوار عالی (حضرت بایزید البظامیؒ) بھی اپنے سلوک کے ابتدائی و درمیانی دور

میں ذکر جہر سے خالی نہ تھے۔ نہ از ابتداء تا انتہا شطح و کلمات سُکریہ سے باہر۔

آپ کا قول ہے۔

۱۔ یَوَاقُفُ اَرْفَعُ مِنْ یَوَاعِ مُحَمَّدٍ

۲۔ مُبْجَانِیُّ مَا اَعْظَمَ شَانِیُّ

کچھ لوگوں نے آپ سے عرش و کرسی، لوح و قلم، جبریل و میکائیل، ابراہیم و موسیٰ، عیسیٰ و محمد صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا:-

۳۔ ”عرش منم، فرش منم، جبریل و میکائیل منم، ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ منم محمد منم“

۴۔ ”خدائے راہندگان اند کہ اگر بہشت باہمہ زینت با ایشان بخشد

ایشان از بہشت ہماں فرماید کنند کہ دوزخیان از دوزخ“

۵۔ ”در ولایتی باشید در وی امر معروف و نہی منکر نباشد کہ ایں ہمہ

در ولایت خلقت و در حضرت وحدت ایں و آن نیست“

۶۔ من در مقامات انبیاء سیر می کردم و در صفات ایشان رسیدم

مقام بارگاہ محمدی خواستم کہ در صفات او صلی اللہ علیہ وسلم سیر

بکنم دست رو بر پیشانی من زدند و میان خود و آن مقام دریائے

دیدم آتشیں۔“

حضرت بایزید بسطامیؒ سے ایسے ہی کلمات سُکریہ کا ظہور کثرت سے ہوا ہے۔

ابتدا میں بھی، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ جو متقدمین مشائخ قدس

اللاسرتہم میں سب سے زیادہ کامل اور عظیم ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کے افعال و

اقوال حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہا الدین نقشبندی بخاریؒ کے حالات و مرتبہ پر دو

عادل گواہ ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے نہ ابتدائی دور میں نہ درمیانی زمانہ میں اور

نہ آخر عمر میں کبھی رخصت پر عمل کیا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان ہوا۔ اور جیسا

عنقریب آپ کے حالات مختصر بیان ہونگے وہاں آئیگا اور یہ اس کے باوجود کہ

ان دو بزرگوں کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے زیادہ قریب تھا اور

حضرت خواجہ بزرگؒ کا زمانہ نسبتاً زیادہ دور۔ اگر حضرت خواجہ بزرگؒ کا عمل از ابتدا تا انتہا اُن دو بزرگوں کی مانند بھی ہوتا تب بھی حضرت خواجہ بزرگؒ کو ان دو حضرات پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہوتی کہ آپ اُن کے مقابلہ میں زیادہ فساد کے دور میں تھے۔ چنانچہ بادشاہوں میں سے کسی نے ایک مجتہد کے سامنے امرِ سابق میں سے ایک عظیم شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میری خواہش ہے میں پسندیدہ اور اچھی صفات میں اُس جیسی زندگی گزاروں۔ اُس مجتہد نے کہا اگر تو اس زمانہ میں وہ کچھ کرے جو وہ اپنے اُس گزشتہ دور میں کیا کرتا تھا تو تو اُس سے بہتر ہو گا اور وہ اس لئے کہ آج کے فساد کے دور میں اُنہی نیکیوں پر عمل کرنے کیلئے کہیں زیادہ ہمت و جرأت درکار ہے۔ حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ نے اسی زمانہ فسادِ امت میں اپنی قوتِ تصرف سے اپنے اس خوبصورت طریقہ (طریقہ عالیہ نقشبندیہ) کی ترویج فرمائی اور طالبانِ طریقت کے قلوب پر ان قیمتی بلند مرتبہ امور کے دروازے کھول دیئے چنانچہ جب کچھ لوگوں نے عارف و عالم صمدی مولانا جلال الدین خالہ دی قدس سرہ سے پوچھا کہ حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ کے طریقہ کو متاخرین مشائخ سے کیا مناسبت ہے تو حضرت نے باوجودیکہ آپ کے ہم عصر تھے۔ اور کثیر العلم و کثیر المعرفت تھے فرمایا۔

”سخن از متقدمان گوید۔ دو سئ سال زیادہ است تا این نوع ظهور آثار ولایت کہ بر خدمت خواجہ بہا الدین شدہ است بر یکس از متاخرین نشدہ۔ گویند ہم منتظر احوال و اقوال و اردات و احوال منتظر خواجہ بہا الدین ہست“ انتہی

”تم متاخرین کی بات کرتے ہو۔ خود متقدمین میں بھی دو سو سال سے آج تک ایسے آثار ولایت کا ظہور نہیں ہوا جیسا کہ حضرت خواجہ بہا الدینؒ پر ہوا ہے اور متاخرین میں کسی پر ایسے آثار ولایت ظاہر نہیں ہوئے مشائخ کا کہنا ہے کہ جن احوال و اقوال و اردات کے سب منتظر تھے وہ آپ ہی کے احوال و اقوال

تھے اور آپ ہی کا سب کو انتظار تھا“

تو اس تحقیق کی رُو سے حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ کی جہان
دونوں بزرگوں پر ایک فضیلت ثابت ہو گئی جو دونوں حضرات صوفیہ کے امام ہیں۔
ان میں ایک غلباتِ سُکر و جذبات میں امامِ کل اور دوسرے معرفت و محمود
اتباعِ سنت میں سب کے پیشوا تو دوسرے بزرگوں پر آپ کی فضیلت
بطریقِ اولیٰ ثابت ہو گئی چنانچہ قطب المتاخرین رضی اللہ عنہ والدین حضرت خواجہ
محمد باقی باللہ طاب ثراہ نے حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ کی مدحت میں
جو کچھ فرمایا وہ اس کا ثبوت ہے۔ آپ نے فرمایا ہے

ابو الوقت دُو عالم قطب ارشاد بہا الدین کہ دین شد از وی آباد
ز سنت در جنید افگندہ آشوب بہ جذبہ بایزیدیش آستانِ رُوب
کہ آپ دُو عالم کے ابو الوقت تھے۔ زمانہ کے تابع نہ تھے بلکہ زمانہ ان کے تابع تھا
اور آپ قطب ارشاد تھے یعنی راہِ سلوک کے قطب۔ آپ کا اسم گرامی بہا الدین
تھا کہ دین آپ سے آباد ہوا۔ اتباعِ سنت میں آپ جنید بغدادیؒ تھے اور جذبہ
میں بایزید بسطامیؒ، بلکہ اس سے عجب تر کہ حضرت خواجہ بزرگ نے جذباتِ
طیفوریہ کو کچھ زیادتی کے ساتھ حضرت جنید بغدادیؒ کے سلوک کے ساتھ جمع کچھ زیادتی
جمع فرمایا کہ آپ کے سلوک کا صحو اُن کے سلوک کے سُکر و شطح و غلباتِ جذبات
پر غالب آگیا۔ شیخ الاسلام انصاری قدس سرہ نے حضرت جنید بغدادیؒ کے
حق میں اسی طرف اشارہ فرمایا کہ اُنکی فکر کو مضبوط علمی بہار سے کی ضرورت تھی۔
اور یہ جو ہم نے کہا کہ جذباتِ طیفوریہ کچھ زیادتی کے ساتھ اس کی پوری تشریح
وہ ہے جو ہمارے شیخ بزرگوار (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے
حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ کی مدحت کے سلسلے میں بیان
فرمائی کہ حضرت خواجہ بزرگ کو جذبہ بطریقِ کمال حضرت بایزیدؒ سے وراثت میں ملا اور
صحو حضرت جنیدؒ کی نسبت سے پہنچا۔ مختصر یہ کہ ہر واسطہ سے اُس نسبت کو

ایک نئی ذہنیت اور نیا حسن ملا اور حضرت خواجہ بزرگ کے حصّہ میں آیا۔ اس نسبت کی برکت اپنی جگہ۔ پھر حضرت خواجہ بزرگ کی عالی استعداد کیمطابق آپ کا اپنا خاص جذبہ تھا۔ ان کثیر جذبات کے غلبہ سے جس کا آپ کے حق میں ظہور ہوا۔

حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد حکیم ترمذی قدس سرہ جنکو اللہ پاک نے علم لدنی دیا تھا آپ نے حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ کے ظہور سے چار سو سال پیشتر بطریق خبر غیبی آپ کے ظہور کی بشارت دیتے ہوئے اس طرح فرمایا تھا۔

”بعد از چہار صد سال مجذوبے در بن را تو لکند

کہ چہار دانگ ولایت را ازو نصیبے باشد!“

(چار سو سال بعد بخارا میں ایک مجذوب پیدا ہوگا کہ چہار دانگ عالم کی ولایت میں اُس کی ولایت کا حصّہ ہوگا)۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا:۔

”اں مجذوب مائیم“

”وہ مجذوب ہم ہیں“

چنانچہ آپ کو وفور جذبات کے باوجود کثرت تمکین نصیب ہوئی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک میں آپ نے یہ تمکین پائی اور آپ کے کمال اتباع نبوی کے باعث یہی تمکین آپ کی کمال شناخت بن گئی۔

حضرت خواجہ بزرگؒ ان تمام غلبات و جذبات و فنا و استہلاک کے باوجود سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی باریک باریک سنتوں پر عمل کے بارے میں حد درجہ کوشش فرماتے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ سنتوں میں سے کوئی سنت بھی آپ سے ترک نہ ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا:۔

”ہر سنت کہ از علماء دیندار شنیدیم ہمہ ممکن بجب آوردیم

مگر یک سنت ماند۔ زود بیائید تا آن را نیز بعمل آریم“

(علماء دیندار سے جب بھی ہم نے کسی سنت کے بارے میں سنا جہاں تک ممکن ہوا

اُسے بجالائے مگر ایک سنت رہ گئی ہے۔ اُسے بھی جلد بجالائیں گے“
 اور وہ یہ کہ روایت ہے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے کہا کہ تنور
 میں ہر شخص ایک ایک روٹی لگائے اور خود بھی آپ نے تنور میں روٹی لگائی۔ حضرت
 صحابہؓ کی روٹیاں پک گئیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی نہ پکی اور اُسی طرح کچّا
 اُٹا رہا کہ آگ کی مجال نہ ہوئی کہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے مس کر لیا ہو
 اُسے جلانے اور پکاتے۔ حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ نے بھی ایک روز
 اپنے اصحاب کے ساتھ اس سنت پر عمل کرنے کیلئے ایسا ہی کیا اور یہاں بھی وہی ہوا
 کہ جو روٹیاں حضرت کے اصحاب نے تنور میں لگائی تھیں پک گئیں لیکن حضرت
 کی روٹی نہ پکی۔

حضرت خواجہ ہاشم کشمیریؒ (مؤلف کتاب) فرماتے ہیں اس عاجز کے نزدیک
 روٹی نہ پکنے کی ایک دوسری وجہ بھی تھی اور وہ یہ کہ آگ کا کام جلانا ہے اور خرقِ عادت
 کے طور پر روٹی کا نہ پکنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ ایسے ہی اولیاء اللہ کا معاملہ
 ہے جو آپ کے نائب اور تابع ہیں جیسا خصوصاً حضرت خواجہ بہا الدین کے ساتھ
 ہوا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی مزید تائید و تاکید ہے اور اُسی کا ثبوت۔
 تو جب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خواجہ بہا الدینؒ
 قدس سرہ سے بھی اسی خرقِ عادت کا ظہور ہوا تو بات وہیں لوٹ آئی جو حضرت خواجہ
 باقی باللہؒ نے حضرت خواجہؒ کے متعلق فرمایا تھا۔ ع
 ”سکہ کہ در شرب و بطحا زدند“

جس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے اور اس جسے حضرت خواجہ بزرگؒ کی اُن عالی قدر بزرگوں
 پر برتری بھی مفہوم ہوتی ہے۔ رحمہم اللہ
 کوئی یہ نہ کہے کہ از ابتداء تا انتہا آپ کا معاملہ اور آپ کا کمال جذبات کو باریک
 باریک باتوں میں بھی اتباعِ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس آخر

(لے انیس لطابین ص ۱۶۔ حضرات القدس ص ۱۷۵-۱۷۶)

زمانہ میں جمع کر دینا خود اس بات کو مقتضی ہے۔ اس کے باوجود تم تنہا اتنی دیری کے ساتھ حضرت خواجہ بزرگؒ کی فضیلت کی بات کیسے کر سکتے ہو۔ میں کہوں گا اگرچہ تحقیق کے ساتھ اُس کا اُدھر ذکر ہو چکا ہے لیکن میں اس کی تائید مزید خود حضرت خواجہ بزرگوار کے ارشاد سے کروں گا۔ حضرت نے خود فرمایا:-

”حرام باد صحبتہائے حق سبحانہ بر بہاء الدین کہ اگر اَوَّل بہاء الدین آخر ابو یزید نباشد“
 (”بہاء الدین پر حق سبحانہ و تعالیٰ کی صحبت حرام ہو اگر بہاء الدین کا اَوَّل بایزید کا آخر نہ ہو“)
 عارف جامیؒ نے آپ کی منقبت میں اسی لئے فرمایا ہے

اَوَّلُ اَوْ اٰخِرُ ہر منستہی

ز اٰخِرُ اَوْ دَسْتِ تَمَنَّا ہتی

”کہ ہر منستہی کا آخر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کا اَوَّل ہے اور حضرت خواجہؒ کے آخر کی تمنا کرنے والا ہتی دست ہے۔“ غالی ہاتھ جسے کچھ نہ ملا ہو یعنی جب اُنکا اَوَّل ہی دوسروں کا آخر ہے تو بھلا اُن کے آخر تک کس کی رسائی ہے) اور جو دُوبیت پہلے ذکر ہوئے وہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ اُن دُوبیت کا مُؤید ہونا بے شائبہ مصادرت بالمطلوب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اب مدعا و مطلوب میرا جواب بن گیا ہے۔ بس یہ اس کی دلیل ہے جو ہمارے شیخ بزرگوار قدس سرہ نے بتقریب نگارش فرمایا کہ عارف کا معاملہ سے کام ہے کہ شہود و مشاہدہ و تجلی و ظہور بھی اس پر بار نہیں کہ اس میں اس کی سچائی ہے اور یہیں سے حضرت خواجہ بزرگؒ کے کلام کی حقیقت بھی ہو یا فظا ہر ہو جاتی ہے۔ جب اپنے فرمایا:-

”ہرچہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شدہ ہمہ غیر است بہ حقیقت کلمۃ لانی بایہ کرد“
 (”جو کچھ کہ دیکھا اور سنا اور جانا سب غیر ہے کہ کلمۃ لا کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے“)
 حضرت خواجہؒ کے اس کلام سے آپ کے اُس ارشاد کا مطلب بھی سمجھنا چاہیے جہاں آپ نے فرمایا حرام باد صحبتہائے حق سبحانہ کہ ”بہاء الدین بر حق سبحانہ و تعالیٰ کی صحبت حرام ہو اگر بہاء الدین کا اَوَّل بایزید کا آخر نہ ہو“ کہ حضرت بایزیدؒ مقام شہود

و مشاہدہ میں پھڑپھڑے ہوئے تھے اور ”مُحَاجَّاتِی مَا اعْظَمَ شَانِی“ کی تنگ راہ سے انہوں نے قدم باہر نہ نکالا تھا۔ پس جب حضرت بایزیدؒ کا آخر حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ کا اول تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص احوال سے آپ کو خاصہ جو حصہ ملا وہ زیادہ کامل تھا اور اواخر زمانہ میں آپ نے اُس بلند مرتبہ کو کامل اتباعِ سنتِ نبویؐ سے متعلق کر دیا تھا تو کیا عجب ہے اگر کسی عارف و عالم نے آپ کے حق میں فرمایا ع
 ”نوبتِ ثانی بہجتِ رازِ دند“

اس حقیر بے مقدار کے دل میں گزشتہ ارشاداتِ عالیہ کے علاوہ بھی پیر بزرگوار حضرت مجدد قُدْسُ اللہ سِرُّہُ الْاَقْدَسُ کا ایک ارشاد آیا ہے جو دو جہاتِ مذکورہ کا مؤید بھی ہے اور ایک مستقل دلیل بھی۔ اور وہ یہ ہے آپ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ نبوتِ قربِ الہی سے عبارت ہے جس میں ظلیت کا کوئی شائبہ نہیں اُس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف ہے اور نزول مخلوق کی طرف اور وہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بِالْاِصْنَاتِ مخصوص ہے اور بطور تبعیت و دراشت اُس کا حصہ کامل متبعین کیلئے بھی ہے رضی اللہ عنہم۔ کمالاتِ نبوت کی طرف دو راستے جاتے ہیں ایک راستہ وہ ہے جو مقامِ ولایت کے کمالاتِ مفصلہ کو طے کرنے کا راستہ ہے اور وہ مرتبہ ولایت کے مناسب تجلیاتِ ظلیہ اور معارفِ سُکریہ کے حصول سے مربوط ہے۔ ان کمالات کو طے کرنے اور ان تجلیات کو حاصل کرنے کے بعد کمالاتِ نبوت کے اقتباس کی طرف قدم بڑھتا ہے اور اس مقام میں اصل کیساتھ وصول ہے۔ اور ظلیت کی طرف التفات گناہ ہے اور دوسرا راستہ وہ ہے جس میں حصول کمالاتِ ولایت کے دوران کمالاتِ نبوت کا وصول میسر ہو جاتا ہے اور دوسرا راستہ ایسی شاہراہ ہے جو پہونچانے والا اور وصول کے زیادہ قریب ہے اور جو کوئی اقتباسِ نبوت کے کمالات کو پہونچا اِلَّا مَا شَاءَ اللہ وہ اسی راہ سے پہونچا۔ انبیاءِ کرام اور ان کے اصحابِ عظام سے۔ اور پہلا راستہ دور و دراز کا ہے جس میں وصول مشکل ہے اور جس کا

حصول دشوار اور دوسرا راستہ زیادہ قریب کا ہے۔ زیادہ واضح۔ زیادہ موافق اور زیادہ بھروسہ کا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت اس راہ سے پہنچی ہے۔ اس دوران امتوں میں سے کم بطریقہ تبعیت و وراثت اس راہ سے اس دولت تک پہنچے ہیں۔ جانتا چاہیئے کہ دوسرے راستہ سے حصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے کمالات مفصلہ کا حصول نہیں ہوتا تاہم ولایت کی روح اور اس کا عطر بطریق احسن میسر ہو جاتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ کمالات ولایت سے بعض اہل ولایت کے حصہ میں صرف پوست آتی ہے (یعنی کھال اور محض ظاہر) جبکہ اس واصل کی مغز (روح و باطن) تک رسائی ہے۔ جن بعض ارباب ولایت کو علم کا کچھ حصہ سکریہ و ظہورات ظلیہ کا حصول ہو جاتا ہے۔ وہ مرتبہ میں اس واصل سے کم ہیں بلکہ اس واصل کو تو ایسے علوم و ظہورات سے ننگ و ناموس ہے (یعنی یہ اس کیلئے باعث عار ہیں)۔ وہ ایسے مقام پر ہے کہ ان چیزوں کو گناہ اور بے ادبی سمجھتا ہے۔

کمالات نبوت کا حصول محض عطیہ الہی اور صرف حق تعالیٰ کا کرم ہے۔ کسب و عمل کو اس دولت کے حصول میں کوئی دخل نہیں ہے بخلاف کمالات ولایت کہ اس کے مبادی و مقدمات کسی ہیں اور ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک حضرت مجددؑ کے ارشاد کا خلاصہ نقل کیا گیا۔
تو حضرت مجددؑ کی اس تحقیق کی رُو سے ممکن ہے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند بخاریؒ کو اس دوسری راہ سے یہ کمالات ملے ہوں۔ اسی کی وضاحت غالباً حضرت خواجہ بزرگؒ نے اس طرح فرمائی:-

”ما فضلیانیم کہ مارا از راہ فضل در آوردند

اول تا آخر ہمیں فضل حق مشاہدہ کردیم“

”ہم فضلی ہیں کہ ہمیں راہ فضل سے لائے ہیں۔ اول سے آخر تک ہم نے حق تعالیٰ کے اسی فضل کا مشاہدہ کیا ہے“۔ نیز ایک روز حضرت خواجہ بزرگؒ نے خواجہ علاء الدین

قدس سرور سے فرمایا کہ ولایت سے آگے گزر جاؤ (از ولایت در گزر) اور حضرت کے مقامات میں مرقوم ہے کہ آپ ولایت سے آگے گزر گئے تھے۔
مخفی نہ رہے کہ بزرگوں نے ولایت کی تین قسمیں بتائی ہیں:-

- ۱۔ ولایت صغریٰ
 - ۲۔ ولایت کبریٰ
 - ۳۔ ولایت علیا
- ان تین اقسام کی ولایات کو طے کرنے کے بعد نبوت کے کمالات خاصہ کے اقتباس کا مرتبہ ہے اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ نے خواجہ علاء الدین سے جو ارشاد فرمایا تھا "از ولایت در گزر" (ولایت سے گزر جاؤ) وہ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس تحقیق سابق سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جب ابتدائی سے حضرت خواجہ بزرگؒ اس مرتبہ اقتباس کمالات خاصہ نبوت کی طرف گامزن ہیں کہ جہاں ولایت ختم ہو جاتی ہے تو آپ کے اُس عظیم الشان ارشاد کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں آپ نے فرمایا:-

”د اول بہاء الدین آخر البو یزید“

”بہاء الدین کا اول بایزید کا آخر ہے“

تو جب بات اس طرح ہے تو سمجھ لو کہ گزشتہ اشعار میں ”سکہ کہ در یثرب و بطحاز دند“ سکہ شیرینی کا جو لفظ آیا ہے اُس سے مراد مرتبہ نبوت ہے جس کا خصوصی حصہ علیٰ طریق الاختصاص حضرت خواجہ بزرگؒ کو پہونچا۔ یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ گزشتہ اشعار میں جہاں کہا گیا ع

جز دل بے نقش و نشہ نقشبند

اس میں لفظ ”بے نقش“ میں بھی اشارہ ہے اُس مرتبہ کی طرف جو شانہ غیب سے مترا ہے اور بہ صفت بزرگی مستثنیٰ فہم من فہم (سمجھا جس نے سمجھا) اور قطب الاولیاء حضرت خواجہ محمد حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا:-

”چہار دانگ ولایت راز و نصیب باشد“

(کہ چار دانگ عالم کی ولایت میں اُن کا حصہ ہوگا) اسی طرف اشارہ ہے۔ یعنی

ولایت کے ان تین مراتب کا حصول مع اُس مرتبہ اقتباس کے جو کسی ولی کو حاصل ہے اُس ولایت میں داخل ہوگا اور یہ فرمایا کہ چار دانگ عالم کی ولایت میں اُن کا حصہ ہوگا یہ نہیں فرمایا کہ اُن کو چار دانگ عالم کی ولایت سے حصہ ہوگا (اور انہ چار دانگ ولایت نصیب است) اس میں اشارہ ہے اس مرتبہ میں حضرت خواجہ بزرگ کی غالبیت و عظمت کی طرف اُن چار مقامات میں آپ کے قدرت و تصرف کی طرف، ظہورِ جمال کی طرف، اُس مرتبہ کے کمال کی طرف آپ کی بلند قابلیت کی طرف بلکہ میں تو تنزل اختیار کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ اس کے معنی بالعکس ہیں چنانچہ حضراتِ علمائے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بارے میں جہاں ارشادِ نبوی ہے:-

ذَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ

”قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو“ فرمایا کہ اسکے معنی بالعکس ہیں یعنی

ذَيِّنُوا أَصْوَاتَكُمْ بِالْقُرْآنِ

”اپنی آوازوں کو قرآن سے زینت دو“ یعنی قرآن پاک پڑھو گے تو تمہاری آوازیں میں حسن پیدا ہوگا۔

حضرت مولانا جامیؒ کے مذکورہ دو بیت کی صداقت کے بارے میں ایک دوسری طرح بھی تشریح کی جاسکتی ہے کہ اولیاء اللہ میں سے ہر ولی ولایت و استعداد کے اعتبار سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نہ کسی کے زیرِ قدم ہوتا ہے یعنی ولی کا مبداء تعین وہی اسم ہوتا ہے جو اُس نبی کا مبداء تعین ہے لیکن حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے مبداء تعین وہ اسماء ہیں اور حضراتِ اولیاء جو اُن کے زیرِ قدم ہیں اُن کے مبداء تعین اُن اسماء کے جزئیات ہیں اور وہ حدیث صحیحہ اس کی موید ہے جو میں سو رجال الغیب کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ ان میں سے بعض قلبِ ابراہیم پر ہیں اور

بعض قلب موسیٰ پر یہ

بائیں ہمہ جو حصہ ایک ولی کو ازراہ ولایت اُس استعداد کے باعث ملتا ہے جو اُس ولی کو اُس نبی کے ساتھ ہے وہ اُس حصہ کے علاوہ ہے جو کسی ولی کو ازراہ اقتباس و اطاعت نصیب ہوتا ہے کہ یہ نور علی نور ہے اور سورج و چاند کا ملنا ہے تو جب بات اس طرح ہے تو کیوں نہیں ہو سکتا کہ کا ملین اولیائیں سے ہر ایک من حیث الولايت (ولایت کے اعتبار سے) دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں تو انہوں نے اپنی استعداد و قابلیت کی مطابقت اُسی نبی سے دائرہ اقتباس ولایت طے کیا ہو اور ہمارے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند بخاری من حیث الولايت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہوں اور اپنی قابلیت کے باعث انہوں نے اقتباس ولایت محمدیہ کو علی وجہ الکمال طے کیا ہو۔ میں نے علی وجہ الکمال اس لئے کہا کہ ممکن ہے دوسرے اولیاء سالکان غیر محمدی المشرب ہوں لیکن اُس کمال کو نہ پہنچے ہوں۔ کَمَا لَا يَخْفُ

جب یہ بات واضح ہو گئی تو کیوں نہیں ہو سکتا کہ اس بیت میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہو۔

از خط آں کہ نشد بہرہ مند جزدل بے نقش شہ نقشبند
حضرت خواجہ اور آپ کے خلفائے نے اپنے رسائل میں نقل کیا ہے کہ سلطان العارفين حضرت بایزید قدس سرہ نے اپنی خواہش کا اس طرح اظہار کیا:-
”خواتم کہ بہ بارگاہ محمدی درایم۔ دست رو بر پیشانی من زدند“ الی آخرہ
”کہ میری خواہش ہے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اور وہ اپنی

لہ حدیث مذکور کی تحقیق و تشریح کے لئے دیکھو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا رسالہ الخیر الدال
جو الحاوی للفتاویٰ کی دوسری جلد میں موجود ہے نیز نوادر الاصول للحکیم الترمذی
الاصل الحادی والخمسون۔ علاوہ ازیں اردو میں اس موضوع پر مولانا عبدالعزیز لاہوری
مرحوم کا ایک مستقل رسالہ طبع ہو چکا ہے۔ (اشرف)

ہم قیامی از راہ شفقت میری پیشانی پر رکھیں۔“ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اس کے خلاف فرمایا:-

”چوں من بدل بارگاہ رسیدم سیر نیاز بر آستان نہادم مرا بہ برکت نیاز و انکسار کرم نمود و بار و آوند“
(میں جب اُس بارگاہ میں پہنچوں تو سیر نیاز اُس بارگاہ پر رکھ دوں کہ اس نیاز و انکسار کی برکت سے مجھ پر کرم ہو اور شرف باریابی نصیب ہو) اس میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس بارگاہ سے مراد بارگاہ ولایت محمدی ہو علیٰ صا جہا الصلوٰۃ والسلام۔ نیز اس میں اُس مرتبہ مخصوصہ شریفیہ کی طرف اشارہ ہو جس کے متعلق حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ابتداء حال میں مجھ سے ارشاد ہوا کہ اس راہ کے بارے میں تمہارا کیا کہنا ہے۔ میں نے عرض کیا:-

”بایں شرط کہ ہر چہ گویم و خواہم ہماں شود“
(کہ اس شرط پر کہ میں جو کہوں اور چاہوں وہی ہو جائے) اس پر آپ کو خطاب ہوا ”ہر چہ ما میگویم و می خواہیم ہماں شود“ (ہم جو کہیں گے اور چاہیں گے وہ ہوگا) میں نے کہا من طاقت آں ندارم“ (میں اس کی طاقت نہیں رکھتا)۔ چنانچہ چند روز بعد خطاب ہوا:-

ہر چہ گوئی گو ہمچنان باشد

(جو کچھ تم کہتے ہو کہو وہی ہوگا)

اس میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کی مراد بیت و محبوبیت کی طرف اشارہ ہے جو ولایت محمدی کی خصوصیات میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب حق اور اُس کے حبیب مطلق تھے۔

حضرت مولانا جلال الدین خاں نے جو فرمایا وہ بھی اس کا مؤید ہے۔ فرمایا ”ہم منتظر احوال و اقوال و واردات اند۔ و واردات و احوال منتظر خواجہ بہار الدین است“ (سب بزرگان دین تو احوال و اقوال و واردات کے منتظر رہتے ہیں اور واردات و

اقوال حضرت خواجہ بہا الدین کے منتظر اور حضرت خواجہ باقی باللہ ارشاد فرماتے ہیں۔
 ہر کہ در صد فرسنگ قبر منور ایشاں آسودہ باشد اورا خواجہ باذن اللہ سبحانہ و تعالیٰ شفاعت
 کنند کمینہ محبت ایشاں را در یک فرسخ او مرتبہ شفاعت دادند۔

(مجھے حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ نے جو کچھ عطا فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت
 خواجہؒ کی قبر منور کے ستو فرسخ کے اندر اندر ہوگا حضرت خواجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی
 اجازت سے اُس کیلئے شفاعت کریں گے اور میں عاجز کہ اُن کا محبت ہوں ایک فرسخ
 کے اندر اندر ہوگا باذن اللہ اُس کی شفاعت کروں گا۔ اور ایک فرسنگ تین شرعی
 میل کے برابر ہے) اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ شفاعت کرنا حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اور حضرت خواجہ بزرگوارؒ کے حق میں دیگر
 تمام اولیاء کے مقابلہ میں یہ تقدیم و تعظیم سیدائش و جاں صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ
 کی نسبت و زیادتِ قرب کی نشاندہی کرتی ہے۔ نیز حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ
 علیہ نے فرمایا:-

”آئینہ ہما از مشائخ را دو جہت است و آئینہ مراکشش جہت“
 (جملہ مشائخ طریقت کے آئینہ کی دو جہت ہیں اور میرے آئینہ کی چھ جہت) ہمارے
 حضرت قدس سرہ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) فرماتے ہیں کہ اس پوری مدت کے
 دوران حضرت خواجہ بزرگوارؒ کے اس ارشاد کی کسی نے تشریح نہ کی۔ اس معنی کی حقیقت
 اس فقیر پر اس طرح واضح ہوئی کہ آئینہ سے حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ کی مراد
 دل ہے جو روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے اور دو جہت سے مراد نفس اور روح
 ہیں پس مشائخ جب مقامِ قلب کے وصول میں ہوں تو یہ دو جہت اُن پر منکشف
 ہوتی ہیں اور وہ اس مقام کے بلند درجہ پر جو مناسب قلب ہے فائز ہوتے ہیں۔
 ہمارے حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند بخاریؒ ان مشائخ کے برخلاف ایسے مقام پر
 ممتاز ہیں کہ دوسروں کی انتہا اُن کی ابتداء میں مندرج ہے اور آپ کے قلب مبارک
 کی چھ جہت ہیں کلیتہً افرادِ انسان میں مثلاً جو لطائف بستہ ثابت ہیں نفس و قلب و

روح و سر و خنی و اخنی حضرت خواجہ بزرگ کے قلب مبارک میں یہ تنہا مستحق ہیں تو حضرت کے قول میں شش جہت سے یہ چھ لطیفے مراد ہیں اور آپ کی اور بطریق وراثت آپ کے متبعین کی ان لطائف میں سیرا بطن بطون یعنی انتہائی باطن تک پہنچتی ہے۔ اور ان چھ لطائف کے علوم و معارف اُن پر منکشف ہوتے ہیں۔ یہاں ہمارے شیخ (حضرت مجددؒ) کا ارشاد ختم ہوا۔ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند بخاریؒ کا یہ ارشاد اور حضرت مجددؒ کی اس ارشاد کی یہ تشریح اس طرف اشارہ ہے کہ مرتبہ قلب میں حضرت خواجہ بزرگؒ کی یہ نسبت جامعیت نسبت نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات سے ہے جو آپ کو بسبب مناسبت بطور ورثہ ملی ہے۔ بقول اُن بزرگوار کے۔

نوبت ثانی بہ بخارا زدند

(دوسری نوبت بخارا میں بھی) اور اس سکہ شربی کے خط سے شاہ نقشبندؒ کا دل بے نقشبہرہ و رہوا۔ اس میں رمز یہ انداز میں انتہائی لطافت کیساتھ حضرت خواجہ کی بزرگی کی طرف اشارہ ہے۔

گذشتہ امتوں میں ہر صدی کے سرے پر ایک رسول آیا کرتا اور اولوالعزم پیغمبر کے دین کی تجدید کا کام کرتا تھا۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل ہیں اور تجدید دین کا یہ کام علماء ربانی کے سپرد ہے جو آپ کے نائب ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں حدیث وارد ہے کہ ان علماء الہیہ میں سے ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوگا جو ان علماء امت میں ایک عالم نائب رسول اولوالعزم ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید کائنات ہیں اور حضرت وہاب بن منبہؒ اور دیگر متعدد علماء کی روایت کی رو سے روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے جانے کے تقریباً چھ تو سال بعد دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ آپ کے نائب اولوالعزم آپ کے بعد تشریف لائے۔ جو مدت پہلی ہے وہی تقریباً دوسری۔ حضرت

لہ البداؤد، کتاب الملام

خواجہ نقشبند بخاریؒ نے ۹۱۰ھ میں وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر شریف بہتر سال تھی۔
آپ کا انتقال بھی شب دوشنبہ ماہ ربیع الاول ہی میں ہوا۔

یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا جامیؒ نے کس مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ جب حضرت خواجہ کی ولادت و وفات کو اپنی زبانِ قلم سے اس رباعی میں جمع کر دیا جس سے سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے امتثال کے باعث حضرت خواجہ کا بلند مرتبہ معلوم ہوتا ہے اور آپ کے فیضِ ملہم سے وہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔
وہ رباعی یہ ہے۔

اُوہ سگی جذبِ شہِ مطہی

جملہ ادب و خلق ز خلقش طہی

چوں سال و لادش ز آدابِ ز جذب

تاریخ و صالحِ طلب از خلقِ نبی!

”حضرت خواجہؒ کلمتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذب تھے۔ آپ کے جملہ ادب و اخلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی اخلاق کا پرتو تھے۔ اگر تمہیں آپ کا سال ولادت معلوم کرنا ہو تو وہ بھی آپ کے آداب و جذب سے معلوم کرو اور اگر تاریخ وصال کا پتہ کرنا ہو تو وہ بھی خلقِ نبی سے پتہ کرو“

جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا حضرت خواجہؒ کو تصرفاتِ کونیہ و تصرفاتِ باطنیہ و دنوں کی جامعیت سے فیض نصیب ہوا۔ اولیاء اللہ کو مختلف طرح فیض نصیب ہوتا ہے۔ بعض کو عزیمت پر کثیر عمل نصیب ہوتا ہے لیکن اتنا زیادہ بلند مرتبہ نہیں ملتا۔ بعض کو دونوں چیزیں ملتی ہیں عزیمت پر عمل کثیر بھی اور علوم مرتبت بھی لیکن تصرفات و خوارقِ عادات و کرامات کم ملتی ہیں۔ بعض کو معاملات کا تصرف ملتا ہے۔ لیکن معاملاتِ باطنیہ کے وہ تصرفات کہ طالبانِ سلوک کو کمال تک پہنچا دیں انہیں کم ملتے ہیں اور بعض کو اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر ایک منصف ان چیزوں پر نظر رکھے تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ حضرت خواجہؒ بزرگ بروجہ اتم ان تمام کے جامع تھے کمالاً

یخنی (جو پوشیدہ نہیں ہے) آپ کے مرتبہ کے بارے میں یہ چیز عجیب تھی اور اس معاملہ میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ کو کبار مشائخ متقدمین میں سے کسی کی عظمت کے احوال سنائے تھے کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کو بھی یہ بلند مرتبہ حاصل ہوتا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اسی لمحہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے اپنا پاؤں حضرت خواجہ علاء الدینؒ کے پیر کی لپٹ پر رکھ دیا۔ اسی وقت حضرت خواجہ علاء الدینؒ کو وہ تمام برکات حاصل ہو گئیں جو اُن بزرگ کو اتنے زیادہ سالوں کی ریاضتوں کے بعد حاصل ہوئی تھیں۔

نیز حضرت خواجہ علاء الدینؒ فرماتے ہیں کہ معاملاتِ عظیمہ کے حصولِ محبت کی زیادتی اور حضرت خواجہ بزرگؒ سے اپنے رابطہ کے بعد ایک دن حضرت خواجہؒ نے مجھ سے فرمایا:-

”تو مارا دوست میداری۔ یا ماترا معروض داشتم کہ من الیٰشاں را دوست میدارم“
 ”تو مجھے دوست رکھتا ہے یا میں تجھ سے کہوں کہ میں اُنہیں دوست رکھتا ہوں“
 اور پھر حضرت خواجہؒ نے اُسی لمحہ تصرف فرمایا کہ میں نے اپنے دل و جان کو حضرت خواجہؒ کی محبت سے خالی پایا یعنی حضرت خواجہؒ کی وہ محبت میرے دل سے اچانک غائب ہو گئی۔ ناچار میں حضرت خواجہؒ کے پیروں پر گر گیا اور معذرت کی یہاں تک کہ آپ نے پھر وہ محبت دوبارہ عنایت فرمادی کہ ہمیشہ آپ کی محبت یقینی صمیمی و جدیدی میں شریار رہا۔

اگرچہ حضرت خواجہ علاء الدینؒ آپ کے تربیت یافتہ تھے اور اُن کے چاند نے آپ کے آفتاب سے کسب نور کیا تھا۔ آپ کا بھی عظیم درجہ تھا۔ فرماتے ہیں:-
 ”بہ عنایت حق سبحانہ و تعالیٰ و نظر عنایت خواجہ بزرگ قدس سرہ اگر اختیار کنم ہمہ عالم مقصود حقیقی واصل شوند“

”حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کی نظرِ کرم

سے اگر چاہوں تو سارا عالم مقصودِ حقیقی پالے اور واصل ہو جاتے) اور آپ نے ایک بیت بھی ارشاد فرمایا ہے

گر نشکستے دلِ دربانِ راز

قفلِ جہاں را ہمہ بکشودے

”اگر دلِ دربانِ راز فاش نہ کر دیتا تو میں تمام دنیا کے قفل کھول ڈالتا۔“ خواجہ بزرگ کے تصرف کو اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔

حضرت خواجہ محمد پار سار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُس عنایت کی توجہ خاص کی بنا پر فرمایا کہ ”ہر چہ گوید ہمہ شود“ (آپ جو کہتے وہ ہوتا) کہ جب آپ کی توجہ شریف دوسرے کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا تو پھر خود آپ کا کیا مرتبہ ہوگا۔

حضرت خواجہ بزرگ کے مقامات میں مذکور ہے کہ آپ اپنے حاضر و غائب موجود و غیر موجود مریدوں کی جزئیات و کلیات کو اُن سے بہتر جانتے تھے۔ چنانچہ ایک بار دور و دراز کے سفر کے بعد آپ کے ایک مخلص جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

”احوالیکہ دریں مدت بر تو گذشتہ است تو میگوئی یا ما میگویم

”جو حالات اس مدت میں تم پر گزرے میں بتاؤں یا تم بتاؤ گے“ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ خود بیان فرمانا شروع کر دیتے اور ارشاد فرماتے :-

”روئے زمین در نظر ما چوں روئے ناخن است“

”روئے زمین ہماری نظر میں روئے ناخن کی طرح ہے“

پس باوجود باطنی احوال ظاہری متابعت، علو مرتبت، تصرفات کو نیز تصرفات ارشاد و کشفات عالیہ کے ظہور اور انکسار و دیدِ قصور احوال آپ پر کچھ اس درجہ غالب تھے کہ بیان سے باہر ہے۔

سید کائنات علیہ فضل الصلوٰۃ والتسلیمات ایسے مرتبہ پر فائز تھے کہ تمام عالم اور جمیع مخلوقات کو وجود آپ کے وجود کے طفیل ملا کہ آپ باعثِ تخلیق کائنات ہیں

اور محبوبیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز۔ حضرت خواجہ بزرگ آپسے غایت قوت مناسبت اور مرتبہ محبوبیت کی بنا پر فرماتے ہیں:-

يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَوْ يَخْلُقُ مُحَمَّدًا ۱

(اے کاش محمد کا رب محمد کو نہ پیدا کرتا) اور غایت خضوع و انکساری کی بنا پر اس حدیث کو بھی آپ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے:-

اِنَّهُ لَيُغَاثُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاَتٰى لَّا سْتَغْفِرُ اللّٰهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ۲

(میرے دل پر کبھی بادل چھا جاتے ہیں اور میں ہر روز مشرباً اللہ سے استغفار کرتا ہوں) اور ابتدائیں تو حضرت خواجہ کے مزاج میں اتنا خشوع اور اتنی خاکساری تھی کہ قوت بشری سے بھی بعید ہے۔ یہاں تک کہ زخمی خارش زدہ کتے کو بھی اگر آپ دیکھ لیتے تو جبکہ دوسرے لوگ تو اُس کے پاس جانا بھی پسند نہ کرتے آپ اپنے دست مبارک سے اُسے دھوتے اور اس پر مرہم رکھتے۔ نیز خود کا انتہائی کم درجہ کی مخلوقات اور معمولی جانوروں سے موازنہ کیا کرتے اور خود کو سب سے کمتر جانا کرتے تھے۔ آخری عمر میں انتہائی انکساری کی بنا پر آپ فرمایا کرتے:-

”بائیں ہمہ خرابی و افلاسی و بیجاصلی و عاجزی کہ من دارم لیاقت ندارم کہ کے سلام مرا جواب گوید و حق تعالیٰ مراد در میان خلق رسوا کرده است مردم را بمن مشغول گردانیده“

”میری اس تمام خرابی، افلاس، تہی دامن اور عاجزی و مسکینی کے باعث مجھ میں اتنی بھی لیاقت نہیں کہ کوئی میرے سلام کا جواب دے۔ حق تعالیٰ نے مجھے مخلوق

۱۔ خواجہ نقشبند بخاری رحمہ اللہ کا نام نامی محمد تھا۔ اس عبارت میں خواجہ صاحب نے اپنی ذات ہی مراد لی ہے، معاذ اللہ یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں کہہ رہے۔ (اشرف)
۲۔ مسلم، کتاب الزکریٰ، باب (۲۷۰۲) ابوداؤد، کتاب الصلاة باب فی الاستغفار (۱۵۱۵) حدیث مذکور میں آخری لفظ مائتہ مرقعہ ہے مشکاة میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ (اشرف)

میں رسوا کیا ہے کہ لوگوں کو میرے ساتھ مشغول کر دیا ہے کہ مخلوق کا میری طرف یہ رجوع ہے۔“

اسی فروتنی و انکساری کے باعث جب ایک شخص نے آپ سے کرامات کا مطالبہ کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:۔

”کدام کراماتِ ما برابر آنست کہ بایں ہمہ

بارگناہ بہ زمین می رویم فرو نمی شویم“

”ہماری کوئی کرامت اس کے برابر ہے کہ گناہوں کے اس تمام بوجھ کے باوجود ہم زمین پر چل رہے ہیں اور دھنس نہیں جاتے۔“ ایک موقع پر ارشاد فرمایا:۔
”نفی وجود نزد ما قرب طرق است و ایں جسز بترک کار و بار و دید قصور اعمال میسر نشود“

”ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب سے زیادہ قریب کا راستہ ہے اور یہ ترک کار و بار اور انکسار کے بغیر میسر نہیں۔“ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:۔

”در عبادت طلب وجود است در عبودیت تلف وجود ما ہستی ما با ماست هیچ عمل نتیجہ نہ دہد“
عبادت میں وجود کی طلب ہے اور عبودیت میں وجود کا مٹنا اور ختم ہو جانا جب تک ہماری ہستی ہمارے ساتھ ہے (یعنی اُس کا احساس ہم میں موجود ہے) اُس وقت تک کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔ اُس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔) ازراہ بردباری و محنت اور استقامت احوال کیلئے آپ نے فرمایا:۔

”در ویش در مقام بارکشی باید کہ چوں دل باشد کہ ہر چند طباطبائی خود صدائے مخالف از ظاہر نشود“
(در ویش کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مقام بارکشی میں جانے۔ بوجھ کھینچنے والے چھکڑے کی طرح کہ جب ڈھول بجے یہ کتنے ہی طمانچے کھائے مگر کوئی مخالفانہ آواز اُس کے ظاہر نہ ہو)
آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اتباع کے باعث باوصف اسکے کہ آخر زمانے

لے اپنے اعمال میں دیدِ قصور کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو نظر آئے کہ میرا کوئی عمل حکمِ خداوندی اور شانِ الہی کے مطابق نہیں۔ یعنی اپنے ہر نیک عمل میں اسے قصور اور عیب نظر آئے، واللہ اعلم بالصواب

کے تعلق سے بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ کا ظاہری فقر بھی آپ کے باطنی فقر کی طرح
کامل تھا۔ وہ جو کہا گیا اِذَا تَوَلَّى الْفَقْرُ فَلَمَّا وَلَّى اللّٰهُ (جب فقر مکمل ہو جائے تو وہ اللہ
ہے یعنی ظاہر و باطن کا فقر سب اللہ کی رضا کیلئے) آپ پر پوری طرح صادق آتا
تھا۔ چنانچہ سالہا سال آپ نے بوسیدہ عمامہ اور پرانی پوشیمین میں گزارے ہیں۔
اور کئی شب و روز ایک پرانا کپڑا آپ کا لباس رہا۔ سخت سردی کے موسم میں بھی
گھاس آپکے تکیہ کی جگہ ہوتی اور پرانا بوریا اور پانی کا لٹا۔

اس تمام فقر کے باوجود خلقِ نبوی کا شیوہ اپناتے ہوئے مہانوں اور
درویشوں پر خرچ کرنے میں بڑی سعی فرماتے تھے اور خود بنفس نفیس مہمان اور
اُس کی سواری کی خدمت کرتے۔ اپنی روزی کے حصول کیلئے قلیلِ زراعت کرتے
اور خود زمین کاشت کرتے۔ مزاج کی اس تمام لطافت کے باوجود سورج چمک رہا
ہوتا اور آپ زراعت میں سعیِ بلیغ فرما رہے ہوتے اور اپنے ظاہری و باطنی احوال کے
چھپانے میں پوری کوشش فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک عالم کئی سال آپ کے ساتھ ایک
گھر میں رہے لیکن آپ کے احوال اور کمال پر مطلع نہ ہو پائے۔

اس سلسلہِ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ایک مخلص بزرگ سے کسی نے دریافت
کیا کہ حضرت خواجہ بزرگوارؒ سے پہلے گزشتہ ادوار میں بڑے بڑے بزرگ ہوتے مگر یہ
شہرت جو حضرت خواجہؒ کو دو سو سال میں ملی کہ مادرِ راہِ نہر کے تمام تشنہ لب آپ
کی رحمتِ خاص کی نہر سے سیراب، ترکستانیوں کے دل آپ کے جذبہِ اخلاص سے
ترکناز، کاشغور و خطا والوں کی مشامِ جان آپ کی نافہ نسبتِ روح سے معطر، ختن دالے
آپ کے آفتابِ ہدایت سے منور، ساکنانِ عراق کی عروقِ جان (رگیں) آپکے اخلاص
کی جبلِ متین (مضبوط رتی) سے مضبوط و متیقن، شام والوں کے دل آپ کی چودھویں
رات کی روشنی سے روشن، مصر کی برکات کی مٹھاس سے شیریں کام، اہلِ روم اُرفع
بحکمِ آیتِ کریمہ اِذَا غَلَبَتِ الشُّرُومُ آپکے مغلوبِ محبت، سیستان و بلستان میں آپ کی
شہرت و ناموری ایسی گویا نصفِ الہیہ کا سورج، کابل و تھیر آپکے رخسارِ مبارک سے

رشک کے باعث ارغوانی وزیر عفران زار، اہل مملکت ہندوستان، مانند طوطی شیریں مقال
آپ جیسے تاج الرجال کی مدحت میں نغمہ سنج قدس اللہ سرہ الاقدس تو اس سوال کے
جواب میں مخلص بزرگ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ صاحب برکات نے اپنی
تمام زندگی اپنے احوال فضل و کرامات کو مخلوق خدا سے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے میں پوری
پوری کوشش فرمائی تو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُس کی مکافات میں آپ کو چاند سورج
کی طرح ظاہر فرمایا اور دنیا والوں کے کانوں میں آپ کی شہرت ڈال دی۔

ایک دوسرے شخص نے اس فقیر راقم (خواجہ ہاشم کشمیری) سے پوچھا کہ اللہ پاک کی
صفت کاملہ میں سے ایک صفت کلام بھی ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ متکلم ہے اور
خس و سکوت اُس کی صفت نہیں پس جو بزرگ اخلاق الہیہ سے متخلق ہوں انہیں
چاہیے کہ سکوت کے مقابلہ میں کلام کرنے کو پسند کریں حالانکہ حضرت خواجہ بزرگ کا
طریقہ سکوت و خاموشی ہے۔ اس عاجز نے حضرت خواجہ کی توجہ و امداد سے جواب
دیا کہ وہ کلام الہی جسے تم نے کلام سمجھا ہے وہ حرف و آواز والا کلام نہیں بلکہ اُس سے
وراء الوراہ ہے اور کلام بشر سے مختلف۔ حضرت خواجہ اور آپ کے متبعین نے اسی لئے
ایسے کلام کو چھوڑا ہے جو کلام بشر کی طرح حرف و آواز والا ہو اور ایسے کلام کو اختیار
کیا ہے جو کلام بیچون الہی کی طرح ہے۔ اس طرح آپ ایسے کلام کے تخلق کے باعث
متخلق باخلاق الہیہ ہیں۔ تو حضرت خواجہ تو درحقیقت اصل کی طرف گئے ہیں مختصر
یہ کہ حضرت خواجہ کی فضیلت و بزرگی تحریر و بیان سے باہر ہے۔ قیامت تک
آپ کی ولایت کی نشانیاں، آپ کے تصرفات و معونات و امداد ان پر بھی جو دور
میں اور ان پر بھی جو قریب ہیں ظاہر و آشکارا ہے۔ آپ کی روحانیت کے تصرفات
آپ کے بعد بھی ظاہر ہوئے ہیں جو مختلف رسائل میں بیان ہوئے ہیں بعض بزرگوں
نے وہ خود دیکھے اور بعض نے دوسرے صادق القول حضرات سے سنے۔ اگر ہم
انہیں بیان کرنا شروع کریں تو دفتر کے دفتر مرتب ہو جائیں۔

میں صرف ایک قصہ اور ایک کرامت کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس فقیر کے

ایک مخلص بخاری بزرگ نے بیان فرمایا کہ وہ حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً (اللہ ان دونوں کے شرف و عزت کو زیادہ کرے) سے واپس ہو رہے تھے کہ ضرورت وقت کے پیش نظر انہوں نے ساتھیوں سے ایک خاص کشتی میں بیٹھنے کیلئے کہا۔ ساتھیوں نے جو تعداد میں تقریباً پچاس تھے شروع میں انکار کیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو وہ سب ناچار اس کشتی میں بیٹھ گئے۔ حالت سفری میں تھے، دریائے شور میں پہنچا تھا کہ اچانک زبردست ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں بادل کی گرج اور پھر طوفان باد و باران اور بجلی کی زبردست کڑک، شدید تاریکی، کشتی والوں کی جان پر بن گئی اور انہوں نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ مجبوراً میرے کہنے سے وہ کشتی میں بیٹھے تھے۔ میں بھی زندگی سے مایوس کہ اچانک مجھے خیال آیا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ تو ہندو اور فرنگیوں کی پکار پر بھی ان کی مدد فرماتے ہیں مگر کیا ہم ان سے بھی کمتر ہیں اور اس غوث الاولیاء کے ساتھ ہمارا اخلاص ان غیر مسلموں سے بھی کم ہے کہ وہ ہماری دستگیری نہ فرمائیں گے، اور اسی طرح غرق ہونے دیں گے میں نے یہ کہا اور اسی جوش میں میں نے آپ کے مزار فائض الانوار کا تصور کیا۔ اور میں اسی تصور میں گم ہو گیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ نورانی شکل پانی کی سطح پر نمودار ایک کشتی میں بیٹھے عجلت کے ساتھ ہماری طرف تشریف لائے ہیں۔ مجھے غیب سے القا ہوا کہ یہ خواجہ بہار الدین نقشبند بخاری ہیں اور تمہاری مدد کو تشریف لاتے ہیں۔ جب آپ نزدیک ہوئے تو میری جانب تبسم فرمایا۔ میں نے شکوہ کیا کہ آپ تو دشمنوں کی بھی مشکل آسان فرماتے ہیں۔ میری اس مشکل میں مدد فرمائیں۔ حضرت نے پھر تبسم فرمایا اور شفقت فرمائی کہ غافل جمع رکھو۔ ہم اسی مقصد سے آئے ہیں۔ مجھ پر عجیب جوش اور سکر کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ نہ وہ بارش، نہ وہ کڑک، نہ بجلی، نہ وہ طوفان، نہ وہ تاریکی۔ میں چلایا۔ ساتھیو خوشخبری ہو کہ حضرت خواجہؒ مدد کو آ پہنچے ہیں اور ہم سب غرق و ہلاکت سے بچ گئے ہیں۔ خوش ہو جاؤ، شکر بجالاؤ اور جان و دل حضرت کی نذر کرو وہ سب بے اختیار رو پڑے شکر بجالائے اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی جو منتیں مانی تھیں

ساحل پر آکر وہ پوری کیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ نِعَمَائِهِ وَسُطُوٰا وَلِيَّائِهِ

خدا کی نعمتوں کا شکر اس کے اولیاء کے توسط سے

ایک اور بزرگ جو آپ کے ساتھ رابطہ طریق رکھتے تھے اپنا ایک کشف اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب نماز تہجد کے بعد میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ اولین و آخرین ایک میدان میں جمع ہیں۔ دھوپ کی تیزی کا یہ عالم کہ بیان سے باہر اور دور ایک بارگاہ ہے عظیم اور عجیب۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ بارگاہ شفاعت محمدی ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اسی دوران ایک عجیب ساز لزلہ اور زبردست شور اٹھا کہ لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کیا چیز ہے۔ لوگ کہنے لگے یہ دوزخ ہے۔ اسے زنجیروں میں جکڑ کر لایا گیا ہے اور میدان حشر کے کناروں سے اسے گزار رہے ہیں۔ اسی دوران میں نے دیکھا حکم ہوا تمام کافروں کو دوزخ میں ڈال دو اور حساب کتاب کیلئے ایک گروہ پر نظر رکھو چنانچہ انتہائی ذلت کے ساتھ کفار کو جہنم کی طرف گھسیٹا گیا۔ اسی دوران ایک شخص کو گھسیٹ کر لیجا رہے تھے اور وہ گڑ گڑا رہا تھا۔ ہر ایک نے اپنے نیک اعمال کا جائزہ لیا مگر ان سے کچھ فائدہ نہ ہو سکا کہ ناگاہ اُس نے کہا۔ میں نے ایک بار پانچ فلس (پیسے) نذر خواجہ بہار الدین نقشبند کیئے تھے کہ وہ خدا کے کامل دوستوں میں سے ہیں۔ چنانچہ فرمان صادر ہوا کہ اس پر نگاہ رکھو پھر مجھے معلوم نہیں اُس کے ساتھ کیا معاملہ گزرا۔ ہاں میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اے کاش ہم دنیا میں حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند بخاریؒ کے سلسلے سے منسلک ہوتے۔ شاعر نے خوب کہا ہے

بس کنم خود زیر کا نرا ایں بس است بانگ و و کردم اگر در دہ کس است
میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں خود کو ان کے زیر فرمان کر دوں، اگر دس
میں سے کوئی ایک ہے تو میں اسی کا نعرہ ماروں۔ اور فرمایا ہے

در نیابد حال بخت پیچ خام پس سخن کوتاہ باید و السلام
”کامیابین کے مرتبہ کو نا تجربہ کار و نا پختہ کیا سمجھے۔ پس گفتگو مختصر کر کے والسلام کہنا ہی بہتر ہے۔“
اس مختصر بیان کے بعد میری خواہش تھی کہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی کچھ خصوصیات

عرض کرتا جو آج ارباب ارشاد و عرفان کے طرق کا نمک خوان ہے لیکن تیس طریقت حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ کی رفعت و لطافت کے شرح احوال و حسن اطوار کے بیان کے بعد جب میں نے بزرگوں کے رسائل کا اس سلسلہ میں مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ انہوں نے بروجہ اتم اس کی تشریح کر دی ہے۔ خصوصاً اس سلسلہ عالیہ کے متاخرین بزرگوں کی کتابوں میں حضرت پیر بزرگوار (مجدد الف ثانیؒ) کے مکتوبات جو روحانی فتوحات میں معاون ہیں، میں نے اس میں اس سلسلہ کی خصوصیات کے بیان کو انتہائی خوبصورت پایا۔ خصوصاً مکتوب نمبر ۲۲ دفتر اول اور مکتوب نمبر ۲۹ دفتر اول جو متبرک اور منور ہے۔ نیز اس کے بعد حضرت مجددؒ کے بعض رسائل میں دیکھا کہ مکاشفات میں آپ پر ظاہر ہوا کہ حضرت مہدی موعود آخر الزمان علیہ الرحمۃ والرضوان اس سلسلہ عالیہ کی تکمیل کرنے والے ہوں گے۔ چنانچہ اس پر میں نے اکتفا کیا کہ اس کلام بشارت انتظام میں اس سلسلہ عالیہ کی تعریف کا ایک دفتر چھپا ہوا ہے۔

اللَّهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى طَرِيقِهِمْ
اے اللہ ہمیں ان کے طریقہ پر

وَادِّقْنَا مِنْ بَرَكَتِهِمْ
ثابت قدم رکھ۔ انکی برکت سے حصہ

أَحْسِرْنَا فِي ذَمِّهِمْ
عطا فرما اور ان کیساتھ ہمارا حشر فرما۔

جب حضرت خواجہ بزرگ بہاء الحق والدین قدس سرہ سے لیکر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک اس سلسلہ کے بعض مشائخ کا پہلے ذکر ہوا اور انخالیہ کہ یہاں ضروری الاظہار تھا تو اب لازم ہے کہ ایک مختصر قطعہ کے ذریعہ حضرت پیر بزرگوار (مجدد الف ثانیؒ) سے تا حضرت خواجہ عالی مقدار (خواجہ باقی باللہؒ) اور حضرت سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم تک بہ ترتیب ان مشائخ کبار کے نام بیان کروں تاکہ معلوم ہو اور کسی قدر کافی ہو۔ نظم

نام پاک نقشبندی بے زوال
شیخ احمد مجمع البحرين عالم حال مقال

۱۔ اصل فارسی نسخہ میں یہاں مکتوب یکصد و بست و یکم لکھا ہے جو کاتب کی غلطی ہے۔
صحیح لفظ ہے دو صد و بست و یکم۔ (سید محبوب حسن واسطی)

شیخ ایساں خواجہ باقی بحق پیر ایساں خواجگی امکنہ بدر الکمال

د میرے پیر شیخ احمد (مجدد الف ثانی) ہیں جو عالم حال و قال اور دوسمندیوں کو ملانے والے ہیں اور ان کے شیخ حضرت خواجہ محمد باقی ہیں جو فانی اور حق کیساتھ باقی ہیں اور ان کے شیخ خواجہ امکنہ ہیں جو بدر الکمال ہیں۔ عظمت و کمال میں ان کا نام ایسا روشن جیسے چودہویں رات کا چاند

مُرشد اُو والد اُو خواجہ درویش ولی قد وہ مولانا محمد زاہد اُو پیر وصال پیر اُو خواجہ عبید اللہ سر احرار دیں شیخ ایساں شیخ یعقوب آل مہر چرخ کمال ان کے مُرشد و والد حضرت خواجہ درویش محمد ہیں جو خدا کے دوست ہیں اور ان کے رہبر و رہنما حضرت مولانا محمد زاہد ہیں جو آپ کے پیر بھی ہیں اور ماموں بھی۔ ان کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ہیں جو دین کی اہم ہستیوں کے سردار ہیں اور ان کے مُرشد حضرت شیخ یعقوب چرخ ہیں جو آسمان کمال کے مہتاباں ہیں۔

پیر اُو سلطان بہا الحق والدین نقشبند خواجہ نو سید ایں مے از خُمانہ میر کلال پیر اُو خواجہ علی رامیتنی دریاے حال عاقبت محمود شد از خواجہ محمود ایں عزیز آنکہ از وی کشتہ فغنو چشمہ آب زلال

ان کے پیر و مُرشد حضرت سلطان بہا الحق والدین نقشبند ہیں اور حضرت خواجہ نے یہ شراب عشق حضرت سید شمس الدین امیر کلال کے خم خانہ میں نوش فرمائی (فارسی نسخہ کے حاشیہ پر ہے) پیر سید خواجہ بابا محمد نام بود کہ حضرت امیر کلال کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ محمد بابا سماسی تھے اور ان کے پیر حضرت خواجہ علی رامیتنی تھے جو جذب و حال کا سمندر تھے۔ حضرت خواجہ محمود اخیر فغنوی سے بیعت ہو کر خواجہ رامیتنی کی عاقبت محمود اور اخیر ہوئی اس لیے کہ اسی سے بخارا کے قریب شہر فغنہ کے صاف و شیریں پانی کے چشمہ کی بنیاد پڑی یعنی حضرت کی خالقاہ اور آپ کا حلقہ ذکر

مُرشد اُو خواجہ عارف لعل کان ریوگر خواجہ عبد الخالق عجد وانی آن تاج الرجال بود شاہ عجد وانی از شاہ دنیا خوبر قطب عالم خواجہ یوسف مصہ کمال

اُن کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ تھے جو قصبہ ریوگر کی کان سے نکلے ہوئے یا قوت کی طرح تھے۔ انہیں یہ بادشاہت حضرت خواجہ عبد الخالق عجدوانیؒ سے ملی تھی جو اہل اللہ کے سرکاتاج تھے اور دنیا کے بادشاہوں سے کہیں خوبتر۔ اُن کے مُرشد حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ تھے۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی حسین و مصیر فریقہ کے حاکم تھے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ محمد المشرّب حسین و مصر کمال کے یوسف۔

مُرشد اُو شیخ سرمد بوعلی فارمدیؒ رہبر اُو خرقانی بو اکسن بکر النوال
پیر اُو سلطان معنی بایزید و شیخ اُو جعفر صادق کہ مدحش زبانہا کشتہ لال
اُن کے مُرشد شب و روز عبادت کرنے والے حضرت شیخ ابوعلی فارمدیؒ تھے اور اُن کے رہبر حضرت شیخ ابو اکسن خرقانیؒ بخشش و عطا کے سمندر۔ اُن کے پیر سلطان معنی حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ اور اُن کے شیخ حضرت امام جعفر صادقؑ جن کی تعریف میں زبانیں کشتہ لال ہیں۔

یافت جعفر نسبت حیدر زوالد اوزاب والد اوزاب یعنی کہ شیر ذوالجلال
لیکن اندر نسبت صدیق ہم اوصاق است قاسم بن محمد ابو بکر اونیض نوال
(حضرت امام جعفر صادقؑ نے نسبت حیدر اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر بن امام زین العابدینؑ سے حاصل کی جو اپنے والد کے ہم صفت تھے یعنی بہادر جیسے شیر ذوالجلال) حیدر بمعنی شیر۔ لیکن جیسا اُن کا نام جعفر صادقؑ وہ نسبت صدیق میں بھی صادق تھے یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر کے فیض یافتہ تھے۔

پیر قاسم فارس میدان میں مسلمان فارس باوجود صحبت از صدیق ہم دارد کمال
مُرشد صدیق و حیدر کیست خیر الانبیاء مصطفیٰ صدمت حق بروی باد ابرآل
(اور حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ کے پیر حضرت سلمان فارسیؓ جو دین کے میدان کے سپاہی اور گھوڑ سوار (فارس بمعنی گھوڑے کا سوار) جنہیں اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا بھی شرف حاصل تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بھی انہوں نے

کسب کمال کیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت علی حیدر کرازؓ کے پیر مرشد خیر الانبیاؑ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اللہ پاک کی بہت سی رحمتیں اُن پر اور اُن کی آل پر ہوں۔) بھلا کہاں مسکین ہاشم (خواجہ ہاشم کشتی مؤلف کتاب) اور کہاں یہ علم عرفان کے بادشاہ۔ بے زوال آفتاب کا نور تا ہم عرض ہے کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کے متعدد خلفاء ہوئے چنانچہ صاحب رشتات نے اُن میں سے بیس بزرگوں کے مختصر حالات بیان کیے ہیں لیکن یہ سلسلہ عالیہ جن بزرگوں سے پھیلا وہ تین ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ ۲۔ حضرت خواجہ محمد پارسیاؒ ۳۔ حضرت مولانا یعقوب چرخؒ قطب الاخیار حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے بعد آپ کے خلیفہ ارشاد ہوئے۔ آپ سے کثیر برکات کا ظہور ہوا جو آپ کے خلفاء اور خلفائے خلفاء میں قائم رہا۔ ان میں سے اکثر بزرگوں کے حالات رشتات میں بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب رشتات کی تالیف کے بعد بھی کچھ شاخیں حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے چلیں جن کا ذکر انشاء اللہ اس کتاب میں آئے گا۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی دوسری شاخ قدوة الاولیاء حضرت خواجہ محمد پارسیا قدس سرہ سے ایک درجہ میں پھیلی اس لئے کہ اُن کے فرزند حضرت خواجہ ابوالنصر پارسیا اور دود دیگر اصحاب کے علاوہ جن کا ذکر رشتات میں ہے یہ آگے نہ بڑھی اور بعض اکابر نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ حضرت خواجہ پارسیا قطب افراد تھے اور استہلاک شہادت ذاتیہ کی بنا پر اُن کی توجہ دعوت و ارشاد کی طرف نہ تھی جیسا کہ قطب افراد کے متعلق حضرات صوفیہ کی کتابوں میں ہے۔ اگر حضرت خواجہ محمد پارسیا ان کلمات اور اسی جامعیت کے ساتھ دعوت و ارشاد کی طرف بھی توجہ فرماتے تو ایک عالم اُن سے بہرہ مند ہوتا جیسا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے اُن کی منقبت میں فرمایا:-

”وے را بہ ہر دو صفت جذبہ و سلوک تربیت کردہ ام اگر مشغول شود جہاںے از دمنور گردد“

”میں نے جذبہ و سلوک دونوں چیزوں سے اُن کی تربیت کی ہے۔ اگر وہ توجہ کریں تو ایک

جہان اُن سے منور ہو جائے“

سلطان الطریقہ حضرت خواجہ بہار الحق والدین کی تیسری شاخ حضرت مولانا معظّم شیخ یعقوب چرخ قُدس سرّہ سے چلی۔ ان سے یہ بزرگوں کے رہنما اور دین کے حامی و ناصر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کو ملی اور اسی طرح حضرت مولانا یعقوب چرخ سے یہ حضرت خواجہ یوسف بابا قوی کو ملی جو بالیقول میں آرام فرما ہیں اور اُن سے شیخ بابا ساسی کو پہنچی جو ختلان میں آرام فرما ہیں اور اُن سے شیخ اسماعیل ختلانی کو ملی (اللہ سب پر اپنی رحمت فرمائے) اور اسی طرح حضرت خواجہ احرار نے حضرت خواجہ بزرگ کے دوسرے اصحاب مثلاً حضرت خواجہ علاء الدین عجدوانی سے بھی حصّہ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ احرار سے اس سلسلہ عالیہ کو عجیب ہی رونق ملی۔ حضرت خواجہ احرار جو قدوّہ صفا کیشاں اور اولیاء کے سردار تھے۔ اُن کے اور اُن کے دو ہونہار صاحبزادگان اور اُن کے بیس خلفاء کے حالات ”رشحات“ میں مذکور ہیں۔ حضرت خواجہ احرار کے بعض دیگر مخلص اصحاب بھی تھے جنہیں صاحب رشحات کے دور میں پوری شہرت حاصل نہ ہوئی تھی اور اسی سبب سے یا کسی دوسری وجہ سے جہاں اُن میں سے بعض کے حالات کتاب میں آئے ہیں۔ بعض دوسروں کے حالات اور اُن کی تفصیل کی حضرت مولانا کی عمر نے وفات کی اور وہ رشحات میں بیان نہ ہو سکے۔ ہم اس کتاب میں لکھیں گے۔ اور اُن بزرگوں کے مختصر حالات بھی اس کتاب ”نسّمات القدّس“ میں بیان ہوں گے جو ان بزرگوں سے لیکر آج ہمارے دور تک اُس نہج اور اُس طریقہ پر جو ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ سے مختلف شاخیں پھیلیں تحریر کریں گے۔

مقالہ اولیٰ

اس مقالہ میں اس سلسلہ عالیہ کے اُن متاخرین مشائخ کے حالات کا بیان ہے جو حضرت باقی باللہ سے پہلے ہوئے ہیں اور یہ مقالہ اولیٰ دو مقصد پر مشتمل ہے!

مقصدِ اول

مقصدِ اول میں اُن بزرگوں کے حالات ہیں جو حضرت مولانا سعد الدین کاشغری قدس سرہ سے نسبت رکھتے ہیں اور یہ مقصد چار فصل پر مشتمل ہے!

فصل اول

فصل اول حضرت مولانا سعد الدین کاشغری کے بعض ایسے اصحاب کے حالات کے بیان میں ہے جن کا ذکر رِشحات میں نہیں ہے۔ اس فصل میں اُن لوگوں کے حالات بھی مذکور ہیں جنہوں نے ان بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ رحمہم اللہ

حضرت مولانا نور اللہ اسفندانی رحمۃ اللہ علیہ | اسفندان قہستان کے اضلاع کا ایک قریہ ہے مولانا اسفندانی

حضرت مولانا سعد الدین کاشغری کے متبعین و اصحاب میں سے تھے۔ نیز حرم شریف میں انہیں شیخ عبد البکر مینی کی بھی صحبت رہی جو شیخ عبد الرحمن مصری کے مریدوں میں سے تھے مولانا اسفندانی نے شیخ عبد البکر مینی سے بھی انوار و برکات کا اقتباس کیا۔ مولانا محمود قواس علیہ الرحمۃ جو ان کے مریدوں میں سے ہیں۔ ان کے ملفوظات میں ہے کہ شیخ عبد البکر مینی نے

حضرت مولانا اسفندانی کے حق میں فرمایا۔

”زود باشد کہ از مشرق و مغرب گوش بہ سخن آدکنند“

(بہت جلد ایسا ہوگا کہ مشرق و مغرب والے انکے گوش بر آواز ہونگے اور انکی طرف متوجہ)
اور اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ مولانا اسفندی نے فرمایا کہ میں نے ابھی ہدایت النور
کتاب بحر درات تک ہی پڑھی تھی کہ سنا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَ يَعْلَمُكُمْ اللَّهُ
اور اللہ سے ڈرو اور وہ تمہیں علم سکھائیگا۔

تو میں اسکی بارگاہ میں تقویٰ کا سوال لیکر گیا۔ تو ایسا ہوا گویا میرے ذہن پر تمام علوم ملی
بارش شروع ہو گئی اور پندرہ پارہ تک قرآن مجید کی تفسیر مجھے ایک رات میں یاد ہو گئی اور فارسی
میرے لیے اور بھی زیادہ آسان ہو گئی۔

نسمہ۔ آپ کا ارشاد ہے مایخولیا (خلل دماغ) کا کمال یہ ہے کہ وہ نہ ہو اور نہ اسکا کوئی
جزو ہو۔ (اور پھر بھی انسان باوجود صحیح الدماغ ہونے کے پاگلوں کی سی حرکت کرے کہ اپنے
خالق حقیقی کو فراموش کر دے) آج حق سبحانہ و تعالیٰ کو بھول جاتے اور اپنی ذات کو درمیان
میں لے آتے، خود نمائی میں گرفتار ہو جاتے اور اپنی استعداد و قابلیت کو غیر ضروری کاموں
کے عوض بیچ دے۔

نسمہ۔ آپ کا ارشاد ہے تین سال سے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہمارے سامنے نہیں آتے
اگر خدا و رسول کی خاطر آتے تو ان کے بڑے اخلاق اچھے اخلاق سے بدل جاتے۔
نسمہ۔ حضرت مولانا محمود فرماتے ہیں کہ مولانا نور اللہ اسفندی نے میں نے اپنی حال زار کا شکوہ
کیا۔ آپ نے فرمایا ”محبت ایں ملائکہ علیہ داری“ (تم بزرگان دین سے محبت کرتے ہو؟)
میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا ”ترا ہمیں پس است“ (تمہارے لیے یہی کافی ہے)
یعنی ان کی محبت آہستہ آہستہ تمہارے اندر ان تکالیف کی برداشت پیدا کر دیگی اسلئے کہ
انہوں نے ان سے زیادہ خراب حالات میں بھی کبھی شکوہ نہ کیا۔ وہ ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے
تھے۔ شیخ الاسلام انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں:-

”دوستی ایں کار عین ایں کار است و نزدیک صفت کہ انکار ایں کار ازین کار بود“

اس کام کی دوستی و محبت ایسی ہے جیسا خود یہ کام کرنا۔ اور قریب ہے کہ اس کام کا انکار
 اُس دوستی کے انکار کے باعث ہو۔ یعنی بزرگوں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے کی خواہش ہوگی تو
 اُن جیسا ہوتا جائیگا۔ اور اگر اُن کے پاس اُٹھنے بیٹھنے کو ہی پسند نہ کریگا تو ایک وقت آئیگا
 ان کی بزرگی کے انکار پر آمادہ ہو جائیگا۔ حضرت مولانا عبد الغفور لاری قدس سرہ اس ارشاد
 کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کام کا انکار اس کام کے تصور کو مستلزم ہے واللہ اعلم
 نسیم۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا اسلام اُسے دنیا میں ناجائز باتوں سے نہ روکے
 کل قیامت کے دن بھی اُس کا اسلام اُسے دوزخ کی آگ سے نہ بچائے گا۔

نسیم۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو لوگ مسجد میں نماز کیلئے توجہ فرماتے ہیں لیکن اُن کا دل
 حاضر نہیں ہوتا وہ گویا اپنی کھال مسجد میں چھوڑ گئے ہیں اور خود باہر چلے گئے ہیں۔

نسیم۔ ایک دن آپ نے ایک شخص سے فرمایا تو ایک لمحہ میں اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے اور
 تیری عمر کے ستر سال گزر گئے تو نے اب تک خود کو نہ پہچانا ہے

عمر حیات یکدم و از شوق پائے کوب شرمِ نداشتی کہ بہ صد سال زلیتی
 ”زندگی کا طول تو ایک لمحہ ہے اسے شوق و محبت سے گزار۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ تلو سال
 جی لیا۔“

نسیم۔ ارشاد فرمایا کچھ وقت سے ہماری نظر قید خانہ کے اُس پار ہے۔ جو در دہیں رکھتا ایمان
 نہیں رکھتا یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ سے دُور ہونے کا درد ہے

درد تو اسے دوست در مان ہمہ کفر یک ہوئے تو ایمان ہمہ

”لمے دوست تیرا درد ہی تیرا درمان و علاج ہے۔ بال برابر تیرا کفر سارے کا سارا ایمان ہے“
 اسی سلسلہ میں کچھ لوگ قصبہ ازان سے آپ کی مجلس میں آئے۔ آپ وعظ و نصیحت فرما رہے
 تھے اور وہ غفلت و ملامت کے باعث مائل بخواب تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان
 لوگوں کی غفلت بھی بغیر فائدہ کے نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ جب اس مجلس سے دُور
 ہوں گے تو شاید ایک دن اس محفل کو یاد کریں کہ ہم کتنے غافل اور نالائق تھے کہ اللہ پاک
 کے کلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بھی بہرہ مند نہ ہوئے۔ یہ غمگین ہوں اور

یہی دردِ ان کا درمان بن جائے۔

حضرت مولانا محمود قواسم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عزیز سے پوچھا کہ ایک آدمی کلمہ شہادت تو پڑھتا ہے لیکن شرعی امور از قبیل فرائض و واجبات مثلاً روزہ نماز، زکوٰۃ بالکل نہیں کرتا۔ اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ اُس عزیز نے جواب دیا: ”اُو مسلمانست تالبِ گوڑ۔“ (وہ مسلمان ہے تالبِ گوڑ) یعنی زندہ ہے اور نہیں بھی کہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔

حضرت مولانا نور اللہ اسفندیانیؒ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دانشمند پر سکراتِ موت کا عالم طاری تھا۔ میں اُس کے سر ہانے آیا۔ وہ کفر بک رہا تھا نعوذ باللہ منہا (ہمیں اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے)۔ لوگوں نے اُسے تلقین شہادت کی لیکن اُس نے انکار کیا اور کہنے لگا اسلام تو عارضی تھا لوگوں نے قبول کر لیا۔

أَعَاذَنَا اللَّهُ مَسْجَانَهُ عَنِ الْإِذْتِدَادِ اللہ ہمیں اسلام سے پھر جانے اور
وَسَلْبِ الْإِيمَانِ۔ سلبِ ایمان سے محفوظ رکھے۔

اُس کے دل میں یہی بات آئی۔ ممکن ہے اُس نے اُس عالم سے قطع نظر بھی کر لیا ہو اور اُس کے باطن میں فاسد اعتقادات بھی چھپے ہوئے ہوں۔ یعنی فرقہ ناجیہ د جس فرتہ کی نجات ہوگی، کے عقیدہ کے خلاف اُس نے عقیدے اپنے باطن میں چھپا رکھے ہونگے اگرچہ ظاہر میں وہ اُن جیسا بنتا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(ii) مولانا علاء الدین علی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے کبار اصحاب میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ

دونوں بزرگوں کی ارواح کو راحت و آرام میں رکھے۔ عالمِ صوری سے پورا حصہ ملا تھا ظاہری علم خوب رکھتے تھے۔ حضرت مخدوم مولانا جامی قدس سرہ کی لطف و کرم کی صحبتیں بھی انہیں حاصل رہی تھیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ سے برکات اخذ کرنا خود ان کے مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔

حضرت مولانا عبد الغفور لاریؒ نے نصائح کے مکملہ میں حضرت مخدوم ملاذی قدس

سِرُّہ السامی کے کچھ تصرفات بیان کیے ہیں۔ حضرت مخدوم حضرت مولانا علاء الدین علی کرمانیؒ کے مرید اور حضرت سے اس سلسلہ کی تلقین کے مجاز تھے۔ اس بیان میں انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت مولانا کی کتنی عزت و توقیر تھی۔

ایک بار آپ زیارت حرمین شریفین کے شرف سے مشرف ہوئے اور پھر سالہا سال وہیں تزکیہ باطن میں مصروف ہوئے اور پھر مراجعت فرمائی۔ دوسری بار آپ سکونت کے ارادہ سے مع متعلقات تشریف لے گئے۔ اس موقع پر میرزا سلطان حسین انار اللہ برہانہ نے اپنے صاحبزادگان اور امراء کو حضرت مولانا علاء الدین علی کرمانی کی توقیر و تعظیم کے بارے میں اس طرح لکھا کہ اس وقت جناب ہدایت مآب، حقائق مناب، افادت شعار، ارشاد پناہ، معارف دستگاہ، اصحاب تجرید کے راہنما اور ارباب تفرید کیلئے نمونہ و مثال، شریعت، طریقت اور حقیقت کے جامع مولانا علاء الحق والملة والدین ادام اللہ برکاتہ کہ جنکے مبارک اوقات اور جن کی زندگی علوم کی باریکیوں میں گزری ہے۔ بیت اللہ کی مقدس سرزمین میں کچھ سال مصروف تزکیہ نفس رہنے کے بعد شوق کے باعث دوبارہ عازم حجاز ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد قَوْلٍ فَجَعَلْنَا مَظْطَرَّ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف موڑ لیجئے پٹ غ) کے بموجب اس سفر کا ارادہ فرمایا ہے اور قَبْلُ عَابِدِينَ اللّٰهُ وَ زَادُوا اٰمِيْنَ اللّٰهُ (انہوں نے حجر اسود کا بوسہ لیا ہے اور مکہ مکرمہ کی زیارت کی ہے) کے شرف سے مشرف ہوئے۔ لہذا شاہنشاہ زادہ معظّم اور مالک محروسہ کے نامدار امراء گزرگاہوں کے محافظ اور باج و خراج کے مستحجرائکے ساتھ انتہائی احترام و توقیر کا سلوک کریں اور ان کو اور ان کے معقدین کو سلامتی کے ساتھ گزاریں چنانچہ جب حضرت مولانا حرم شریف پہنچے تو حرم محترم زَادَہَا اللّٰهُ تَعَالٰی شَرَفًا (اللہ تعالیٰ اس کی بزرگی میں زیادتی فرمائے) کے مجاور آپ کے استقبال کیلئے تشریف

لے حدیث میں حجر اسود کو یمین اللہ فرمایا گیا ہے اور قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کو البلد الامین کا لقب

دیا گیا ہے۔ (اشرف)

لائے۔ حضرت مولانا آخر عمر تک اسی مقدس جگہ قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ یہیں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آخر عمر میں آپ نابینا ہو گئے تھے اور صاحبِ دوائیر فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ عالیہ کے بعض مخلص بزرگوں کا حضرت مولانا کے متعلق یہ اعتقاد تھا کہ آپ اپنے وقت کے قطب ہیں۔ اور ایک دوسرے فاضل نے لکھا ہے کہ میں حضرت مولانا کے دیدار کیلئے گیا تو دیکھا کہ انہوں نے حضرت شیخ نظامیؒ کی مخزن الاسرار کا تتبع اختیار فرمایا اور اُسے تکمیل تک پہنچایا ہے۔ آپ حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کتاب میں متعدد معارف و حقائق درج فرمائے ہیں۔ حضراتِ صوفیہؒ کی اصطلاحات کے بیان میں حکیم سنائیؒ کے طرز پر ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔ یہ بیت اُسی مثنوی کا ہے۔

اِس جہاں یافتہ نہوا ز تو بے عدم تہمت وجود از تو
(اِس جہاں نے تجھ سے نہوا پایا۔ عدم سے وجود میں آنے کی تہمت بھی تجھ سے پائی)

(iii) حاجی عبدالعزیز جامی رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی حضرت مولانا سعد الدین کا شغریؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ شیخ الاسلام

حضرت مولانا جامی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی قبر شریف بھی آپ کے جد امجد کی قبر کے نزدیک ہے۔ مخدوم فخر الانام حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی کی نماز جنازہ کی آپ نے امامت فرمائی۔ سفر حجاز پر بھی تشریف لے گئے تھے اور اِس سفر میں آپ کے ساتھ بڑے چھوٹے بہت بڑی تعداد میں تھے۔ مشہور ہے۔ اور جیسا کہ صاحبِ دوائیر نے بھی لکھا کہ اِس سفر میں جب آپ کا گزرتا ہے تو سب سے ہوا ایک دن مطرب نے یہ شعر پڑھا۔

پیر بہن ہستیم از تن من بر کنید پوست بمن من چہ کنم پیر بہن

(میری ہستی کے پیر بہن کو میرے جسم سے اتار دیں میں دل کے علاوہ چہرہ جاؤں گا مجھے قیص کس کام)

یہ شعر سننا تھا کہ حاجی عبدالعزیز جامیؒ زمین سے دس گز اچھل پڑے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے زانوئے ادب طے کیا اور با ادب تشریف فرما ہوئے۔ غالباً حضرت خواجہ

کو ادائے نوافل میں مشغولیت کے دوران وہاں کچھ مشاہدہ ہوا۔

آپ جب سفر سے جام واپس لوٹے تو بابا صدر ابدال جو مجذوب تھے جام سے حضرت مخدوم جامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ بابا صدر نے کہا جام سے شیخ عبدالغفریز جامیؒ کی خدمت سے۔ حضرت مخدوم نے پوچھا کہ جو شیخ مکہ شریف سے آئے ہیں اور بہت نمازیں پڑھتے ہیں۔ بابا صدر نے کہا کہ مکہ سے کوئی ایسا بھی آتا ہے جو بے نمازی ہو جاتا ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا ہوش میں آؤ۔ ان بزرگوں سے ریا سے نہ ملو کہ اگر لب کو جنبش دیں تو خدا کو معلوم ہو جائے۔ بابا صدر نے کہا اگر لب کو جنبش نہ بھی دیں تو خدا جانتا ہے۔

بابا صدر ابدال مولانا جمال کی ملاقات کیلئے بھی گئے تھے۔ مولانا نے بابا ابدال سے ملاقات میں پوروں سے مصافحہ کیا۔ جب ان سے نصیحت کرنے کو کہا گیا تو مولانا نے کہا جمعہ کے دن میں جامع مسجد میں وعظ کرتا ہوں۔ وہاں آؤ اور سنو۔ بابا ابدال نے کہا میں آپ کو سمندر سمجھتا تھا۔ آپ تو ایک چھوٹا سا چشمہ بھی نہ نکلے۔ کبھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرح انگلیوں کے پوروں سے مصافحہ کیا ہے۔ آپ سے کوئی اگر نیکی کی بات پوچھے تو آپ کہتے ہیں میں جمعہ کے دن وعظ کرتا ہوں۔ کیا آپ کو یقین ہے جمعہ تک میں اور آپ زندہ رہیں گے۔

لشمہ۔ مولانا محمود قواس قدس سرہ ان بابا صدر ابدال کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی ان کے سامنے کہتا کہ میں نے فلاں کام کیا ہے تو یہ کہتے ”خوب شو کہ چناں شود“ (اچھا ہو کہ ایسا ہوا) اور اگر کوئی کہتا میں نے یہ کام نہیں کیا تو یہ کہتے ”خوب شو تا شود“ (اچھا ہو کہ ایسا نہ ہوا) یعنی جب خدا نے چاہا ہوا جب نہ چاہا نہ ہوا۔

لشمہ۔ مولانا مذکور ہی نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ اتنا زیادہ نہ کھاؤ یعنی اس پوری دنیا میں ہر ایک کو ایک نظر معاف ہے اور انتہائی ضروری شئی کے علاوہ اشیاء میں تصرف ممنوع۔ لشمہ۔ مولانا ہی ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے دیہات کے ایک غلہ فروش سے کہا۔ اتنا چوکنا رہ اور اتنی دانشمندی دکھا کہ گویا کو تو ال آیا ہوا ہے یعنی تیری موت قریب

اور قبر ٹھکنے کیلئے تیرے پاس پتھر کم یعنی تیری نیکیاں کم ہیں۔
 لشمہ۔ اور ان کا یہ ارشاد بھی وہی نقل کرتے ہیں کہ سایہ میں نہ سو یعنی ساری رات کو
 نیند میں نہ گزار دے بلکہ راتوں کو جاگا کر اور فرمایا لا یعنی باتیں نہ کیا کر یعنی جو ذکر حق نہ ہو
 اُسے چھوڑ دے۔ وہ لا یعنی ہے۔

لشمہ۔ اُنہی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں کرامت کیا ہے جھوٹ
 نہ بول۔ اس کے علاوہ جو تو کہے وہی کرامت ہے۔

(iv) **مولانا محمد جامی علیہ الرحمۃ** | یہ حضرت مخدوم جامیؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔
 اور حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے منظور نظر

مرید رُوح اللہ اَرُوا حُجْم (الشدان کی ارواح کو راحت و آرام میں رکھے) حضرت
 مخدومؒ کے انتقال سے چند سال پیشتر وفات پائی اور انہوں نے اس کا مرثیہ لکھا جو حضرت
 کے دیوانِ اول میں موجود ہے۔

حضرت مخدوم جامیؒ نے ”نفحات الانس“ کے دیباچہ میں اسے خوبصورتی سے
 بیان کیا ہے۔ حضرت مولانا علی شیرؒ نے اپنے تذکرہ میں حضرت مولانا محمد جامیؒ کے
 مختلف ظاہری کمالات و باطنی معارف کی تعریف کے بعد فرمایا کہ آخر وہ حضرت
 مخدومؒ کے لائق بھائی تھے۔ اور یہ رباعی اُنہی کی ہے۔

ایں بادہ کہ من بے تو بہ لب می آرم
 نے از پے شان و نے طرب می آرم
 زلف سیہ تو روز من کرد سیاہ
 روز سیہ خویش بہ شب می آرم

دیہ شراب جو میں تیرے بغیر لب تک لا رہا ہوں کسی شان یا طرب و خوشی سے ایسا نہیں
 کمر رہا بلکہ تیری زلف سیاہ نے میرے دن کو سیاہ کر دیا ہے۔ اپنے سیاہ دن کو شب
 میں لا رہا ہوں)

(۷) حضرت مولانا محمد رجبی رحمۃ اللہ علیہ | مولانا امیر علی شیر نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد رجبی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

میں حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے مرید تھے اور بہت سے طالبانِ طریقت کے مرشد و مقتدی۔ آپ کبھی کبھی شاعری کی طرف بھی التفات فرماتے تھے۔ یہ مطلع آپ ہی کا ہے۔

من عاشق و شورید و مستم چہ توں کرد
دل دادہ جہاں برکف دستم چہ توں کرد

(میں عاشق و دیوانہ و مست ہوں۔ اب کیا ہو۔ میں نے دل دے دیا ہے اور جان اپنی ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہوں۔ اب کیا ہو۔)

(vi) مولانا پیر علیؒ۔ (vii) حافظ اسماعیلؒ۔ (viii) مولانا احمد کارینریؒ۔ (ix) مولانا جامی مزارئیؒ۔ (x) میر کلان حقارونیؒ۔ صاحب دوائر نے ان پانچ بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے یارانِ صاحبِ احوال میں سے تھے۔

(xi) امیر زکریاؒ رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی حضرت مولانا سعد الدین کے مرید کار کرد تھے۔ صاحب دوائر نے لکھا ہے کہ ان کے اور مولانا عبد الغفور

لاریؒ کے درمیان محبتیں اور رابطے رہے تھے۔ مولانا صررحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر شریف اس کتاب میں انشاء اللہ آئے گا ان کے مریدوں میں سے تھے۔

امیر کلان حقارونی رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا سعد الدین کے اصحاب ذوی الاحوال میں سے تھے۔ آپ کی جائے پیدائش و جائے رہائش حقارون تھی کہ ہرات سے ایک فرسنگ (تین شری میل) کے فاصلہ پر ایک دیہات ہے۔ حضرت امیرؒ کی جائے پیدائش بھی یہی تھی اور جائے دفن بھی یہی۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ متبرک خرقہ جس کی نسبت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے آپ ہی کے گھر میں تھا۔ آپ سے یہ تبرک آپ کے خلیفہ میر محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور ان کے پاس رہا۔ ان کے یہ خلیفہ علمِ حال و قال کے جامع تھے۔

مولانا زین الدین محمود کمانگر بہدانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا نور اللہ کے کامل خلفائے میں سے تھے۔ اور علوم ظاہر و باطن کے جامع۔ جن بزرگوں نے حضرت مولانا سے استفادہ کیا ان سے ان کے ملفوظات سن کر جمع کیے اور بہت سی مفید باتیں جو انہوں نے تحریر فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے جزائے ہمارے لئے بیان کیں فرماتے ہیں مجھے جب طلب علم کا خیال دامن گیر ہوا تو میں حضرت مولانا نور اللہ قدس سرہ کے پاس حاضر ہوا تاکہ آپ سے اجازت حاصل کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے اپنے چچا سے تجربہ حاصل نہ کیا۔ جو چیز اس کی عقل کو صحیح نہیں معلوم ہوتی وہ قبول نہیں کرتا (گویا عقل ہی صحیح، غلط کا معیار ہو۔) تمہارے عزیز واقربا میں سے کتنے ایسے اشخاص ہیں جو پڑھ لکھ کر دانشمند ہو گئے کہ تم کو اس طرح بننے کی خواہش ہے۔ جب مولوی ہو گئے تو یا تو صدر بن گئے یا پھر قاضی یا مفتی اور آجکل کے قاضی و صدر و مفتی خود یہ کچھ اور وہ کچھ کرتے ہیں۔ جب حضرت اپنی گفتگو ختم فرما چکے تو میں نے عرض کیا کہ خدا جانتا ہے اور آپ پر بھی یہ عیاں ہے کہ میرا مقصد ان تمام چیزوں اور عہدوں میں سے کسی کا حصول نہیں بلکہ میرے حصول علم کا مقصد تو یہ ہے کہ اللہ پاک کا کلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث عربی زبان میں ہے۔ میں چاہتا ہوں اس کے معنی سمجھوں تاکہ اس پر عمل کروں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

”اگر نیت تو این است برو بخوان اگر بیشتر بخوانی ضرر نکند“

”اگر تیری نیت یہ ہے تو جا اور پڑھ۔ تو جتنا زیادہ پڑھے گا تجھے نقصان نہ ہوگا“

میں نے عرض کیا کس سے پڑھوں۔ فرمایا: مولانا غیاث الدین احمد سے۔ میں نے عرض کیا اگر وہ نہ ہوں۔ فرمایا: کسی دوسرے سے نہ پڑھ۔ میں ان حدود میں ایسا عالم نہیں پاتا جس کا علم اس کے عمل کے مطابق ہو اور اس کا شاگرد اس سے بہرہ مند ہو۔ آپ نے اس کے بعد مولانا رومیؒ کے یہ اشعار پڑھے:

علمہائے اہل دل حمال شاہ علمہائے اہل تن حمال شاہ

۱۔ اصل فارسی نسخہ میں یہاں ”اگر بیشتر بخوانی ضرر نکند“ ہے جو کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ تقاضائے کلام یہ ہے کہ عبارت اس طرح ہو: ”اگر بیشتر بخوانی ضرر نہ نکند“ (داستانی)

علم اگر بر دل زند یار سے بود علم اگر بر تن زند مار سے بود
 (اہل دل کا علم انہیں اٹھاتا، اونیچا کرتا ہے اور اہل تن اپنے علم کو بوجھ کی طرح اٹھائے لیے
 پھرتے ہیں۔ علم اگر دل کی اصلاح کے لیے ہو تو یار (دوست) ہے۔ اگر تن کے لیے
 ہو تو مار (سانپ)۔)

چنانچہ حضرت مولانا نور اللہ کے ارشاد کے مطابق میں تحصیل علم کی غرض سے مولانا
 غیاث الدین احمد کے پاس چلا گیا اور علم حاصل کرنے لگا۔ مولانا غیاث الدین احمد کا
 ذکر شریف انشاء اللہ عنقریب آئیگا۔ علم ظاہر کے مطالعہ کے دوران علم باطن سے بھی غافل
 نہ رہا۔ انہی طالب علمی کے ایام میں ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا عبدالغفور لاری علیہ
 الرحمة کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کسی نے اگر دوران مطالعہ خود کو نہ دیکھا
 تو کچھ نہ سمجھا اور اگر پوری طرح اپنی طرف لگا رہا تو مقصود حقیقی سے غافل ہوا۔ پس وہ کیا
 کرے۔ آپ نے فرمایا:-

”اگر نیت دے دران مطالعہ بخیر ست باں مقدار کہ مشغول ست معذور است و اگر
 بہرہ خود فقط از مطالعہ برداشت از مقصود حقیقی غافل ماند معذور نیست“
 (اگر مطالعہ میں اُس کی نیت نیک ہے تو جتنا وہ مشغول ہے معذور ہے۔ اور اگر
 مطالعہ سے محض اپنا حصہ اٹھا رکھا اور مقصود حقیقی سے غافل ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے۔)
 الغرض یہ کہ تھوڑی ہی مدت میں آپ نے مولانا غیاث الدین احمد سے بہت کچھ حاصل کر
 لیا۔ پھر اپنے سرکار کے پاس گئے اور پہنچے کہ جس مقام تک پہنچے۔ کہتے ہیں کہ مولانا کی خدمت
 کے دوران فقر و غنا اور بے تعینی میں انہوں نے اپنی خاص شان قائم رکھی۔ اسکے باوجود کہ
 وہ بڑے بڑے امراء فقراء کا ٹھکانا تھا۔ آپ نے اپنی کمان گری کی حرمت کو نہ چھوڑا اور
 اپنے اور اپنے اہل و عیال کی روزی اسی کمان گری کی حرمت سے حاصل کرتے تھے۔ اگر کوئی
 سونا، چاندی بطور ہدیہ آپ کو پیش کرتا۔ آپ ایک کمان اسکو پیش فرمادیتے اور اُس کمان کی
 قیمت کے طور پر اُسے قبول فرماتے۔

فقراء سے خلوص رکھنے والے نصیر الدین محمود ہمایوں بادشاہ اَنَا اللہ بَرُّ هَانَهُ

کو جب ہندوستان میں شکست ہوئی اور وہ عراق کی طرف چلے گئے اور تھوڑے سے لشکر کے ساتھ دوبارہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے تو موللنہ نے اُن کے حق میں دعا فرمائی۔

”پادشاہِ مامرد بد نیست۔ بہ درویشاں اخلاص دارد۔ دوز نیست اگر حق سبحانہ و تعالیٰ یک بار ہند را باو بدید۔ آتا اگر سالے چند خداش بگذارد“
 ”ہمارا بادشاہ بُرا آدمی نہیں ہے۔ درویشوں کے ساتھ خلوص رکھتا ہے۔ وہ وقت دور نہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ایک بار پھر ہندوستان کی سلطنت اسے عنایت فرما دیں گے مگر دیکھیں اگر اللہ تعالیٰ اسے چند سال چھوڑ دے اور زندہ رہنے دے“
 چنانچہ چالیوں بادشاہ نے ہندوستان کو فتح کیا لیکن اُس کے بعد وہ ایک سال بھی زندہ نہ رہا۔

جامع ملفوظات فرماتے ہیں کہ جب حضرت موللنہ نے پیش گوئی کی تو میرے دل میں خیال گزرا کہ بادشاہ کا لشکر تو بہت تھوڑا ہے پھر بھلا بادشاہ کیونکر مقابلہ کر لگا۔ حضرت موللنہ نے نور فراست سے میرے دل کی بات کو جان لیا اور فرمایا:-
 ”بنا بر آنکہ اُو نافع المسلمین است خدائش فتح خواہد داد“

”اِس بنا پر کہ وہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے والا ہے۔ خدا اُسے فتح عنایت کر لگا“
 آپ کے ملفوظات میں یہ واقعہ بھی ہے کہ بادشاہ کو حضرت موللنہ کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا۔ موللنہ نے جب سنا تو فرمایا ”مرادیدن ایشاں رفتن رفع تعین بود“ (میرا انکی ملاقات کیلئے جانا رفع تعین ہے)۔ آخر بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی ضیافت کا اہتمام کیا اور موللنہ سے التماس کی۔ اِس مجلس میں تشریف لائیں۔ حضرت تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے اُس محفل میں خود حضرت موللنہ کے ہاتھ دھوائے اور وہ رباعی پڑھی جو حضرات اولیاء اللہ کے مزاج کے مطابق ہے۔ حضرت موللنہ نے اُس رباعی میں اصلاح فرمائی اور بادشاہ نے وہ اصلاح قبول کی۔ وہ رباعی یہ تھی:-

ماتیم صفاتِ حقِ مختار و دود!
 ظاہر شدہ در آئینہ ہر موجود
 چوں نیست بہ جز وجود اصل موجود
 مافرع وجودیم و خدا اصل وجود
 مولانا نے پہلے مصرع کی اس طرح اصلاح فرمائی ع
 ماتیم صفاتِ ازماست صفاتِ فرمود
 اور تیسرے اور چوتھے مصرع کی اس طرح ۷

چوں نیست بجز وجود اصل موجود
 ماعارض اذ کشتہ خدا عین وجود

حضرت مولانا اور بادشاہ کے مصرعوں میں فرق ظاہر ہے۔ ہر ایک کا اپنا طریقہ اور
 انداز ہے۔ اس کی تحقیق راقم الحروف کے ذہن میں آئی مگر اس وقت میں اُس کی
 تشریح کی گنجائش نہیں دیکھتا۔ جو شعر کے حسن سے آشنا ہیں انہیں سمجھنے میں کوئی
 دشواری نہ ہوگی۔

تسمیہ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہ بَرَکَةُ الْعِلْمِ فِي تَعْظِيمِ الْأُسْتَاذِ۔
 (علم کی برکت اُستاد کی تعظیم میں ہے) حضرت نے فرمایا:-

”باید کہ شاگرد خود را ہماں جاہل شناسد کہ روزِ اول نزد اُستاد آید۔
 و دادند کہ ہرچہ پیدا کردہ بود از اُستاد دست تا برکات آن تعلیم روزگار
 از وی بماند“

”شاگرد کو چاہیے خود کو ہمیشہ ایسا جاہل سمجھے گویا وہ پہلے روز اُستاد کے پاس آیا ہے۔
 اور یہ سمجھے کہ جو علمی فائدہ بھی اُسے پہنچا ہے اُس اُستاد سے پہنچا ہے تاکہ اس تعلیم
 کی برکات زندگی میں اُس کے ساتھ باقی رہیں) اور فرمایا

”وہ اُستادِ خود بے حیائی و بے ادبی عاید کہ در آن خوفِ زوال ایمان بہت
 چہ اوجا نشین خلیفہ رحمان بعثت و امانت اود در حقیقت امانتِ سید

انس و جان ست صلی اللہ علیہ وسلم

”اور اپنے اُستاد کیساتھ بے حیائی دے ادبی کا معاملہ نہ کرے کہ اس میں ایمان زائل ہونے کا خطرہ ہے اس لیے کہ اُستاد اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا جانشین ہے اور اُسکی بے عزتی درحقیقت سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی اور اہانت کرنا ہے“
اس سلسلے میں آپ نے حضرت مولانا معین الدین کی حکایت نقل کی جو میر سید شریف جرجانی کے اُستادوں میں سے تھے اور عالم ربانی تھے (دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اور آپ کے شاگردوں میں سے ایک نے ایک ناپسندیدہ بات آپ کی طرف منسوب کی۔ جب آپ نے سنا تو فرمایا:-

”اگر راست گفتہ چہ گویم و اگر دروغ گوید رسوائی مرد و زن شود“

”اگر اس نے سچ کہا تو میں کیا عرض کروں لیکن اگر جھوٹ کہا تو مخلوق کے سامنے سوا ہوگا“
ابھی اس بات کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ اُس کی پیشانی پر کوڑھ کے آثار ظاہر ہوئے۔ کچھ روز اُس نے دستارِ میٹرھی کر کے پہنی لیکن جب یہ کوڑھ بڑھ گیا تو اب اُسکو سخت تشویش لاحق ہوئی۔

اُستادوں کے ساتھ شاگردوں کے غیر پسندیدہ رویہ کی اصلاح کے سلسلے میں انہوں نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک لوہار درویش کی دوکان پر چار گزر ہوا۔ کہ وہ پھاوڑے بناتے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو پاس آئے اور سلام کیا اور کہنے لگے۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ پھاوڑے بنانے کے دوران میں جو یہ ضرب لگاتا ہوں یہ پھاوڑے پر پڑتی ہے یا ایرن پر یا ہتھوڑے پر۔ باقی لوگ خاموش رہے۔ میں نے عرض کیا پھاوڑے کی کجی پر۔ انہوں نے میری پیشانی چومی اور فرمایا۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تو نے اچھا کہا اور اسی سلسلے میں فرمانے لگے کہ میرے مین شاگردوں نے مجھ سے بے ادبی کی سب جوان مرے اور انہیں کوئی بھی اپنی مراد کو نہ پہنچا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے اُسے خدا کی طرف سے جانے کہ اُس کا عطیہ ہے اور اپنی اصل حقیقت اُسی نطفہ کو سمجھے جس

کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا۔ خَلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ رَوَّهَ اَيْثَ اَجْطَلَتِ پانی سے پیدا کیا گیا) پ ۳۰، ۳۱ ۱۱

لشمہ۔ ارشاد فرمایا وہ لوگ جو مخلوق خدا کو نصیحت کرتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر شریعت ہے اور جو کہ کچھ نہیں کہتے۔ وہ ہر چیز کو خدا کی طرف سے جانتے ہیں اور دم نہیں مارتے لشمہ۔ فرمایا یہ ایسا زمانہ ہے کہ دوسروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرو۔ ایک مرتبہ ہم کچھ بے نمازوں کے ساتھ تھے۔ بعض نمازیوں نے مجھ سے کہا کہ ان بے نمازوں کو تلقین کریں۔ میں نے کہا اگر میں کہوں اور وہ قبول کر لیں فیہا ورنہ کافر ہو جائیں گے۔ ہمارا بدکاروں کے ساتھ ہونا اس سے بہتر ہے کہ ہمارا اور کافروں کا ساتھ ہو۔

لشمہ۔ فرمایا جو بزرگوں کی بات کی پاسداری کرتا ہے۔ وہ میدان میں سبقت لے جاتا ہے۔ اگر یہ بزرگ ہنسی میں بھی کوئی بات کہیں تب بھی غور سے سنو جیسا کہ عارف رومی قدس سرہ نے فرمایا۔ مثنوی ۷

ہر جد سے ہزل ست پیش مرد ماں

ہزل لہا جد ست نزد عاقلان

(ہر سنجیدہ بات بھی بزرگوں کی نظر میں ہنسی کی بات ہی کی طرح ہے۔ لیکن عقلمندوں کے نزدیک انہی ہنسی میں بھی کام کی بات ہوتی ہے) اس سلسلہ میں انہوں نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک ابدال حضرت مولانا نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ نے ہنسی کے طور پر اُن سے کہا کہ سنجاب (چوہے سے بڑا ایک جانور) کی کھال کی پوئین اپنی پشت پر رکھ کر بازار میں نکلیں۔ اُن ابدال نے ایسا ہی کیا۔ بازار میں لوگوں نے دیکھا تو اُن پر ہنسنا اور اُن کے ساتھ مسخرہ پن کرنا شروع کر دیا۔ ان ابدال نے حضرت مولانا نور اللہ کی ہنسی کی بات پر بھی پوری سنجیدگی سے عمل کیا۔ اور اُس بات کی روح سے اپنا حصہ پایا۔ جب ان ابدال کا انتقال ہوا۔ تو مولانا نے فرمایا کہ وہ اہل توحید و صاحب کمال تھے حالانکہ ہماری تربیت کے محتاج نہ تھے۔ پھر بھی ہمارا اس قدر اتباع کیا۔

نسمہ۔ فرماتے ہیں کسی نے ہم سے کہا کہ ان صوفیہ کے اقوال کا مطالعہ نہ کیا کرو۔ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا ان بزرگوں کے ساتھ میرا ایسا اعتقاد نہیں کہ انکی باتیں مجھے گمراہ کر دیں گی۔ بلکہ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ جو یہ باتیں سُنتا ہے۔ سیدھا راستہ پالیتا ہے۔
نسمہ۔ فرمایا جس کسی کا مقصود بھی خدائے عزوجل کی ذات کے سوا کچھ اور ہے۔ اُسکے لیے درویشی کا کوئی حصہ نہیں۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ بے نصیب نہ ہو اُسے چاہیے اپنے لیے ریاضت اختیار کرے اور نفس کی خواہشات سے بچے۔ اپنے آپکو تمام چیزوں سے فارغ کرے اور اسکے بعد ایک عزیز (مرشد) کی ہمنشینی اختیار کرنے میں جلدی کرے اور یہ شعر پڑھا۔

تا کردہ دمی آنخپہ ترا فرمودند

ورنہ کہ زدایں در کہ درش نکشوند

(جب تک کہ تو وہی کچھ نہ کرے جو وہ تجھ سے فرماتے ہیں تو دروازہ کھولنے کو کہے وہ نہ کھولیں گے) فرمایا کہ لایعنی باتوں کو چھوڑنے میں اگرچہ وقتی بے مزگی ہے لیکن وہ تلخی کے محل سے بعید ہے۔

نسمہ۔ فرمایا کہ دیکھو آج یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص اگر خدا کو حاضر و ناظر نہ جانے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ جانتے ہوتے بھی گناہ کرے تو گویا حق تعالیٰ کو حقیر جان رہا ہے اور پھر خود ہی اسکا جواب دیا۔ کہ بندہ کو گناہ کا ارتکاب کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا حضور نہیں رہتا۔ اُسپر غفلت و نسیان طاری ہو جاتا ہے اور اسی لیے اُس سے گناہ صادر ہوتا ہے۔ وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ غافل ہو جاتا ہے۔ اگر یوں نہ کہا جلتے تو مشکل درپیش ہوگی اس لیے کہ حضرات اولیاء کرامؑ سے بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی لغزشیں ہوتی ہیں۔
نسمہ۔ فرمایا اگر کوئی یہ جاننا چاہے کہ خدائے تعالیٰ کو اُس سے کتنی محبت ہے۔ اسے چاہیے اسپر غور کرے کہ اُسے حق سبحانہ و تعالیٰ سے کتنا تعلق ہے۔ اگر وہ یہ تعلق پائے تو سمجھ لے کہ خدا بھی اسے چاہتا ہے اور انسانوں کی دوستی و محبت کا بھی اسی طرح اندازہ لگائے۔

نسمہ۔ فرمایا اگر کوئی خود کو جاننا اور پہچاننا چاہے تو قرآن کریم میں مسلمانوں منافقوں اور کافروں کی جو صفات بیان کی گئیں ہیں۔ انکا مطالعہ کرے کہ خود میں ان میں سے کونسی صفات موجود ہیں۔ اگر مسلمانوں والی صفات ہوں تو اللہ پاک سے ان پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرے۔ اگر منافقوں والی صفات ہوں تو توبہ کرے اور مغفرت مانگے اور اگر کافروں کی صفات ہوں۔ تو ایمان کی تجدید کرے اور مستقبل میں ان چیزوں سے باز رہے
نسمہ۔ ایک شخص نے جب آپ سے اپنی شکستہ حالی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا۔
”بابا عجم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم توفیق خواندن کلمہ توحید نیافت و تو بعد از

نہ صد سال گویندہ این کلمہ باشی۔ دیگر چہ می خواہی“

دہمیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کو تو کلمہ توحید پڑھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی اور تم نو سو سال بعد بھی یہ کلمہ پڑھنے والے ہو۔ آخر اور کیا چاہتے ہو؟ اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

تو از من چہ دلیل جوتے باشی

بہ آں باشد کہ لیلی گوتے باشی

تو مجھ سے کب لیلی کی طلب کرے گا بہتر یہ ہے کہ تو خود لیلی کہنے والا ہو جائے۔

نسمہ۔ فرمایا تم لوگ کلمہ شہادت پڑھنے والے ہو اور احکام کے پابند جیسے نماز، روزہ، حج اور اسلام اور حلال کا اختیار کرنا اور حرام سے بچنا اور سامنے نہ کوئی بالکل کامل ہے نہ مکمل ظاہر تو شریعت کو نہ چھوڑو کہ کسی کو اگر کچھ ملایا اگر کوئی بزرگوں کے درجہ کو پہنچا تو اسی طرح کہ راتوں کو جاگا۔ فرائض ادا کرنے میں وقت گزارا۔ نیک اور عقلمند لوگوں کی صحبت اختیار کی اور بیگانوں اور جاہلوں کی صحبت سے بچا جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:-

وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

(اور جاہلوں سے روگردانی فرمائیے۔) پ ۱۳۶

نسمہ۔ فرمایا اگر کوئی اہل طریقت کی روش اور بزرگوں کی باتوں کے بارے میں

اپنے خول سے باہر نہ آ سکے تو اُسکے بارے میں کوشش شروع کرنا عبث اور بے فائدہ ہے
اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی باتوں کی سمجھ اور انکی کرامات کے احوال کا فہم نہ دیا ہو
تو اُسکے سامنے اولیاء کرام کی باتیں اور انکے باطنی احوال نہ ظاہر کرنے چاہئیں۔ اسلئے
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ

(تم وہ کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے) پٹ ۹۷

نیز تکلف و بناوٹ کے ساتھ بھی سالک کو باطنی احوال آشکارا کرنے سے بچنا چاہئے
اگر بغیر کوشش و اختیار ظاہر ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اور یہ اُسکے حق میں مانع فیض
نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں آپ نے حضرت شیخ بربری سقطی قدس سرہ کا یہ قول نقل فرمایا۔

مَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِمَا لَيْسَ فِيهِ سَقَطَ مِنْ عَيْنِ اللَّهِ عِزَّ وَجَلَّ

(جو لوگوں کے سامنے ایسی زینت کے ساتھ آیا جو زینت اس شخص میں درحقیقت
موجود نہیں ہے تو وہ حق تعالیٰ عزوجل کی نگاہ سے گر گیا۔)

نسمہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو
پہلے اپنا کرتہ بھیجا تاکہ بدینا اور آنکھوں والے ہو جائیں جب اُسے دیکھیں تو پہچان لیں۔

اسی طرح حق تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندوں کے پاس پہلے قرآن مجید و فرقان حمید بھیجا۔
تاکہ اُسکی نشانی دیکھیں اور اُس راہ پر چل پڑیں تاکہ جب اُسے دیکھیں تو خدا کو پہچانیں۔
نسمہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا اتباع سنت ظاہر کا عمل ہے جو باطن پر اثر انداز ہوتا ہے
سنتوں میں سے ہر سنت کا ظہور باطن میں ایک نور اور روشنی پیدا کرتا ہے۔ مخلوق
سے قطع نظر کہ وہ اسے کس رنگ میں لیتی ہے سنت ذہن کو صاف کرتی ہے پس
انسان کو نظر اپنے باطن پر رکھنی چاہئے۔

نسمہ۔ آپ نے فرمایا جب کسی پر حق تعالیٰ کی ذات کی تجلی ہو تو وہ مرتبہ جمع میں پہنچتا ہے
اور مرتبہ جمع یہ ہے کہ اُس سے رفع تعینات ہو جاتے اور اس مرتبہ میں یہ شخص
خود کامل ہے لیکن دوسروں کیلئے مکمل نہیں اور جب وحدت ذات اُسپر تجلی کرتی

ہے تو یہ جمع الجمع کے مرتبہ میں پہنچ جاتا ہے جو ولایت کا آخری درجہ ہے۔
نسمہ۔ اس شعر کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے فرمایا۔

تو مباحث اصل کمال میں ست و بس

زود در و گم شو وصال میں ست و بس

(تو بالکل نہ ہو۔ یہی کمال ہے اور بس جا اُس میں گم ہو جا۔ یہی وصال ہے اور بس) کہ جس ہستی کو تو خود کی طرف منسوب کرتا ہے اُسے حق تعالیٰ کی ہستی کا پر تو جان اور خود کو عدم محض تصور کر۔ جب حق سبحانہ و تعالیٰ تجھ سے اپنی ہستی کا پر تو دور کریں۔ تو اپنے عدم اصلی کی طرف لوٹ۔ جب تو یہ جان لے کہ تیرے پاس کچھ نہیں تو اب مَعْرِفَ رَبِّہ (جس نے اپنے رب کو جان لیا) کا بھید تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ اور اُس کے راز کو تو نے جان لیا۔ تو اب چاہیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی کے پر تو کو حق سبحانہ کے ساتھ مشغول کر دے بلکہ اپنی ہستی کے پر تو کو حق سبحانہ میں گم کر دے تاکہ تو واصل ہو جاتے، یعنی اُسے اور اُسکی رحمتوں کو پالے۔

نسمہ۔ فرمایا جبر یعنی مجبور ہونا دو طرح کا ہے۔ ایک اولیاء کا جبر اور دوسرا زندقہ یعنی کافروں کا جبر۔ جبر اولیاء یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ہستی کو درمیان سے اٹھالے اور خود کو اُسکے تصرف میں دیدے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے کارندہ کا مرتبہ پالے۔ حق دیکھے حق سُننے اور حق کہے اور زندقہ یعنی کافروں کا جبر یہ ہے کہ عمل ترک کر دے۔ نفس کو درمیان میں لے آتے اور کہے کہ ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ مثنوی مولانا روم سے اپنے اسکی وضاحت فرمائی۔ مولانا فرماتے ہیں ۷

ہمچو آب نیل داں میں جبر را

بر سعید آں آب و نون بر اشقیاء

(یہ جبر دریائے نیل کے پانی کی طرح ہے۔ حضرت موسیٰ کیلئے پانی اور بد بخت فرعونوں کے لیے خون اور موت)

نسمہ۔ کسی نے آپ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا۔

وَلَنْ يَبْلُوكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُودِ - پ ۳۷

اور ہم تمہارا امتحان لیں گے کسی قدر خوف سے اور فافتہ سے، اپنے ارشاد فرمایا تیرا علم یقین سے عین یقین کی طرف آنا اور اپنی ہستی سے واقف ہونا۔ حق تعالیٰ کی آزمائش ہے کہ تیری جوأت صبر و تدبیر اور توانائی کتنی ہے۔

نسمہ - اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے اپنے ارشاد فرمایا۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (۵۰-۱۶)

اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اُسکی رگِ جان سے بھی زیادہ (کہ اس آیت میں یہ نکتہ ہے کہ رگِ جان کو اگر آلہ (تیز دھار والی چیز) سے کاٹ دیں، تو انسان اپنے عدم اصلی کی طرف لوٹ جاتا ہے اور قربِ الہی سے بھی انسان اپنے عدم اصلی کی طرف لوٹ جائے مگر قربِ الہی میں یہ صفت زیادہ ہے اسلئے کہ رگِ جان آلہ کی محتاج ہے۔ اور قرب کو کسی آلہ کی احتیاج نہیں۔

نسمہ - اپنے فرمایا میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخر اسکا کیا راز ہے کہ جب تک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ بھی نہ ملائیں، آدمی مسلمان نہیں ہوتا تو دل میں یہ بات آتی کہ ہو سکتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہو اور مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ سے اسماء و صفات کی طرف تو جب تک ذات کے اقرار کے ساتھ اسماء و صفات کا بھی اقرار نہیں۔ آدمی مسلمان نہیں۔ اُسکو نفع پہونچانے کے اعتبار سے نہیں بلکہ باری تعالیٰ کے کرم سے اُسکے توکل کے واسطہ سے۔

نسمہ - ایک گنہگار درویش کے بارے میں اپنے ایک باریہ رباعی پڑھی۔

درویش کسے بود کہ نامش نبود
وز ہر دو جہاں یسج کلاش نبود
در آتش فقر اگر بسوزد صد سال
از کس طمع پختہ و خاش نبود

(درویش وہ جسکا نام نہ ہو۔ ڈو جہاں سے اُسکا کلام نہ ہو۔ وہ فقر کی آگ میں اگر سو سال
بھی جلے کسی سے اُسے کسی طرح کی طمع نہ ہو۔ نہ پختہ نہ خام)

نسمہ۔ اس بارے میں کہ بعض اہل اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں رنج و غم پہنچا۔ مگر
انہوں نے صبر کیا اور مخلوق سے پوشیدہ رکھا اپنے یہ رباعی پڑھی۔

ختم دل آنکہ در غمت مُرد و نگفت

اندوہ ترا بہ دل بسے خور و نگفت

سر در کفن وفات پیچید و برفت

غمہاتے ترا بہ آں جہاں بُرد و نگفت

(وہ دل کتنا خوش نصیب ہے کہ تیرے غم میں مر جاتے لیکن زبان نہ ہلاے۔ پے در پے

تیرا غم جھیلے مگر نہ بولے۔ سر پر کفن باندھے تیرا غم دوسرے جہان میں لیجاتے مگر

کسی طرح کاشکوہ زبان پر نہ لاتے) ایک موقع پر اپنے فرمایا جو دل کا آرام چاہے وہ

اس رباعی پر عمل کرے۔

خواہی کہ ز غم خلاص باشی بہ جہاں

در حنّانہ خود مکن کسے را پناہاں

در حجت کس گواہی خود منویس

ضامن مشود امانت از کس ستاں

(تو دنیا میں اگر غم سے دور رہنا چاہے تو اپنے گھر میں کسی کو چھپا کر نہ رکھ۔ کسی جھگڑے

میں اپنی گواہی نہ لکھا۔ ضامن مت بن اور کسی کی امانت نہ لے۔)

مولینا زین الدین محمود کمانگر بہدانی جب حجاز کے سفر سے واپس لوٹے تو اپنے

وطن مالوف بہداین تشریف لے گئے جو خاف کا ایک قریہ ہے اور قزلباش کی آمد پر قندار

آگئے اور یہاں سکونت اختیار کی اور یہیں تقریباً ۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔ یہاں سے آپکی

میت کو بہداین منتقل کیا گیا رحمۃ اللہ علیہ رحمتہ واسعہ

شیخ مراد رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی صاحبِ احوال مولینا نور اللہ کے مُریدوں میں سے تھے۔ اور اپنے پیر بزرگوار کی پائنتی آرام فرما ہیں۔

رحمۃ اللہ علیہ۔

مولینا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ | یہ مولینا محمود قواس کے مریدِ خاص تھے۔ قزلباش کی حالتِ فتور میں لاہور آکر مقیم ہو گئے۔ اور لاہور میں ہی انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولینا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی صاحبِ احوال مولینا محمود قواس کے مریدوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ صاحبِ حضور نسبت

بے تعینی تھے اور شیخ شرف الدین عراقی قدس سرہ کے مشرب پر تھے۔ مظاہرِ جمیلہ پر بھی انکی نظر تھی اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ یہ بھی لاہور تشریف لائے اور یہاں کی سکونت اختیار کی اور ستائیس کے قریب انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ اپنے ابتدائی ایامِ محسوس و تلاش میں ان سے بھی ملے تھے اور ان کے طریقہ کو پسند فرمایا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ،

شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مولینا معین الدین واعظ ہروی کے نواسے اور حضرت مولینا محمود قواس کے منظورِ نظر خدمت اور استفادہ نظرِ رحمت تھے۔ ظاہری و معنوی علوم میں کمال رکھتے تھے۔ حضراتِ صوفیہ کی بعض کتابیں اور رسائل حضرت مولینا سے پڑھتے تھے اور اسی دورانِ استفادہ ظاہری و باطنی حضرت مولینا کی زبانِ مبارک سے جو بعض مفید باتیں سُنیں، انہیں اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں جمع کیا۔ یہ ملفوظات اُن ملفوظات کے علاوہ ہیں۔ جو ہم نے مولینا کے ذکر میں اُن سے منقول فوائد کے سلسلے میں بیان کیے ہیں کہ انکو ایک اور بزرگ نے جمع کیا ہے۔

حضرت شیخ معین الدین اُن بزرگ کے اصحاب سے اکثر نقل کی ہوئی باتوں میں متفق ہیں اور بعض میں منفرد۔ اس مجموعہ کے شروع میں لکھتے ہیں کہ یہ فقیر کثیر التقصیر معین المسکین چند روز بطریق سیر و عبور چند شہروں اور مقامات پر گیا تاکہ ان بزرگوں عارفوں اور خاصانِ خدا کے حالات و کردار کے متعلق معلومات فراہم کرے۔ گو

اس سلسلے میں بہت کوشش کی اور بے آرام ہوا۔ لیکن اپنی کم علمی و بے استعدادی کے باعث کچھ بات نہ بنی۔ آخر ہندوستان سے نکلا اور بخارا پہنچا۔ وہاں سے انتہائی مشقت اٹھانیکے بعد قندھار آیا اور یہاں کا توطن اختیار کیا۔ یہاں کی سکونت کو کچھ عرصہ گزرا تھا کہ ۹۰۱ھ میں جناب ہدایت منقبت، سعادت مرتبت، صاحب الکشف والالہام، مرشد طوائف الانام مولینا زین الشریعۃ والمملۃ والدین محمود القواس البہدائی قدس سرہ تک رسائی ہوئی کہ ان جیسا اس دور میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اگرچہ سلسلہ عالیات خواجگان میں قدس اللہ تعالیٰ اُسرارہم ہر ایک دین محمدی کا راہنما اور ستاروں کی مانند ہے۔ آپ ولایت خراسان میں رشد و ہدایت میں مصروف تھے کہ وہاں امن و امان کا نظام خراب ہوا اور آپ قندھار تشریف لے آئے۔ یہاں اس عاجز نے موقعہ غنیمت سمجھا اور حضرت کی خدمت میں جا کر استفادہ شروع کیا۔ بزرگان دین کی کتابیں اور رسالے آپ سے سبقاً سبقاً پڑھتا اور پڑھنے کے دوران جو معارف و حقائق آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے عاجز اُسے قید تحریر میں لاتا جاتا۔

نیز حضرت شیخ معین الدینؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ ہوا کہ حضرت شیخ محمود القواس البہدائیؒ سے کتاب فصل الخطاب پڑھوں مگر میرے پاس کتاب کا کوئی نسخہ نہ تھا۔ سوچا خود لکھ لوں چنانچہ حضرت مولینا کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا دو روز رہے لیکن حق تعالیٰ تم تک پہنچا دیگا۔ چنانچہ حضرت کے ارشاد فرمانے کے چند روز بعد وہ کتاب مجھ تک پہنچ گئی۔

جس روز وہ کتاب مجھے پہنچی منگل کا دن تھا۔ میں نے کتاب شروع کرنیکی بات آئندہ کل کے لیے چھوڑ دی حضرت مولینا کو نور ولایت سے یہ بات معلوم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا۔

”امروز کہ ازیں کس کا رخیرے در وجودی آید غنیمت باید شمرد کہ فردا

در غیب است خدائے داند سبحانہ و تعالیٰ کہ فردا تو فیتق آن میسر گردد یا نہ“

(آج جو بھی نیک عمل انسان سے ہو جائے اُسے غنیمت جانے کہ کل کی بات غیب کی

ہے خدا ہی جانتا ہے کہ کل وہ کام کر نیکی توفیق ملے گی بھی یا نہیں۔ جو اُس تادم جمعہ کو یہ کام نہیں کرتے انہوں نے جمعہ کا دن اس سے بہتر کام کیلئے رکھا ہے اور وہ ہے مخلوق سے گوشہ نشینی اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ۔ تو اس سے بہتر کیا چاہتا ہے۔ اُس وقت آپ نے ایک عالم کا نام لیا اور فرمایا کہ وہ چلہتے ہیں کہ پڑھانے کے لیے ایک جگہ جاتیں۔ جو شخص کسی جگہ کوئی نیک کام کرے اور حق سبحانہ و تعالیٰ وہاں اُس کے لیے روزی کا سامان بھی فراہم کر دیں اُسے چاہیے کہ اُسے غنیمت جانے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو جائے اور خود کو اپنے لیے منتشر اور پریشان نہ کرے، اگر یہ خود منتشر ہو گیا۔ (مثلاً روزی سے غافل ہوا) ایک وقت آئے گا وہ اُس کا طالب و ضرورت مند ہوگا اور وہ اُسے نہ ملے گی۔ ہاں اگر خداوند تعالیٰ اُس کام کو بگاڑ دے یا یہ شخص حق سبحانہ و تعالیٰ کی خاطر اُسے چھوڑے تو اللہ تعالیٰ دوسری جگہ اس سے بہتر اُسے عطا فرمائے گا۔

نسمہ۔ نیز آپ نے تحریر فرمایا۔ کہ میں حضرت مولینا محمود قواسم کے پاس تفسیر پڑھ رہا تھا۔ تفسیر کا نسخہ حضرت کا تھا۔ مجھ سے فرمایا ہم بھی تو اسے دیکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجلد ہے (ایک ہی جلد میں ہے تو آپ کے لیے علیحدہ کیونکر ہو) فرمایا یہ میرے لیے کوئی بُت کی طرح نہیں اسکو علیحدہ علیحدہ جزو جزو کر دیا ایک جزو مجھے دو اور باقی اپنے پاس رکھو کہ حضرات مشائخ نے فرمایا ہے، کہ بُت پرستی کئی قسم کی ہے بعض لوگوں کیلئے بیوی بچے بُت ہیں۔ کچھ لوگوں کے لیے مال و جائیداد بُت ہیں اور انکی طرف میلان معنوی تحقیق کے اعتبار سے بُت پرستی ہے اور اس بارے میں یہ قرآنی آیت

دلیل ہے:-

إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۲۹)

(تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو تجویز کر رکھا ہے۔ پس یہ تمہارے باہمی دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے۔) نیز تحریر فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے مولینا کی صحبت میں کہا۔ کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ حضرت مخدوم مولینا نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ نے

اپنا مسلک حنفی سے شافعی بدل لیا تھا۔ حضرت مولینا نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے بعض لوگوں نے اڑاتی ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ حضرت مخدوم جامی مکتہ معظمہ (اللہ تعالیٰ اسکے شرف و تعظیم میں اضافہ کرے) سے شیخ سعید فرغانیؒ کی کتاب چہار مذہب کی نقل کر کے لاتے تھے اور مسائل میں زیادہ احتیاط والے پہلو پر عمل کیا کرتے تھے چنانچہ عورت اور عضو نہانی کے چھونے سے وضو کیا کرتے تھے۔

شیخ معین الدینؒ اپنے مولینا (محمود قواسؒ) کے متعلق یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپکو بیرم خاں کی یہ رباعی بہت پسند تھی اور فرماتے تھے اُس نے خوب کہا ہے

ارباب فقر بلند دست ایشانند

از جام بقلات عشق مست ایشانند

در معرض نیستی هست ہر چیز کہ هست

ہست ایشانند ہر چہ هست ایشانند

جو حضرات فقر و درویشی اختیار کرتے ہیں انکا مقام بہت بلند ہے۔ عشق الہی جو انسان کو فنا کے مقابلہ میں بقا عطا کرتا ہے۔ یہ ارباب فقر اور درویش اُس بقلات عشق کے جام میں مست ہیں۔ ہر وجود کو فنا ہے۔ اور ہر ہست نیست میں بدل جاتے گا۔ مگر ان ارباب فقر کو اس عشق الہی کے باعث جو بقلات علی ہے انکا نام ہمیشہ باقی و زندہ رہے گا۔ مولینا معین الدینؒ بھی شعر کہتے تھے۔ یہ رباعی انہی کی ہے

اے آنکھ ز اوراک ہمہ بیرونی

کنز ہر چہ ترا وصف کنم افزونی

دلہا ہمہ محبہ روح و دہن ہا خونست

کایا تو نگہبان گدایاں چونی !!

اے خدا کی وہ عظیم ہستی جو ہر ایک کے اوراک اور سمجھ سے باہر ہے۔ میں جتنی تیری وصف کروں تو ہر حال میں اس سے زیادہ ہے۔ تمام دل زخمی ہیں اور منہ خون

سے پڑ۔ تو سارے عالم کانگھبان ہے۔ پھر بھی ہم نہیں جانتے، تو کیا ہے تیری پوری
حقیقت کیا۔) مولینا معین الدین کا انتقال ۹۹۰ھ میں ہوا۔

مقصدِ اول — دوسری فصل

حضرت مخدوم مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی

فیض و تربیت یافتہ بزرگوں کے حالات کے بیان میں

خواجہ ضیاء الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مخدوم جامی کے فرزند گرامی تھے
 آپکی والدہ کی جانب سے آپکے نسب کا ذکر مع تاریخ پیدائش کے بیان کے اور مع اس خواب کے جو آپکے والد ماجد نے آپکے
 بارے میں دیکھا تھا کتاب رشتات میں موجود ہے بعض اساتذہ کی تحریر سے معلوم ہوتا
 ہے کہ مخدوم زادہ کو اپنے والد بزرگوار کے کمالات و حالات و ارادت کا پورا پورا حصہ ملا
 تھا۔ اور اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق یہ ان بزرگوار کی دریائے نسبت سے
 خوب سیراب ہوتے تھے۔ صاحب دوائر نے ان جناب کا ذکر حضرت مخدوم کے خلفاء
 میں کیا ہے۔ مخدوم زادہ قزلباش کے پُر فتن دور میں قریہ اوبہ میں چلے آتے تھے۔
 جوہرات سے پندرہ فرسخ (۲۵ شرعی میل) کے فاصلہ پر ہے۔ اپنے یہیں کی سکونت
 اختیار کر لی تھی اور یہیں ۲۵ شوال ۹۱۷ھ بروز جمعہ صبح دن چڑھے انتقال فرمایا اور یہیں
 مدفون ہوئے۔ انہوں نے اپنے چچے ایک سعادتمند بیٹا چھوڑا۔ جنکا اسم گرامی خواجہ
 نظام الدین یوسف تھا۔

واضح ہو کہ وہ حاشیہ جو مولانا عبدالغفور لاری قدس سرہ نے کتاب نفحات
 الانس پر تحریر کیا ہے اسکا باعث خواجہ ضیاء الدین یوسف ہی تھے۔
 ۱۔ مولانا عبدالغفور لاری نے حاشیہ کے ابتداء میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ ضیاء الدین

یوسفؑ کی تعریف و منقبت میں کچھ کلمات لکھے ہیں جو حضرت مخدوم زادہ کے کمالات ظاہری و باطنی کی مضبوط اور قوی دلیل ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

ایں فقیر حقیر قلیل البضاعۃ عبدالغفور لاری۔۔۔

کہ یہ فقیر حقیر کم مایہ عبدالغفور لاری۔ اس کا ارادہ جمع و تالیف کتاب کا نہ تھا نہ وہ باقاعدہ تحریر و تصنیف کی ہمت پاتا تھا خصوصاً سلسلہ عالیہ کے بزرگان قدس اللہ امرارہم کے ارشادات کہ اس عاجز کو نہ ان کا کافی ادراک ہے نہ اس کا کلام اتنا شافی اور مکمل ہے اور نہ اس کا قلب اتنا پاکیزہ کہ وہ کوئی ایسی کتاب لکھنے کی کوشش کر سکتا مگر چونکہ اب روشن ضمیر حقائق پذیر حضرت مخدوم زادہ جو اخلاق حمیدہ و صفات محمودہ کے جامع ہیں۔ ذہین طبیعت کے مالک جا بچنے پر کھنے والی فہم والے۔ حضرت عالی مقام مولینا جامیؒ کی حیات کے ثمر اور پھل (ان کے صاحبزادے) ان کے اخلاق و احوال کا خلاصہ جن کا طور طریقہ ایک حقیقی سالک کا اور جن کا فیض جاری و ساری۔ ان بلند مرتبت بزرگ کے نور نظر اس چمکنے والے چاند کے نور کا عکس اس بحر ناپید کنار سے نکلا ہوا سمندر ضیاء الملتہ والدین یوسفؑ (یعنی حضرت خواجہ ضیاء الدین یوسفؑ) اللہ تعالیٰ ان کی تمام غم و اندوہ اور تاسف کے موقعوں سے حفاظت فرمائے۔ اب چونکہ یہ کتاب نفحات الانس کے مطالعہ کی طرف مائل ہیں جو ان کے والد بزرگوار کی ایک تصنیف ہے قدس اللہ تعالیٰ رُوحہ اور اس کتاب کے بہت سے ایسے مواقع تھے جو تشریح و بیان کے محتاج تھے تو عاجز نے یہ کتاب آنحضرت مولانا جامی قدس سرہ کے سامنے رکھی تھی۔ اور ان سے اس کے مشکل مقامات کی تشریح پوچھی تھی اور ان کی زبان مبارک سے اسے سمجھا تھا۔ حضرت مخدوم زادہ نے مجھے حکم فرمایا کہ جو کچھ حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے ادا ہوا اسے جمع کروں چونکہ ان کے حکم کی تعمیل واجب تھی اور حدیث شریف میں بھی حکم وارد ہے۔

اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَهَا (الحديث)
ربلا شبہ تمہارے رب کے لئے تمہارے ایام زمانہ میں خوشبوئیں ہیں۔ تم ان سے

تعرض کرو)

تو اس کتاب سے تعرض کرنا مناسب محسوس ہوا اور یہی پخیر اس کتاب کی تالیف کا سبب بن گئی۔ انتہی۔

راقم حروف غنی عنہ عرض کرتا ہے کہ اب جبکہ مولانا عبد الغفور لاری کے حاشیہ نفعات کی ابتداء سے کچھ کلمات نقل کئے گئے تو دل میں آیا کہ اس حاشیہ سے دوسری جگہ سے بھی تبرا کچھ پیش کر دیا جائے اور وہ یہ ہے۔

نسمہ: شیخ علاؤ الدولہ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:۔
 ”وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِنَزَا هَتْهِ مِنْ جَمِيعِ مَا يَخْتَصُّ بِهِ الْمُمْكِنُ
 فَهُوَ ظَالِمٌ حَقِيقِي“

(جو اللہ پاک کے ان تمام پیروں سے پاک ہونے پر یقین نہ لائے جو کسی طرح بھی ممکن الوجود یعنی مخلوق کے ساتھ مخصوص ہو سکتی ہیں تو وہ صحیح معنی میں ظالم ہے) اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا عبد الغفور لاری ”حاشیہ نفعات“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ارباب مسئلہ توحید کا کہنا ہے کہ کمال کا حقیقی مرتبہ یہ ہے کہ اس کا کسی دوسری پخیر پر کسی درجہ میں بھی انحصار نہ ہو۔ اگر محسوس ہونے والے مظاہر کے ساتھ اسے مقید کریں تو تشبیہ لازم آتی ہے جو مادیات کے ساتھ وابستہ ہے از قبیلہ مجردات وہ لائق شمار ہو جاتا ہے۔ تو کمال تنزیہ (خدا کا منزہ اور پاک ہونا) یہ ہے کہ وہ ہستی ممکن کی تمام صفات سے پاک ہو خواہ وہ مجرد ہوں یا مادی۔۔۔۔۔

نسمہ: شیخ علاؤ الدولہ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے جو انہوں نے توحید و جود کے رد کے سلسلہ میں شیخ عبد الرزاق کا سنی قدس سرہ کو لکھا تھا اپنے ان کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ أَيُّهَا الْمُسَبِّحُ۔ لَوْ سَمِعْتَ مِنْ أَحَدٍ أَنَّهُ يَقُولُ فَضْلَةُ الشَّيْخِ عَيْنُ وَجُودِ الشَّيْخِ لَا تُسَامِي الْبُتَّةَ بَلْ تَغْضَبُ عَلَيْهِ فَكَيْفَ يَسُوءُ لِعَاقِلٍ أَنْ يَنْسِبَ

إِلَى اللَّهِ هَذَا التَّهْذِيْبَانِ

راے اللہ کی پاکی بیان کرنے والے اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ اگر تو کسی کو یہ بات کہتے ہوئے سُنے کہ شیخ کا فضلہ (اس سے نکلی ہوئی نجاست و پلیدی) عین وجود شیخ ہے تو اسے پسند نہ کرے گا بلکہ اس شخص پر غصہ کرے گا۔ تو کیسے کسی صاحب عقل کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ پاک کی طرف اس ہذیان و بیہودہ بات کو منسوب کرے؟
 لسمہ: مولانا لکھتے ہیں کہ ارباب توحید اگر اشیاء کے ساتھ حق کی معیت کو اس معیت پر قیاس کریں جو جسم کی معیت جسم کے ساتھ سمجھتے ہیں تو اس سے خرابی لازم آئے گی وہ معیت ان کے خیال کے مطابق معیت وجود کی طرح ہے۔ ماحیات کو ماحیات کوئی کے ساتھ ملوث نہ کریں بخلاف اس معیت کے جو فضلہ کے ساتھ ہے کہ یہ جسم کی جسم کے ساتھ معیت کے قبیلہ سے ہے اور جسم ملوث ہو سکتا ہے۔ اور آپ نے مختلف مقامات پر اس طرح کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں اور بعض اکابر نقشبندیہ کے کلام کا حاصل اور اس مقالہ کی مناسبت واضح ہے اور اسی ضرورت کے تحت ہم نے اس حاشیہ سے اقتباسات نقل کئے۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے اس ارشاد کی تشریح میں جس میں آپ نے فرمایا:-

طریقہ ماصحبت است بشرط نفی بودن در یکدیگر

• (ہمارا طریقہ صحبت ہے ایک دوسرے میں نفی کی شرط کے ساتھ)
 لسمہ: آپ نے تحریر فرمایا یعنی ایک دوسرے پر نظر نہیں ڈالتے بلکہ ان کی نظر امتثال امر اور حکم بحال لانے پر ہوتی ہے۔ اس کلام کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمام طالبان راہ سلوک باہم ایک دوسرے سے صحبت رکھیں تو اس میں بہت خیر و برکت ہے۔

لسمہ: تحریر فرماتے ہیں چونکہ ہر ایک دوسرے کو متاثر کرتا ہے اور اس طرح صحبت و اجتماع سے نسبت تمام حاصل ہوتی ہے بعض اکابر نے فرمایا کہ اگر مبتدی اپنے ابناء جنس مبتدیوں کے ساتھ صحبت رکھے تو اس نسبت میں ایسی

قوت پیدا ہوتی ہے جیسے پیر و مرشد کی صحبت سے یہ آپنے ان کے قول کی تشریح میں فرمایا کہ توحید کے راز تک آدمی پہنچ سکتا ہے لیکن معرفت کے راز تک نہیں۔

نسمہ ۱۰ تحریر فرماتے ہیں کہ توحید کا راز دل کو غیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے خالی کر لینا ہے اور معرفت کے راز سے مراد خدا کا تفصیلی علم ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ پہلی چیز ممکن ہے اور موجود ہو سکتی ہے۔ دوسری نہیں۔ آپنے خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کے اس ارشاد کی تشریح فرمائی کہ پہلے خدا کی عنایت ازلی پر نظر رکھنی چاہیئے اور اس عنایت بے علت کا امیدوار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی طلب سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔

نسمہ ۱۱ تحریر فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر ہو جائے اسے خدا کے فضل و عنایت کے باعث جاننا چاہیئے تاکہ عجز و انکسار اور نیاز و تضرع کی صفت جو اس سلسلہ عالیہ میں لازم ہے سوور نہ ہو۔ اس لئے کہ استناد امور سے غفلت حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و عنایت سے اپنی اور اپنی استعداد کے لیے استناد اشیاء کی موجب ہوگی۔ یہ عین فنائیت ہے کہ اس امر کی لقیض جو اس سلسلہ میں لازم ہے۔ آپ کے اس ارشاد کی شرح بیان کرتے ہوئے کہ وسوسوں کو رد کرنا بڑی ہمت و قوت کا کام ہے فرمایا کہ وسوسوں کو دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے کہ گھر کر لیں ورنہ فیض جاری ہونے کے مقامات میں گرہ لگ جاتی ہے۔

نسمہ ۱۲ آپنے تحریر فرمایا وسوسوں کا دل میں گھر کرنا اس کا فعل ہے لیکن وسوسہ کا دل میں گزرنے اس کی طرف سے نہیں۔ یعنی پہلا فعل اختیاری ہے اور دوسرا غیر اختیاری اور اس کلام کی شرح میں جس میں فرمایا۔ در خود رفتن (اپنے اندر جانا) ہے و از خود رفتن (اور دل سے گزرنے)

نسمہ ۱۳ ہر آپ نے تحریر فرمایا کہ غیر سے شعوری طور پر غائب ہونا اپنی جانب اس معنی میں ہے کہ کبھی کبھی اس کا شعور موجود ہے نہ یہ کہ اس کا شعور قطعاً معدوم ہو گیا ہے اس لئے کہ خود کا شعور علم حضوری کے قبیلہ سے ہے اور کسی شخص

کی خود سے علم حضوری اس کا عین ہے اور اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ کوئی شخص حقیقت سے جدا نہیں ہو سکتا اور ”در خود رفتن“ (اپنے اندر جانا) علامت و نشانی ہے ”از خود رفتن“ (دل سے گزرنا) کی اور اس کا اثر ہے اور اثر نشانہ ہی کہ تلبے ایک ایسی چیز کی جو موجب اثر اور اثر کو ختم دینے والی ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے اس ارشاد کی کہ:

أَلْمُحَافَظَةُ عَلَى الْإِمْرِ الْوَسْطِي فِي الطَّعَامِ
لَا فَوْقَ الشَّيْعِ وَلَا الْجُوعِ الْمُمْرِ ط!

”(کھانے میں میانہ روی کی پابندی۔ نہ سیری سے زیادہ اور نہ انتہائی درجہ کی بھوک) شرح میں آپ نے فرمایا:

نسمہ شکم سیری سے زیادہ کھانا فیض جاری ہونے کے راستوں کو بند اور مسدود کر دیتا ہے اور حد درجہ کی بھوک مزاج کو ضعیف و کمزور بنا دیتی ہے۔ بزرگوں نے فرمایا شکم سیری و حالت بھوک میں انسان کو فرشتہ صفت ہونا چاہیے اس لئے کہ فرشتے نہ شکم سیر ہیں نہ بھوکے۔

حضرت خواجہ احمد قدس سرہ کے ارشاد کہ دل کے التفات غیر سے خالی ہوئے بغیر کسی قسم کی خاموشی اختیار کی جائے اس کا پانا ممکن نہیں“ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ نسمہ و ردل کا التفات غیر سے خالی ہونا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر مزاحمت غیر کا شعور نہ باقی رہے نہ یہ کہ مطلقاً شعور ہی ختم ہو جائے، اس لئے کہ شعور کا مطلقاً ختم ہو جانا، نا دور ہوتا ہے اور اچک لے جانے والی برق کی طرح ہوتا ہے۔

آپ کے اس قول کی شرح جس میں آپ نے فرمایا کہ سیر کی انتہا اس انتظار کے حصول سے عبارت ہے آپ نے تحریر فرمایا کہ نہایت نہایت الی اللہ اس کا انتظار ہے اس بنا پر کہ اس کا انتظار نتیجہ کا انتظار ہے اور نتیجہ کا انتظار قطع مسافت کے بعد ہوتا ہے۔ اسی بناء پر کہ انتظار نہایت سیر ہے اور ان خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی ابتداء یعنی جو چیز انتہا میں ہوتی ہے۔ یہ بزرگ ابتداء میں اس کا حکم فرماتے ہیں۔

مولانا نے نفحات الانس کے حاشیہ پر حضرت مخدوم رح کے حالات لکھے ہیں اور وہ تکملہ کے طور پر مشہور ہے۔ اس میں ایک قیدی کی رہائی سے متعلق حضرت مخدوم رح سے ایک حکایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس کی رہائی کا ارادہ کرتا ہوں۔ ستر وحدت غالب آجاتی ہے اور توحید کے معنی کا غلبہ ہوتا ہے۔ وہ غم و دکھ دور ہو جاتا ہے اور بغیر اس غم و دکھ کے کوئی کام نہیں انجام پاسکتا۔ نیز وہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ اور مختلف سلاطین حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچتے تو آپ کم ان کی نصیحت کے لئے زبان کھولا کرتے اور اس کے راز کے سلسلے میں فرماتے کہ نصیحت کرو یا نہ کرو وہ عمل نہ کریں گے جو فقیہ کی صحبت سے متاثر نہ ہو وہ اس کی نصیحت سے بھی متاثر نہ ہوگا۔

واضح ہو کہ ایک بزرگ نے اپنے رسالہ میں حضرت مولانا عبد الغفور رح کا ارشاد نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ہرات آیا تو عجیب طرح کی مشکلات میں گھرا ہوا تھا جب حضرت مخدوم جامی قدس سرہ السامی کی صحبت شریف میں پہنچا تو آپ نے روزمرہ کی گفتگو کے ضمن میں کچھ اس طرح میری مشکلات حل فرمادیں کہ مجھے کامل یقین ہو گیا کہ انہیں براہ راست اللہ پاک کی طرف سے القاء ہوتا ہے۔

ساؤج لفظ "ساوہ" سے مُعَرَّب ہے | از) مولانا علاؤ الدین ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ | اور وہ مرد کے قریب اس سے چند

مرحلہ پر ایک شہر ہے۔ حضرت مولانا علاؤ الدین ساؤجی رح صاحب کمال حضرت مخدوم جامی قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت مخدوم رح کی صحبت کے اکتساب سے قبل مختلف عارفین و صلحاء کی صحبت میں بھی رہے۔ جب ان قطب زمانہ (حضرت مولانا عبد الرحمن جامی) کے آستانہ پر پہنچے تو وہیں اقامت اختیار کر لی اور کئی سال حضرت کی خدمت میں گزارے پھر حضرت مخدوم سے اجازت لے کر اپنے وطن مالوف کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ زندگی گزاری اور یہیں ۹۶۷ھ میں دارفانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کی عمر شریف نوے سال سے متجاوز تھی۔

از) مولانا حاجی رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی حضرت مخدوم مولانا جامی رح کی صحبت سے مستفید ہوئے

اور عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہے۔ اس دور کے ایک فاضل نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم جامیؒ جتنی شفقت و محبت آپ سے فرماتے تھے اپنے اصحاب میں کسی دوسرے سے کم ہی کرتے تھے۔

حضرت مولانا نے حجاز کے کئی سفر پاپیادہ فرمائے اور وہاں اس دور کے بعض مشائخ کبار سے بھی ملاقاتیں فرمائیں رحمہم اللہ سبحانہ۔

(۱۷) حضرت صالح تمیمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ | صاحب دوا بر مرنے آپ کو بھی حضرت مخدوم جامیؒ کے یاران

منظور و صاحب نسبت و حضور میں سے شمار کیا ہے۔ خود آپ نے بھی اپنے غزلیات کے دیوان میں اس سلسلہ عالیہ سے وابستگی کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا شعر ہے ہ

شہیدے نقشبازد از غزل بر صفحہ عالم

ہر آن نقشے کہ زرد از فیض شاہ نقشبند آں زرد

ایک شہید (مشہدی) نے صفحہ عالم پر اپنی غزل سے نقش کھینچے ہیں جو نقش بھی کھینچا ہے وہ شاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ کے فیض سے کھینچا ہے، قزلباش کے دور آشوب میں ہندوستان تشریف لے گئے اور وہیں سے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ یہ شعر آپ ہی کا ہے۔ فرماتے ہیں ہ

بیائے عشق آتش زن دل افسردہ مارا

بنور خود منور کن تن پتر مردہ مارا

اے عشق آ اور ہمارے افسردہ دل کو گرمادے۔ ہمارے پتر مردہ کلائے ہوئے

جسم کو اپنے نور سے منور کر دے)

(۱۸) شیخ مودود لدی رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مولانا عبدالغفور لدیؒ کے شاگرد تھے۔ بظاہر بابا نظام کے مرید تھے مگر

بطریق خدمت حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے بھی تربیت یافتہ تھے صحبت کامل کے مالک تھے۔ صاحب جذبات و تفرید و تجرید تھے۔ اسرار و مواجید سے نوازے

گئے تھے۔ نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے مبارک دور میں ہندوستان تشریف لائے
آگرہ میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ پانی پت شاہ جہاں آباد کے نواح و اطراف میں مشہور
مقام ہے۔ وہاں میاں شیخ امان پانی پتی ایک بزرگ تھے۔ ان سے بعض حضرات نے
استفادہ کیا تھا یہ ان کے ایک شاگرد کے پاس تشریف لائے اور اسی شہر میں سکونت اختیار
فرمائی۔ وہاں مشہور کتاب فصوص الحکم کا درس دینا شروع کیا اور اس کتاب پر تعلیقات و
حواشی بھی لکھے۔ اور یہیں رمضان المبارک ۹۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔

میاں شیخ امان پانی پتی جن کا ابھی ذکر ہوا۔ ہندوستان کے مشہور عارفین و اکابر میں سے
ہیں۔ حضرات صوفیہ کے علوم میں انہیں یدِ طولی حاصل تھا اور اس سلسلے میں ان کی کئی
ابھی تعلیقات ہیں۔ انہیں میں ”نواح“ پر حاشیہ بھی شامل ہے۔ جو انہوں نے بہت تفصیل
سے لکھا ہے۔ ان کا وصال ۹۵۷ھ میں ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(vi) مولانا حافظ الدین بہیقی رحمۃ اللہ علیہ | یہ بہیقی کے رہنے والے تھے جو بہرات
سے دو فرسخ کی مسافت پر ایک مقام
ہے۔ کلام عرب میں ایک کلمہ میں ج کاف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شیخ ابن حاجب
مالکی نے شافیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ وہ بچن کو بہقی کہتے ہیں۔ مولانا حافظ الدین بہیقی
حضرت مخدوم مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی صاحب وقت و حضور سے استفادہ کرنے
والوں اور ان کے فیض یافتہ حضرات میں سے تھے اور ان کے منظور نظر تھے اور دانش و
فضیلت میں خصوصاً علم تجوید و قرأت میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ اور اس علم میں آپ کی ایک
تصنیف بھی ہے جو بہت مفید ہے اور حضرات صوفیہ ارباب حال کے مشرب میں آپ کے
خوبصورت اشعار بھی ہیں۔ حالی تخلص فرماتے تھے۔ یہ دو شعر آپ کے ہیں۔

بنائِ مثل تو شاہی ہے کہ بودہ است و کہ باشد
بہ حسن ہچو تو ماہی ہے کہ بودہ است و کہ باشد
تو آفتاب جہاں تابے از تو و لیکن
چو من برویہ سیاہی ہے کہ بودہ است و کہ باشد

(اے شاہ بھلا ترے جیسا ناز و انداز کس کا ہو گا اور اے چاند بھلا ترے جیسا حسن کس کا ہو گا۔ تو آفتاب جہاں ہے اور تجھ سے ہر شے روشن مگر مجھ جیسی سیاہ بختی و تاریکی بھلا کس کی ہو گی)

مولانا محمد ہاشم بیہقی رحمۃ اللہ علیہ | یہ مولانا حافظ الدین بیہقی رحمہ کے صاحبزادے تھے اپنے والد ماجد کی نسبت سے بہرہ مند تھے۔ کئی سال خراسان میں طالبانِ طریقت کے لئے آپ کے فیوض عام رہے۔ یہاں تک کہ بعض طالبان آپ سے نعمتِ عظمیٰ کو پہنچے ہیں انہی میں مولانا عبدالقدوس قہستانی اور مولانا سید محمد میر دولت کمرخی ہیں۔ اور یہ تین بزرگ جن کا ابھی ذکر ہوا۔ مولانا عبدالقدوس اور مولانا میر دولت مذکور سلسلہ شریفہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ شیخ احمد جو بہت بڑے ولی تھے ان سے بھی بہرہ مند ہوئے ہیں اور مولانا سید محمد جو تاحال قہستان میں گوشہ نشینی اور حضور صفا کی زندگی گزار رہے ہیں وہ بھی شیخ احمد مذکور کے مریدوں میں سے ہیں اور مولانا شاہ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ جو ان اکابر کی نسبت کے باعث صاحبِ نصیب ہیں انہی شیخ مذکور کے فرزند ہیں آپ کے والد بزرگوار مولانا محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ کورستانی ہیں۔ وہ حضرت صوفی کے فرزند ہیں جو مولانا زین النجافی قدس اللہ اسرارہما کے کبار اصحاب میں سے ہیں مولانا مقیم بھی اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر سلسلہ سہروردیہ میں بڑے راسخ تھے۔ اچانک اتنے سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ مولانا محمد امین مذکور ان سے سسرالی رشتہ رکھتے تھے۔ ایک بار ان کی عیادت کو آئے۔ ان سے اشارۃً فرمایا منت مانو کہ اگر حق سبحانہ و تعالیٰ تمہیں شفاء کرامت دے دے تو تم سلسلہ عالیہ نقشبند سے منسلک ہو جاؤ گے۔ انہوں نے بخوشی قبول فرمایا۔ اس روز سے آپ کی طبیعت سنبھلنے شروع ہو گئی یہاں تک کہ کامل صحت نصیب ہوئی چنانچہ اس منت اور عہد کی رو سے آپ نے مولانا محمد امین کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی صحبت کی برکت سے ان بزرگوں کی نسبت شریفہ حاصل کی۔ پھر کئی سال خاموشی و انکساری میں وقت گزارا اور ان علاقوں میں صفائے قلب و حسن کردار اور تربیتِ طالبانِ طریقت میں مصروف رہے۔ سالہا کے قریب حجاز کے سفر مبارک کی طرف متوجہ ہوئے

جب سفر حجاز سے واپس ہوئے تو ۱۳۱۵ھ کے قریب کربان میں ۹۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی میت کو وہاں سے ہرات لایا گیا۔

میر حسن ادبہی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد امین کے خاص اصحاب میں سے تھے بلخ میں حضرت مولانا بزرگ و حضرت مولانا خورد کی صحبت شریف میں رہے اور مولانا دوست صحاف رح کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ ان تینوں بزرگوں کی خالص نظر عنایت ان پر رہی۔ آج قریب ادبہ میں جو دیار خراسان میں ہے آپ بقیہ حیات ہیں اور آپ کی عمر شریف سو سے تجاوز کر چکی ہے۔

مولانا حسین نسفی رحمۃ اللہ علیہ | آپ اگرچہ اپنے والد بزرگوار مولانا فخر الدین حسین سے بیعت تھے اور مولانا فخر الدین حسین۔

حضرت مولانا علاؤ الدین مکتب دار کے مرید تھے۔ رحمہما اللہ لیکن اپنے والد کے انتقال کے بعد مولانا محمد امین سے بھی بہرہ ور ہوتے یہاں تک کہ آج جبکہ ۱۳۱۹ھ ہے وہ قریب سا شان میں بقیہ حیات ہیں جو ہرات کے مضافات میں ہے (اللہ تعالیٰ اسے تمام آفات سے محفوظ رکھے) آپ کی عمر اس وقت اسی سال سے تجاوز کر چکی ہے جو چچے تراشتے ہیں اور اس سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے فرزند مولانا عبد اللہ بھی اپنے والد کی نسبت معنوی سے بہرہ ور ہیں سلمہما اللہ سبحانہ،

واضح ہو کہ خراسان میں حضرت مخدوم اللنام مولانا عبد الرحمن جامی کے زمانہ سے ہمارے دور تک اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے بزرگ گزرے ہیں کیا اولیاء عزت و گوشہ نشینی اور کیا اکابر صاحب ہدایت و ارشاد لیکن چونکہ ان بزرگوں کے حالات معتبر ذرائع سے اس عاجز کو نہیں پہنچے اس لئے اس عاجز نے ان کے احوال گرامی لکھنے میں توقف کیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے جب بھی ان بزرگوں کے معتقدین کے رسائل سے معتبر ذرائع سے یہ حالات اس حقیقہ کو پہنچے یہ عاجز انشاء اللہ العزیز اس کتاب میں شامل کر دے گا۔ اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کے متاخرین اکابر اور سلسلہ عالیہ کبرویہ کے مشائخ رحمہم اللہ میں اولیاء کاملین اور صاحب دل بزرگوں کے حالات

جو ان علاقوں میں گزرے یا اب موجود ہیں انشاء اللہ اپنی کتاب صفحات الانوار میں لکھوں گا اگر اللہ جل شانہ کی تائید و عنایت شامل حال رہی۔

سید مرتاض مجذوب و مغلوب فانی ربانی امیر جعفر ہروی قدس سرہ کئی سال خراسان میں طالبان طریقت کے لیے مشعل ہدایت و فیض بخش رہے۔ ۱۰۲۷ھ میں انتقال فرمایا۔ بزرگوں کے راہنما حضرت خواجہ عبید اللہ جو خواجہ احرار کے نام سے مشہور ہیں (قدس سرہ) یہ ان کی روحانیت سے بھی تربیت یافتہ تھے تو ان صاحب کمال عارف کا ذکر یہاں کرنا چاہیے تھا لیکن چونکہ بظاہر انہیں نور ہدایت اور آداب طریقت کی تعلیم میرزا قاسم لنگری قدس سرہ سے ملی تھی جو شیخ واشکی قدس سرہ کے مریدوں میں سے ہیں وہ حضرت مخدوم ربانی شیخ حاجی محمد جو شانی قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے تو اس سلسلہ شریفہ کے خلفاء کے ذکر کے ضمن میں صفحات الانوار میں ان کے حالات لکھوں گا۔

vii مولانا محمد صلاح رحمۃ اللہ علیہ | انہوں نے بھی حضرت مخدوم مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ سے استفادہ کیا تھا۔ ایک معتبر

ہستی کا کہنا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے لیے حضرت مخدوم جامیؒ کا اجازت نامہ جو اجازت طریقت کے لیے حضرت نے آپ کے لیے لکھا تھا آپ کے سامان سے برآمد ہوا۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ مولانا محمد صلاح حضرت مولانا شمس الدین محمد رومی قدس سرہ کے بھی فیض یافتہ تھے۔ مختصر یہ کہ صاحب علم و فضیلت اور صاحب حضور و نسبت تھے شیخ ربانی خلیل اللہ بدخشانی کہ رومی قدس سرہ کے اجلۃ اصحاب میں سے ایک درویش نے اس عاجز کو بتایا کہ ہمارے شیخ فرماتے تھے کہ قابل فخر شہر بخارا میں ابتداء سلوک کے ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا۔ کسی نے مجھ سے خواب میں کہا کہ مولانا محمد صلاح کے اورد میں سے ایک ورد سے تجھے بہت سے فائدے حاصل ہوں گے اور اس وقت حضرت مولانا بخارا میں بقید حیات تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا میرے تو بہت سے اورد و وظائف ہیں۔ تمہیں کس ورد کے بارے

میں ہدایت ہوتی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اچھا مناسب یہ ہے کہ میں اپنے ورد پر ہٹتا جاتا ہوں۔ جہاں تمہارا دل ٹھہر جائے اسی ورد کو تم وہ ورد سمجھنا جس کی تمہیں خواب میں ہدایت ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کے اوراد میں سے اس دعا پر میرا دل ٹھہر گیا۔

اللَّهُمَّ ارْجُو رَحْمَتَكَ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرَفَةً عَيْنٍ
وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے نفس کے سپرد نہ کجیو اور میری پوری حالت کی اصلاح فرمائیو۔ اے جلال والے اے عزت والے میں نے اس دعا کو اپنا معمول بنالیا اور اس دعا سے مجھے بڑی کٹاش نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا کی بعض تصانیف بہت مقبول ہوئیں۔ انہی میں مختصر وقایہ جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

نسمہ۔ اس کتاب کے دیباچہ میں دینی عقائد کا بیان ہے اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا اگر دنیا کے تمام عقلاء اسے پوری پوری طرح سمجھنا چاہیں نہیں سمجھ سکتے۔ ان کا اس بارے میں سمجھنا کچھ اس طرح کا ہو گا جیسے ایک اندھا ایک سرائے میں آجاتے جہاں ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی ہوئی ہو مگر اس کا پاؤں کبھی ایک چیز سے ٹکراتے اور وہ کہے کہ یہ چیز راستہ میں کیوں رکھی ہے اور پھر ٹکراتے اور وہ یہی کہے

لے مسند ابی داؤد الطیالسی۔ مجمع الزوائد (۱۳۷/۱۰) اور الفردوس للذیلعی وغیرہ میں
اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ ارْجُو ہے مجمع میں بحوالہ طبرانی یہ دعا کُلُّہا تک ہے۔ مسند طیالسی اور
فردوس میں آخری کلمات لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ہیں ایک دوسری حدیث میں اِنظُرُوا بِمِثْلِ
ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ آیا ہے۔ شاید اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے مولانا صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے
آخری الفاظ شامل کئے ہیں۔ واللہ اعلم (اشرف)

حالانکہ وہ نابینا خود ہی صحیح راستہ نہ چل رہا ہو اور راستہ اسے نظر نہ آ رہا ہو۔
 مولانا محمد صلاح ہرات کے باشندے تھے لیکن قزلباش کی فرمانروائی کے بعد سے
 خراسان سے بخارا چلے گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی تھی جیسا کہ اس کا بیان
 آتے گا۔ اور وہیں آپ کا انتقال ہوا۔ سمرقند میں آپ کے ایک خاص مرید مولانا سید محمد تھے
 جو شیخ سوختہ کے نام سے مشہور تھے یہ کافی عمر رسیدہ فاضل اور صاحب دل بزرگ تھے
 رسالہ گنج الطالبین میں لکھتے ہیں کہ اس نحریر کے وقت فقیہ کی عمر چھیانوے سال
 ہو چکی ہے۔ اس کے بعد بھی آپ کچھ عرصہ زندہ رہے۔

واضح رہے کہ اس کتاب میں متعدد مواقع پر بعض بزرگوں کے عراق و خراسان
 سے ماوراء النہر اور ترکستان اور ہندوستان منتقل ہو جانے کا ذکر آیا ہے کہ قزلباش فتنہ
 کے باعث انہیں ایسا کرنا پڑا۔ مختصر طور پر اس واقعہ کا بیان کر دینا ضروری ہے تاکہ
 آئندہ جب بھی اس فتنہ اور پوریش کا ذکر آئے اسے سمجھنا آسان ہو۔
 مختصر یہ حادثہ اس طرح پیش آیا کہ شہر کے قریب بے دینوں کے ایک گروہ
 نے جنہوں نے شیعہ مذہب اختیار کیا ہوا تھا خروج کیا۔

شاہ اسماعیل بن حیدر جو پانچ واسطوں سے شیخ صفی الدین اردبیلی کی اولاد میں
 سے ہے اگرچہ اس کا اعتقاد و کردار اپنے جد بزرگوار کے طریقہ پر نہیں ہے یہ بلا و عجم و عراق
 پر قبضہ کر کے بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ فتنہ روز بروز بڑھتا رہا یہاں تک کہ خراسان کی حدود
 تک پہنچ گیا۔ یہاں کی حکومت ان دنوں سلطان حسین میرزا انا ر بڑ ہائے کے فوت ہو
 جانے اور اس کے بیٹوں کے کمزور پڑ جانے کے باعث ماوراء النہر اور ترکستان کے
 والی محمد خان شیبانی کے ہاتھ آگئی تھی جو شاہ بیگ خان کے نام سے مشہور تھا۔ ۹۱۶ھ
 میں مرو کے مقام پر محمد خان شیبانی اور شاہ اسماعیل بن حیدر کے درمیان معرکہ ہوا۔ خدا کا
 کرنا کہ محمد خان شیبانی کی فوج کو شکست ہوئی اور شیبانی جنگ میں کام آگیا۔ شاہ اسماعیل
 نے مرو میں فارت گری شروع کر دی اور ہرات کی طرف بڑھا اور اپنے باطل مذہب کی ترویج
 کے لیے اس نے کمر ہمت باندھ لی۔ شہر ہرات ان دنوں سلطان حسین مرزا اور امیر کبیر علی

شیر (اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی کوششوں کو قبول فرماتے) کی کوشش و خدمت کے باعث عارفین و علماء کا مسکن بن گیا تھا اور یہاں بڑے بڑے بزرگ جمع تھے۔ قزلباش کے غوثی ہاتھوں سے بعض بزرگوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور وہ شہید ہوئے۔ بعض دوسرے قریبی ممالک کی طرف ہجرت کر گئے۔

جو بزرگ اس فتنہ کے دور میں شہید ہوئے اور ان نیک بختوں کے زمرہ میں نمایاں ہوئے وہ شیخ الاسلام علامۃ الانام حضرت مولانا سیف الدین تفتازانی تھے۔

مولانا سیف الدین تفتازانی اعلم المحققین والمدققین حضرت مولانا سعد الدین تفتازانی کے نواسے تھے (رَوَّحَ اللہُ رُوحَہَا) اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کی ارواح کو راحت و آرام میں رکھے یہ معقول و منقول اور فروع و اصول تمام علوم میں یگانہ روزگار تھے اور دین و دیانت اور تقویٰ میں اس زمانہ میں ان کی کوئی مثال نہ تھی۔ چالیس سال سے زیادہ یہ خراسان میں طالبان علم کے لیے بذریعہ تدریس و تصنیف باعث فیض رہے تھے اور ان کی بعض تصنیفات ایسی تھیں جیسے حاشیہ تلویح اور حاشیہ شرح وقایہ جو ساری دنیا میں مشہور تھیں۔ اور ان کے عظیم شاگردوں میں ایسی ہستیاں بھی تھیں جیسے حضرت مولانا عصام الدین ابراہیم۔ مولانا عبدالعلی برجدی۔ مولانا احمد جند مولانا حنفی۔ مولانا شمس الدین محمد بحر آبادی۔ مولانا حاجی تبریزی۔ میر ابو البقاء۔ مولانا ناصر وغیرہ کثیر البرکات و التصنیفات علماء جو تمام دنیا میں مشہور تھے۔ رَحِمَہُمُ اللہُ بِسَحَابَہُ۔

شیخ الاسلام مولانا سیف الدین تفتازانی کی شہادت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ظالم تراکمہ اپنے ہادشاہ کے کہنے پر گزشتہ سال کے جمعوں میں سے ایک جمعہ کو کنگان کی مسجد میں جمع ہوئے اور مولانا زین الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ پر زور دیا کہ وہ حضرات خلفائے ثلاثہ (حضرات ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لعنت ملامت کریں۔ اور انہیں ڈرایا دھمکایا کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا مردانہ وار منبر پر تشریف لے گئے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی جو واہب العطیات (عطا کرنے والا) ہے اور

سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتمیحات کی نعت پڑھی۔ جب آپ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی منقبت پر پہنچے تو آپ کو اسلام کی غیرت و حمیت آگئی۔ اس دار فانی کی تکلیف اور اذیتوں پر حق تعالیٰ کی رضا اور جاودانی نعمتوں کا تصور آپ پر غالب آگیا۔ آپ نے رضائے الہی کو اپنے لیے پسند فرمایا آپ کی آنکھیں پر ہم ہویں اور آنسوؤں کے چند قطرے آپ کے رخسار مبارک پر گرے آپ نے ارشاد فرمایا اتنے سالوں سے میں اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر خطبہ پڑھتا چلا آیا ہوں آج اگر بالفرض میری نوعمری ہوتی (صبح ایام حیات) اور میں دو جہان کے اس رخسار کے سووے سے اپنی جان کی حفاظت کرتا اور اسے بچاتا تب بھی برا ہوتا چہ جائیکہ اب جبکہ میرا بڑھاپا ہے۔ میں ایسی بے دینی و بددیانتی کا ارتکاب کروں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ۔ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں آپ نے یہ فرمایا اور حضرات صحابہؓ کے اسمائے گرامی کو پوری تعظیم و ادب سے پڑھنا شروع کیا یہ سننا تھا کہ ظالم ترا کہ نے ان روشن صفات والے روشن ضمیر والے بزرگ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا۔ منبر سے نیچے گرایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اکابر دوسرے گوشوں میں چلے گئے۔ دوسرے دن شاہ اسماعیل بن حیدر نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیف الدین تفتازانی کو بلایا اور ان سے کہا حیف تیرا شیخ اتنا دانشمند پھر بھی غلط راہ پر چلا گیا۔ آتشِ شیعہ مذہب قبول کر لے اور صحابہ کو گالیاں دے ان پر لعنت ملامت کر۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے بچے تو دین کو کیا جانے کہ مجھے اس کا سبق پڑھا رہا ہے۔

ان لوگوں کو لے آج نہیں اس دین کے بارے میں زور آوری کرنی ہو۔ اگر ان کی بات لوگوں کے دل کو لگے تو اس کے مطابق عمل کر۔ اور اگر میں اپنے دین کی برتری لوگوں پر واضح کر دوں تو پھر تو اپنا مذہب چھوڑ دے یعنی شیعہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت والجماعت کا مسلک اختیار کر۔ شاہ اسماعیل بن حیدر نے یہ سن کر روتے سخن اپنے علماء کی طرف کیا اور کہا کہ ہاں کہو کیا کہتے ہو وہ علماء گھبرا گئے اور بولے کہ ان لوگوں کے ساتھ باتوں میں نہیں جیتا جاسکتا۔ چنانچہ بادشاہ اب شیخ الاسلام کے ساتھ خشونت و بدتمیزی کے ساتھ پیش آنے لگا اور اپنے باطل مذہب کو اختیار کرنے پر زور دینے لگا۔ شیخ الاسلام نے اب اپنی جان سنبھالی پر رکھ لی اور پورے

جوش ایمانی کے ساتھ مسلک اہل سنت والجماعت کی تشریح شروع کر دی اور جو کچھ کہنا تھا کہا
 اچانک تیرہ بخت بادشاہ نے ایک تیر شیخ الاسلام کے سینہ میں پیوست کر دیا حضرت نے اپنے
 دست مبارک سے وہ تیر نکالا۔ حضرت کے سینہ سے خون کا ایک فوارہ پھوٹ نکلا اور سارے
 کپڑے خوناخون ہو گئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے وہ خون اپنے چہرہ مبارک پر ملا اور فرمایا
 ”الحمد لله والمنته کہ پس از ہشتاد سال عمر بر اثبات دین حق و ابطال مذہب

باطل محاسن خود را بخون شہادت رنگین دیدم“

(خلا کا شکر ہے احسان ہے کہ اسی سال اپنی عمر سچے دین کو سچا ثابت کرنے اور
 مذہب باطل کو باطل ثابت کرنے کے بعد اب میں اپنے کپڑوں کو خون شہادت سے رنگین
 دیکھ رہا ہوں)

بادشاہ نے غصہ میں حکم دیا کہ شیخ الاسلام کو ایک اونچے درخت پر لے جاؤ اور پھر
 اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو تاکہ ملت بیضا کے درخت کا یہ باغبان
 أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ابراہیم ۱۴: ۲۴)
 (اس کی جڑیں مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں)

مع اس درخت کے نیچے زمین پر آرہے۔ آپ کو اس وقت بڑے بازار میں لائے اور آپ کی
 لاش کو جلا دیا۔ مگر پوری کوشش کے باوجود آپ کا سینہ مبارک نہ جلا اور عرصہ تک ان فرشتہ
 اوصاف علامہ کا جسم مبارک اس ظالم گروہ پر لعنت ملامت کا سبب بنا رہا۔

رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً

(اللہ پاک ان پر اپنی وسیع رحمت فرماتے)

تسمم ہر وقت پڑنے پر جان پر کھیل جانا اور جسم کو خاک میں ملا دینا محبت کے تقاضوں
 میں سے ہے۔ حضرت شیخ ابوالخیر تینانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”حب دو حرت است، حاوبا۔ حا اشارت ست

بہ روح و با ایماء بہ بدن۔ یعنی ہر کہ راہ دوستی

پلوید دست از جسم و جان بشوید“

(رُحْب جس کے معنی محبت کے ہیں دو حرف سے مل کر بنا ہے؛ ایک (ر ح) اور دوسرے (ب)۔ (ر ح) اشارہ ہے روح کی طرف اور (ب) بدن کی طرف یعنی جو دوستی کے واسطے میں دوڑا اس نے اپنے جسم و جان سے ہاتھ دھوئے)

مولانا زین الدین خطیب اور شیخ الاسلام مولانا سیف الدین تقی زانیؒ کی شہادتوں کے ان واقعات کے بعد بقیہ بزرگان دین و عارفین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق خراسان سے مختلف اطراف میں ہجرت فرمانا شروع کی بعض بزرگوں کو تو ماوراء النہر کے سلاطین خود اپنے علاقوں میں لے گئے اور بعض نے خراسان ہی میں دودراز خشیہ گوشے اپنے لیے پسند فرمائے۔ بیت

چونکہ نامحرم در آید از درم

پردہ در پہناں شوند اہل حرم

(جب میرے گھر سے نامحرم نکل آیا تو اہل حرم پردہ میں چھپ گئے)

واضح رہے کہ ان بزرگوں کے علاوہ جن کا ذکر ہوا اور بھی بہت سے ایسے علماء و صلحاء تھے جو حضرت مخدوم الانام مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ سے بہرہ مند ہوئے تھے لیکن حضرت مخدوم کا افاضہ نسبت تعلیم طریقت میں چونکہ آئین و طریق ایما و اشارہ تھا اور وضاحت کے ساتھ امر سلوک کا کسی کے لیے اظہار نہ فرمایا تھا اس لیے آپ کے بہت سے مُتَسَبِّحین کے حالات اخفاء میں رہے اور نہ معلوم ہو سکے۔

(۷۱۱) حضرت مولانا شروانی رحمۃ اللہ علیہ | امیر علی شیر اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ کہ مولانا شروانی جو مشہور عالم ربانی تھے

اور ۹۳۸ھ میں شہید ہوئے تھے وہ بھی حضرت مخدوم مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے مریدوں میں سے تھے اور آپ سے استفادہ کیا تھا۔

(۱۸) حضرت مولانا حسین واعظ رحمۃ اللہ علیہ | مولانا فخر الدین نے ”رشتات“ میں حضرت مخدوم کے

حالات کے بیان میں اس رستہ و کتمان اور حضرت مخدوم کے امر سلوک میں وضاحت کے ساتھ

کسی کے لیے اظہار نہ فرمانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود اپنے والد بزرگوار مولانا حسین واعظ مفسر اور مذکر کی نسبت حضرت مخدوم کی طرف بیان کی ہے۔ ان کے خواب دیکھنے اور حضرت مخدوم رحمہ کے اس کی تعبیر بتانے کا واقعہ لکھا ہے۔ حضرت مولانا حسینؒ کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا اب جبکہ ان مشہور واعظ کا اسم گرامی اور ان کے انتساب کا ذکر آئے ہے تو ان کے چند مفید کلمات اور نکتے اگر ہم اس کتاب میں نسیم کے طور پر پیش کر دیں تو کیا عجب ہے ان بزرگوں کے ارشادات نقل کرنے کے باعث ہمیں شفاعت نصیب ہو جائے۔ منہا۔

نسیم: جواہر التفسیر آپ کی بہترین تالیف ہے۔ اس میں استعاذہ (پناہ مانگنا) کی تفسیر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ اس کے تین درجے ہیں۔ مقام تجلی افعال کے وقت استعاذہ مقام تجلی صفات کے وقت استعاذہ اور مقام تجلیات ذاتیہ کے وقت استعاذہ۔ سالک راہ جب مقام تجلی افعال میں پہنچے اور اس کو یہ مشہود ہو کہ صورِ مظاہر میں سے کوئی فعل ظاہر نہیں ہوتا مگر فاعل حقیقی (خدا) کی طرف سے جیسا قرآن کریم میں فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو

تو اس مرتبہ میں اس کا استعاذہ ان افعال سے ہے جو ان تجلیات کے آثار ہیں اور جب سالک تجلی صفات کے درجہ کو پہنچتا ہے اور اس پر یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ کوئی صفت اور کمال ثابت نہیں ہے مگر حق سبحانہ کے لیے اور اہل نسبت کے ساتھ اس کی نسبت کرنا محض عاریت ہے اس مرتبہ میں اس کا استعاذہ صفات قریبہ (جن صفات سے خدا کا قر اور غصہ ظاہر ہوتا ہے) سے صفات لطیفہ (جن صفات سے رحمت خداوندی ظاہر ہوتی ہے) کی طرف ہوگا اور اسم المفضل کے مقتضیات یعنی شیطان اور اسکے متبعین جو اس اسم کے مظاہر آثار ہیں سے پناہ مانگنا ہے اسم الہادی کے ساتھ کہ انوار ہدایت انبیاء علیہم السلام اور ان کے اتباع کرنے والوں پر ڈالے جاتے ہیں اور جب سالک پر تجلیات ذاتیہ صوفیوں میں اور کُل شئی ہا لک الا وجهہ۔

رہر چیز ختم ہو جانے والی ہے سوائے ذات باری کے) کا منشاء و مقصد اس کا حق یقین بن جائے تو اس مرتبہ میں اس کا استعاذہ ذات سے ذات کی طرف ہو گا جو نہایت بلند اور مقدس ہے قرب فرائض کے ذریعہ جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مقدس سے استعاذہ کے تین مرتبوں کی طرف اشارہ فرمایا: پہلا مرتبہ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ (میں تیرے عذاب سے تیری معافی کی طرف پناہ چاہتا ہوں) دوسرا مرتبہ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ (تیرے غصہ سے تیری رضا کی طرف پناہ چاہتا ہوں) اور تیسرا مرتبہ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَہ (تجھ سے تیری طرف پناہ چاہتا ہوں)۔

استعاذہ کے تیسرے مرتبہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز حقیر عارفین کے راہنما شیخ قطب الدین محمد الراعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک حضرت نے قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ فرمائی۔ ابھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ بھی پوری طرح ادا نہ فرمائی تھی کہ آپ پر وجد و سکر کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کافی دقت کے بعد جب آپ مقام صحو میں واپس آئے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری ہو گیا۔

گفتم اَعُوْذُ وَغَیْرُہٗ لَوْ دُرِّخَا طَرْمَ نَبُوْدُ

دیدم کہ ہم ز تو بہ تو آوردہ ام

میں جب اَعُوْذُ کہوں تو میرے دل میں تیرے علاوہ کوئی نہ ہو اور میں دیکھوں کہ میں

تجھ سے تیری طرف تیری ناپسند سے تیری پسند کی طرف آ رہا ہوں)

تسمیہ: بسم اللہ کے معنی کی تشریح میں آپ نے فرمایا کہ اس میں ۱۹ حروف ہیں اور یہ ان انیس گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے جو زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ (نوزدہ زبانیت دوزخ مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ) بزرگوں نے اس کی تشریح میں یہ بھی لکھا کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ ان میں پانچ گھنٹے نماز کی تیاری اور دوسری ضروری مصروفیات کی تیاری میں گزرتے ہیں اگر بقیہ انیس گھنٹے اس کی طاعت میں نہ گزریں تو نتائج

لہ یہ اشارہ ہے اس دعا کی طرف جو شکاک کے باب السجود اور باب الوتر میں آئی ہے۔

ہو گئے۔ ایسی صورت میں بسم اللہ کے انیس حروف کا ادا کرنا اس کا تدارک کرنا ہے۔

عارفین نے یہ بھی کھاکہ اے سالک راہ اس بسم اللہ میں (ب) ہدایت سلوک شناس
(سلوک شناخت کرنے والے کی ابتداء) کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور (س) ستر معرفت
(معرفت خداوندی کا راز) کی طرف۔ اس دنیا کو تو ایک نگار خانہ تصور کر جہاں ہر ایک
تصویروں میں محو اور ڈوبا ہوا ہے۔ تیرے لیے اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب تک تو اس
راہ کا شہسوار نہ بنے ہدایت کی (دب) اور انا نیت کی (الف) سے یعنی جب تک تو
شروع سے ہمت سے کام نہ لے گا۔ شناخت کی (ش) کو نہ پہنچے گا اور جب تک
ستر معرفت کی (س) کے لیے استعداد نہ پیدا کرے گا۔ مراد کی (م) کا راستہ نہ پلے گا۔
لسمہ۔ بسم اللہ کی (ب) کے اسرار کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ تمام آسمانی کتابوں
کا پچوڑ قرآن مجید۔ تمام قرآن مجید کے جواہر پاروں کا خزانہ سورۃ فاتحہ۔ سورۃ فاتحہ کے
سارے خالق بسم اللہ میں پوشیدہ اور بسم اللہ کے سارے مقصد اس کی (ب) میں مضمر ہیں
یہ (ب) جس کے معنی ساتھ کے ہیں (با حیاء بے حیاء) با غیرت۔ بے عزت وغیرہ
وصال یا اتصال ملنے اور متصل ہونے کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ تو لفظ بسم اللہ میں عقلمندوں
کے لیے تنبیہ ہے کہ ان کے ہر عمل کا مقصد اور اصل غرض وصول الی اللہ ہونی چاہیے
کلام پاک کے شروع ہی میں اس حرف کا لانا گویا اسی وصال کی یاد دہانی کرایا ہے۔

اس حرف (ب) کو الف کے بعد دیگر تمام حروف پر جو شرف و بزرگی حاصل ہے
اس کے راز کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی وہ واحد سورت جو بسم اللہ سے
نہیں شروع ہوتی (یعنی سورۃ برآۃ) وہ بھی اسی (ب) سے شروع ہوتی ہے۔

بِرَّاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِئَوسٌ (برآۃ کی (ب) جس سے لفظ برآۃ شروع ہوتا ہے)
نیز تفسیر بحر الحقائق سے نقل فرماتے ہیں کہ روز الست اراح بنی آدم الست
بِرَّاءَتِکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اعراف ۲۲) کے جواب میں جو لفظ کہا
وہ لفظ بلی (ہاں۔ کیوں نہیں) تھا اور یہ لفظ بھی اسی حرف (ب) سے شروع ہوتا ہے
تو قرآن مجید کے بسم اللہ سے شروع ہونے میں اشارہ ہے کہ بندہ کو چاہیے شروع

ہی میں روز الست کو یاد کرے جب اس نے اپنے رب سے بندہ ہونے کا اقرار کیا تھا اور یہ ملنے کہ قرآن مجید روز میثاق کا عہد نامہ ہے۔

راقم الحروف (ہاشم کشتی) عفی عنہ کے ذہن میں اسی روز الست کے سوال و جواب میں جو دو پہلے حرف (الست کا الف اور ب کی ب) استعمال ہوئے ہیں ان کے متعلق دو خوبصورت نکتے آئے ہیں جو لکھے جاتے ہیں۔

نکتہ اولیٰ :- ممکن ہے الست بِرَبِّکُمْ کے سوال کا الف کے حرف سے شروع کرنا اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اور تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے جواب بلی کا (ب) کے حرف سے شروع کرنا اس میں اشارہ ہو حق سبحانہ و تعالیٰ کے مرتبہ احدیت ذات سے تنزل کی طرف تنزل مرتبہ احدیت ذات سے تعین اول کی طرف کہ حقیقت محمدی بے تمام خالق کی روح یعنی اس جمال خداوندی کو جس آئینہ کی ضرورت ہے وہ حقیقت محمدی کا آئینہ ہے اسرارِ عروف کے محققین نے الف میں ذات احدیت کی طرف اور (ب) میں تعین اول کی طرف اشارہ رکھا ہے۔

نکتہ ثانیہ :- انسان اللہ کا خلیفہ ہے اور (ب) الف کی خلیفہ (یعنی اس کے بعد کا حرف) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے سوال کے شروع میں اپنی حقیقت ذاتیہ کی طرف اشارہ کیا اور انسان نے اپنے جواب کے شروع اپنے مرتبہ عامہ کی طرف ۔

یہ جو ہم نے کہا کہ (ب) حرف اللہ کی خلیفہ ہے یہ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن العربی کے کلام سے ماخوذ ہے۔ ایک یہودی نے حضرت شیخ سے کہا کہ تم مسلمانوں کو بھلا تو حید سے کیا واسطہ۔ تو حید کے معنی ایک اور تمہارا تو قرآن ہی (ب) سے شروع ہوتا ہے جو دو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا تمہاری کتاب بھی اسی حرف (ب) سے شروع ہوتی ہے اس لیے کہ تورات کے شروع میں بھی بسم اللہ ہے پھر تمہیں بھی تو حید کا کون سا حصہ ملا۔ اصناف اصل میں یہ ہے کہ حقیقت اسی حرف (ب) سے ممکن اور واضح ہوتی ہے جو الف کا نائب اور خلیفہ ہے اس لیے کہ الف سے ابتداء مشکل ہے۔

نسمہ: مولانا یعقوب چرخ قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

بندہ باید از ہر اسے از اسماء الہی بہ نصیب خاص از مسمیٰ محفوظ گردد و بہ آں عمل کند تا مظهر آں شود

(بندہ کو چاہیے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہر نام سے اپنا خاص حصہ حاصل

کرے اور اس پر عمل کرے تاکہ اس اسم الہی کا مظهر بن جائے)

مولانا حسین واعظؒ اس ارشاد کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ رحمن و رحیم اسماء سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ کثیر الرحمہ (بہت مہربان) ہو۔ جو شخص بھی اس کے قریب آئے اس کی مہربانی اسے پہنچے۔

نسمہ: مولانا حسین واعظؒ اپنی مختصر تفسیر ”جواہر التفسیر“ میں آیت کریمہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (ہمیں سیدھا راستہ دکھا) کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ حضرت قطب العارفین غوث الاعلیٰ صلیٰ علیہ وسلم ناصر الحق والدین خواجہ عبید اللہ جن کا لقب خواجہ احرار ہے قدس سرہ انہوں نے اس بارے میں ایک بہت ادنیٰ نکتہ اور پیاری بات فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ اس کے معنی ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا یعنی ہمیں محبت ذاتیہ سے مشرف فرماتا کہ اپنے اور غیر التفات سے کٹ کر ہم پوری طرح تیرے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں۔

”جز تو ندانیم و جز تو نہ بینیم و جز تو نہ اندیشیم“
(نہ ہم تیرے علاوہ جانیں نہ تیرے علاوہ دیکھیں نہ تیرے علاوہ کسی کے بارے میں سوچیں) یعنی ہر چیز میں پہلے تیری رضا دیکھیں۔ یا یہ کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا یعنی وہ راستہ جو ہر موجود کے مقابلہ میں تیرا ہے کہ وہ موجود نہ اس کے بغیر پیدا ہوا نہ درجہ کمال کو پہنچا یہاں تک کہ ہر حال میں ہم تیرے در کے علاوہ کسی کو نہ دیکھیں اور تیرے غیر کی توجہ سے آزاد ہو جائیں۔

مولانا حسین واعظؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت قطب الاولیاء خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کی بعض ایسی تصنیفات سے بھی اقتباسات نقل کیے ہیں جو غیر مشہور ہیں مثلاً پورے کلام مجید کی آپ کی تفسیر یا شرح قصیدہ تائید یا کتاب وصایا کمالا یحقی (جیسے پوشیدہ نہیں ہے)

مقصدِ اول — فصل سوم

حضرت مولانا علاء الدین مکتب دار رحمۃ اللہ کے بعض
مستفیدین کے حالات کے بیان میں ہے

را مولانا غیاث الدین احمد قدس سرہ | یہ حضرت مولانا علاؤ الدین کے بڑے
صاحبزادے تھے۔ یہ بہت بڑے عالم
دین اور صاحب معرفت و یقین تھے۔ حضرت مولانا سعد الدین کا شغری قدس سرہ کی صحبت
کا شرف بھی حاصل کیا تھا لیکن اکتساب حضور و مصفا اپنے والد ماجد کی خدمت میں لیا۔
حضرت مخدوم جامی قدس سرہ کی نظر عنایت بھی ان پر رہی ہے ایک دن آپ نے ارشاد
فرمایا مولانا علاؤ الدین اور آپ کے فرزند مولانا غیاث الدین کی سرشت پاک مٹی سے ہوئی
ہے یعنی یہ دونوں بہت نیک طینت ہیں۔ مولانا علاؤ الدین اپنے ان فرزند کے حق میں
فرماتے ہیں کہ ہمارا علاؤ الدین کوئی ایسا ویسا نہیں ہے اور مولانا نور اللہ جن کا پہلے ذکر
گزرا انہوں نے بارہا فرمایا:

جانِ مامشاق مولانا غیاث الدین احمد است

کہ ہمارا اول مولانا غیاث الدین احمد کا مشاق ہے مولانا محمود قواس فرماتے ہیں
ایک دن مولانا شمس الدین مہر روجی نے کہا میری خواہش ہے کہ میں مولانا غیاث الدین
احمد کے حق میں اجازت نامہ لکھ کر دوں تاکہ لوگوں کو اس سلسلہ عالیہ کی تعلیم کا طریقہ بتائیں
فرمایا لیکن میرے اندر اس کام کی صلاحیت نہیں ہے۔ مولانا محمود قواس فرماتے ہیں۔ میں
نے ان کا یہ قول مولانا نور اللہ کو بتایا تو وہ فرماتے لگے مولانا غیاث الدین احمد دس روجی
کے برابر ہیں۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اس لیے کہ اہل اللہ کے حالات گمنامی و

بے یقینی میں ہوتے ہیں اور دوسرے شہرت وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں
من کلماتہ۔

نسمہ : مولانا محمود حضرت مولانا غیاث الدین سے نقل کرتے ہیں کہ آپ اکثر یہ
فرمایا کرتے وَمِنْ الْعِصْمَةِ اَنَّ لَا تَقْدِرَ اَكْرَهْتَ تَعَالٰی کا کچھ ایک محفوظ رکھنا یہ بھی ہے
کہ کچھ گناہ پر قدرت نہ دیں (بزرگوں نے فرمایا ہر شخص طاعت کر سکتا ہے لیکن گناہوں
سے دور ہونا یہ صدیقین کا کام ہے۔

راقم الحروف (ہاشم کشمی) کہتا ہے کہ اپنے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز
سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ میں ریاضتیں اور مجاہدے
نہیں ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اس طریقہ عالیہ کی بنیاد منہا ہی اور بدعات بلکہ رخصت سے
بھی دور رہنا ہے (منہا ہی)۔ وہ بری چیزیں جن سے شریعت میں رد کا گیا ہے بدعات
دین میں وہ اصناف جن کا شریعت میں کوئی ثبوت موجود نہیں رخصت وہ شرعی حکم جس
کی بعض حالات میں اجازت دے دی گئی ہو اگرچہ اس کے بالمقابل اصل حکم یعنی عزیمت
پر عمل کرنا افضل ہو) اور کوئی ریاضت نفس کے لیے اتنی مشکل اور دشوار نہیں جتنا ان چیزوں
سے بچنا۔ محققین نے فرمایا ہے کہ جو ریاضت از قبیل ترک ہے جہاں کسی چیز کو چھوڑنے
یا اس سے بچنے کو کہا گیا ہے وہ نفس کے لیے اس ریاضت سے زیادہ مشکل ہے جو از قبیل
فعل ہے یعنی جہاں کسی چیز کے کرنے کو کہا گیا ہے۔

نسمہ : مولانا غیاث الدین فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم جامیؒ قدس سرہ کے رسائل
سے رخصت عام سمجھ میں آتی ہے کہ جب چاہیں ہر رخصت پر عمل کیا جاسکتا ہے اس لیے
کہ طریق مشغولی کو انہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے مگر اس کے یہ معنی
نہیں ہیں کہ ہم نے لکھ دیا تم پڑھو اور جیسا چاہو کر لو بلکہ رخصت کو اتنی زیادہ وضاحت
کے ساتھ انہوں نے اس لیے لکھا تاکہ مسلمانوں میں اس وسعت کو دیکھ کر عمل کرنے کی ترغیب
پیدا ہو اور وہ اس بارے میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ کی روح پر فتوح سے
مدد طلب کرتے ہیں اور آپ کی روح شریف ایسی ہے کہ جو کوئی بھی پورے اخلاص سے

آپ کی طرف متوجہ ہو گا اور آپ کی روح شریف سے بددچاہے گا تو جو اس کے لیے حق و صواب ہو گا وہ ایک دن اسے ضرور مل جائے گا اور نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

نسمہ ہر سال کانِ طریقت میں سے ایک طالب علم نے حضرت سے پوچھا کہ اگر میں سبق کی طرف متوجہ ہوں تو نسبت ہاتھ سے جاتی ہے تو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا جب تک کوئی مطالعہ میں مشغول ہے معذور ہے اس لیے کہ اگر وہ متوجہ نہ ہو گا نہ سمجھے گا اور مجہول رہ جاتے گا۔

راقم (ہاشم کشمیری) عرض کرتا ہے کہ مولانا غیاث الدین احمدؒ کی یہ بات خصوصاً معنی کے اعتبار سے وہی ہے جو حضرت مولانا عبدالغفور لاریؒ نے حضرت مولانا محمود قواسمؒ سے کہی تھی جیسا کہ گذشتہ اداق میں گزرا ہے۔ ممکن ہے معذور ہونے سے مولانا غیاث الدینؒ کی مراد یہ ہو کہ جب طالب علم خالص نیت سے پڑھے گا اور مطالعہ کرے گا تو وہ عین ذکر ہے تو لا محالہ جب وہ ایک ذکر میں مشغول ہے تو دوسرا ذکر نہ بجا لاسکے گا۔

مولانا محمود نے جو چیز نفل کی وہ اس کی تائید ہے کہ ایک طالب علم جو ذکر میں مشغول رہنے کے باعث اپنے اندر پڑھائی اور مطالعہ کے لیے کم ذوق پاتا تھا حضرت مولانا شمس الدین محمد رجبی قدس سرہ سے عرض کرنے لگا کہ میں خود کو تحصیلِ علم میں پست محسوس کرتا ہوں۔ مولانا نے اس سے پوچھا کہ دن رات میں کتنے گھنٹے ہوتے ہیں اس نے کہا چوبیس۔ آپ نے فرمایا اس میں مطالعہ سیر کے لیے کتنا وقت نکالتے ہو۔ فرمایا تم صرف تین گھنٹے طاعت میں گزارتے ہو کیا چاہتے کہ بالکل چھوڑ دو۔

مولانا محمود یہ نفل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ظاہراً اس طالب علم کی مشغولی اصل نہ تھی نیز فرمایا:

”اگر ترا از تو بگیرند و بہ خود مشغول گردانند ترک کردن تو عین صلاح است“
(ہاں اگر وہ تجھ کو تجھ سے لے لیں اور اپنے ساتھ مشغول کر لیں تو تیرا ترک کرنا

عین صلاح و نیکی ہے۔“

راقم عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ مولانا محمودؒ نے خود فرمایا کہ وہ طالب علم مشغولی کے باعث اپنے آپ کو کم ذوق محسوس کرتا تھا اور تحصیل علم سے اسے بے رغبتی ہو گئی تھی اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ اس طالب علم کی مشغولی اصلی نہ تھی۔ اِنی آخر قولہ۔
 نسیمہ جب تک ذوق کا اس طرح غلبہ نہ ہو کہ ان لوگوں کو چھوڑ کر ان کا ہور ہے تحصیل علوم نہ چھوڑنا چاہیے اس لیے کہ جب تک تو خود درمیان میں ہے نفس کے لیے مزاحمت کا موقع ہے۔ ممکن ہے کہ علوم دین حاصل کرنے سے بے رغبتی نفس کی کاہلی اور سستی کے باعث ہو اس لیے کہ علوم دین حاصل کرنا کارِ خیر ہے اور نفس کی کاہلی تجھے اس نیک کام کے لیے کمر ہمت باندھنے سے روکتی ہے۔ بعد میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نفس کی سستی تجھے دونوں ہی کاموں سے رد کر دے، طاعت سے بھی اور تحصیل علم سے بھی۔ لیکن جب تیری خودی درمیان سے چلی گئی تو اب تیرا کام دوسری ہستی کے پاس آ گیا۔ یہاں اب وہ بات نہیں ہے۔ یہاں نہ ترک تیرا ہے اور نہ فعل تیرا ہے۔ مولانا نے جو ترک تیری طرف منسوب کیا ہے کہ

کہ ترک کردن تو عین اصلاح ست

”تیرا ترک کرنا عین صلاح ہے۔“

تو یہ باعتبار ماکان کے ہے کہ ہو چکا اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال زیادہ جانتا ہے اور یہ جو مولانا محمودؒ نے اس طالب علم کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے طاعت کے شمار کرائے اس پر غور کرنا چاہیے ممکن ہے ایک یہ بات بھی ہو کہ اس میں اس طالب علم کے لیے تہنیت ہو کہ علوم دینیہ حاصل کرنے میں سستی اسی کا نتیجہ ہے۔ یا یہ ہو کہ انہوں نے اس طالب علم کے ذکر کو نفس کی کاہلی و سستی سے خالی نہ دیکھا ہو اور وہ ذکر جس میں کاہلی و سستی کو دخل ہو بزرگوں نے اس کو ذکر نہیں شمار کیا ہے بلکہ علوم حاصل کرنے کو وقت کے تقاضے کے مطابق عظیم طاعت جانا ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔
 واضح ہو کہ بزرگانِ دین کا عمل یہ رہا ہے کہ اگر حصول علم کی تکمیل سے پہلے ان کے

پاس کوئی طالب علم آتا اور حصول علم سے سر دھری کرتے ہوتے ان بزرگوں کے اور وظائف میں مشغول ہونا چاہتا تو وہ اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے اور فرماتے کہ جاؤ اور علوم دین حاصل کرنے کا نیک کام پہلے مکمل کرو۔

مولانا محمود اس سلسلے میں ایک حکایت نقل کرتے ہیں کہ فتح اللہ نام کا ایک طالب علم مولانا غیاث الدین احمد کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت میں حصول علم میں خود کو بے رغبت پاتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا جب تک تم اس بارے میں حضرت مخدوم مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ سے نہ پوچھو علم حاصل کرنا نہ چھوڑو۔ وہ حضرت مخدومؒ کے پاس پہنچا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کہاں سے اور کس کام کے لیے آتے ہو۔ اس طالب علم نے حصول علم سے اپنی بے رغبتی حضرت کو بتائی۔ حضرت نے فرمایا یا تو تیرا حیلہ جذبہ ہے۔ یا تو عاشق کی جگہ ہے یا تو نے اولیاء اللہ کے کچھ ملفوظات کا مطالعہ کیا ہے۔ طالب علم نے کہا میں نے بزرگوں کے کچھ ملفوظات دیکھے ہیں۔ آپ نے پوچھا تو کیا پڑھتا ہے۔ اس نے کہا ”شرح شمس“ حضرت مخدوم جامیؒ نے ارشاد فرمایا جا پہلے اسے پڑھا کر اور جو مذہب بھی تیرا ہے اس کا مختصر مطالعہ کر اور چند حدیثیں بھی یاد کر پھر خدا پرستی میں مشغول ہو۔

مولانا غیاث الدین احمدؒ کی وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے مقبرہ میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں آرام فرما ہیں رحمہم اللہ سبحانہ۔

الف مولانا نظام الدین حسین قدس سرہ یہ مولانا غیاث الدین احمدؒ کے فرزند گرامی تھے۔ اپنے

والد بزرگوار کے ظاہری و باطنی کمالات سے بہرہ مند ہوتے اور والد کے انتقال کے بعد مزح طالبان طریقت بنے۔ بیت اللہ شریف اور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارکہ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ مصر و شام میں بھی بہت سے بزرگوں سے صحبتیں رہیں پھر وطن مالوت واپس لوٹے اور ۹۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک مولانا سعد الدین کاشغریؒ کی قبر کی تختی کے قریب اپنے دادا اور اپنے

والد بزرگوار کے پہلو میں ہے۔

قسم: مولانا محمود قواسم کہتے ہیں کہ مولانا نظام الدین حسین رحمہ نے اپنے انتقال سے کچھ پیشتر اپنے دوستوں عقیدتمندوں کو بلایا اور فرمایا جن باتوں سے حق تعالیٰ سبجائے کا تو سب ڈھونڈنا چاہیے وہ تین چیزیں ہیں اور تو سب ان میں منحصر ہے۔ حق تعالیٰ کا کلام حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ملفوظات و اقوال۔ دس بیس قرآنی آیتیں۔ سیدانس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث اور باب محبت و عرفان کے چند ارشادات پڑھو اور اس کے مطابق عمل شروع کر دو۔

اب میر علاء رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مولانا نظام الدین حسین رحمہ کے سعادتمند

صاحبزادے تھے۔ بلند حالات و جذبات اور ابھی کفار کے مالک تھے ایک فاضل نے لکھا ہے کہ جب حضرت مولانا نظام الدین حسین جہاز کے سفر کے بعد روم تشریف لے گئے ایک رات ایک سید کے گھر مہمان ہوئے۔ میزبان کی ایک لڑکی تھی جو دائمی درد سر کی مریضہ تھی۔ حضرت مولانا کے مبارک قدم اس گھر میں آجانے کے باعث وہ مریضہ صحت مند ہو گئی اور اس کا درد سر جاتا رہا۔ اگلے دن صبح جب مولانا نے رخت سفر باندھا اور روانہ ہونے لگے اس مریضہ کو دوبارہ شدید درد سر شروع ہوا۔ صاحب خانہ نے سمجھ لیا کہ اس بیماری کی شفا حضرت مولانا کے مبارک قدموں کے طفیل تھی تو اس لڑکی کو آپ کے نکاح میں دے دیا۔ حضرت میر علاء رحمۃ اللہ علیہ اسی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ قوم تراکم کے دو ظالم شخص جن کا تعلق قاضی محسن تھا ایسے وقت حضرت میر علاء کے گھر میں گھس آئے جبکہ آپ گھر پر تشریف فرمانہ تھے انہوں نے اہل خانہ کی بے عزتی کی اور لوٹ مار شروع کر دی اور آپ کے گھر میں جو کچھ سامان تھا سب اٹھا کر لے گئے۔ جب حضرت میر علاء کو اس کا پتہ چلا : آپ نے ان دونوں ظالموں کا پیچھا کیا اور جب ان تک پہنچ گئے تو آپ نے تیز رفتاری سے انہیں پکڑنے کی کوشش نہ کی۔ اسی وقت ان میں سے ایک لڑکھڑا کر گرا اور اس کا ہاتھ لوٹ گیا اور دوسرا عقل کھو

بیٹھا اور پاگل ہو گیا۔ قاضی محسن کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا حضرت میر علاء کے پاس آیا اور معذرت پیش کی اور احسان دنیا زمندی کے جذبات کے ساتھ آپ کے سارے نقصان کی تلافی کی۔ قریہ قندز میں حضرت میر علاء کا انتقال ہوا جو قہستان سے ذرا آگے ہے۔ اور وہیں آپ مدفون ہوئے۔

(ج) شیخ غیاث الدین ثانی المعروف بہ شیخ اگروی رحم

یہ مولانا غیاث الدین رحم کی اولاد میں سے تھے۔ بڑے بزرگ انسان تھے۔ بطریق وراثت اپنے آبائے کرام سے یہ نسبت عالی حاصل کی۔ قزلباش کے ظلم و ستم کے باعث خراسان سے ماوراء النہر چلے گئے۔ اور مغاک کی مسجد میں جو قابل فخر شہر بخارا کے متبرک مقامات میں سے ہے فقر و فاقہ و مسکنت تمام کی زندگی اختیار کی۔ اسی شہر میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ اگروی رحم نیستی و افتقار و بے تعینی و انکسار اور شورش و تواجد کے مالک تھے اور حضرت مولانا روم کی مثنوی پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ماوراء النہر کا حاکم عبداللہ خاں آپ کے دیدار کے لیے آیا اور چونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ حضرت صاحب تواجد ہیں انتہائی خوبصورتی و وفائی سے سادہ لوح بن کر اس نے حضرت شیخ سے کہا آپ کی صفت سماع تو ہم نے سنی تھی اب دیکھنے کی آرزو ہے حضرت نے اپنا سر مبارک آگے کر دیا اور چلے گئے۔ عبداللہ خاں کو اس گستاخی کا احساس ہوا اس نے حضرت شیخ سے معذرت کی۔ آپ نے اسے بادشاہ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کا اشارہ بنانا اور بڑے جذبہ کے عالم میں مثنوی مولانا روم رحم سے یہ شعر پڑھا۔

ایں ہمہ آواز ہما از شہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(یہ تمام آوازیں بادشاہ حقیقی کی طرف سے ہیں اگرچہ عبداللہ کے حلق سے آرہی ہیں) اور آپ پر ایک وجہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور وہ مجلس غایت حضور و کرم

اور انتہائی مفید باتوں کی مجلس ہو گئی۔ شیخ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شیخ عبداللہ تھا وہ بھی بڑے صاحب وجد و سماع تھے اور وہ بھی فضائل صوری کے مالک تھے رحمہم اللہ سبحانہ۔

(د) مولانا احمد ابیوری رحمۃ اللہ علیہ | یہ مولانا غیاث الدین کے کبار اصحاب میں سے تھے اور بزرگانہ اوصاف کے حامل۔ آخر عمر میں کاشان میں توطن اختیار کر لیا تھا جو قزوین کے قریب ایک شہر ہے۔ یہیں کاشان میں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کی اولاد یہیں رہی۔

ر) مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی حضرت مولانا غیاث الدین احمد کے یاران صاحب احوال میں سے تھے اور بزرگانہ شان رکھتے تھے۔ راقم کو آپ کے حالات جاتے پیدائش و جاتے دفن وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم نہیں ہوتی ہیں۔ رحمہم اللہ سبحانہ۔

ا) مولانا علی ابیوری رحمۃ اللہ علیہ | انہوں نے حضرت مولانا علماء الدین مکتب دار سے تعلیم حاصل کی تھی اور یہ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ کے تربیت یافتہ بھی تھے۔ مولانا جامیؒ کی ان پر بڑی نظر عنایت تھی۔ ایک معتبر دوست نے بتایا کہ وہ اجازت نامہ جو حضرت مخدوم جامیؒ نے آپ کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ انہوں نے دیکھا تھا۔ مولانا علیؒ مولانا غیاث الدین احمدؒ سے بھی بہرہ درہوتے تھے۔ قزلباش کے ظہور کے بعد مادر اء النہر کی طرف چلے گئے تھے اور بخارا میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ حضرت مولانا میر کا سکرانی علیہ الرحمہ جو آپ کی صحبت میں رہے تھے فرماتے ہیں کہ آپ پر نسبت خموشی غالب تھی اور شیخ جلال پر نسبت معرفت و بیان غالب تھی ایک دن میر سے ماموں صاحب مولانا نضر الدین علی قدس سرہ کے مکان پر یہ دونوں بزرگ مولانا علیؒ اور شیخ جلالؒ خاموشی کی حالت میں بیٹھے تھے کہ اچانک شیخ جلال گری میں آئے اور بے اختیار بولنا شروع کر دیا۔ تب ان کی گفتگو نے طول کھینچا تو مولانا علی نے سر اٹھایا اور یہ رباعی پڑھی۔

تا کے ز تصوف خرد بار آوردن

برجلے یکے نکتہ ہزار آوردن

خاموشی کہ حاصل ہمہ یک سخن است

روئے از ہمہ تافتن بہ یار آوردن

تصوف کی باتوں سے آخر کب تک ذہن کو اتنا بوجھل کر دے اور ایک
نکتہ کے بجائے آخر کب تک ہزار باتیں کر دے۔ خاموش ہو جاؤ کہ یہ ایک
بات تمام باتوں کا خلاصہ ہے کہ سب سے منہ موڑو اور یار سے رشتہ جوڑو
حضرت شیخ جلالؒ خاموش ہو گئے لیکن ان دونوں بزرگوں کے درمیان ایک
گو نہ شکر رنجی پیدا ہو گئی۔

صاحب تارنخ رشیدی جو ان دونوں بزرگوں کے ہم عصر ہیں لکھتے ہیں کہ مولانا علیؒ
بخار میں مرجع خواص و عوام ہیں اور سب ان کی بزرگی پر متفق ہیں۔ حضرت خواجہ
عبدالخالق غجدانی سے اپنے پیرومرشد تک اس سلسلہ عالمیہ کے تمام خواجگان کے
آپ نے حالات جمع کیے اور اسے کتابی شکل دی ہے اور اس میں اپنے پیرومرشد حضرت
مولانا علاء الدین کی بہت سی کرامتیں اور عجیب و غریب حالات بیان کیے ہیں۔

راقم الحروف غنی عنہ عرض کرتا ہے کہ مسودہ اوراق میں سے چند ورق اس نیاز مند
کے ہاتھ آئے۔ ان اوراق میں حضرت مولانا علاء الدین کے بعض ارشادات اور ان کی
بعض کرامات کا ذکر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوراق اسی کتاب مذکور کا ایک حصہ ہیں
ان اوراق میں حضرت مولانا علاء الدین سے حکایت ہے وہ اپنے شروع کے حالات
بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت میں ہرات میں مولانا محمد جاجری کے پاس جاتا تھا اس
محلہ میں ایک درویش تھا مغلوب الحال اور مجذوب۔ اس کا نام قطب تھا۔

یہ باناروں میں پھرا کرتا اور حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے اشعار
پڑھا کرتا تھا لوگ اس کے گرد جمع ہو جایا کرتے اور اس کے بڑے معتقد تھے۔ ایک
دن بزازوں کی کارداں سراتے میں اپنے ایک جامہ فروش عزیز کی دکان پر بیٹھا تھا

کہ اچانک یہ درویش قطب کارداں سرہانے میں آیا جب اس دکان پر پہنچا تو کھڑا ہو گیا اور حضرت مولانا روم رحمہ کے شعر پڑھنے لگا۔ لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اسی دوران ایک نان فروش سر پر نانوں کی ٹوکری رکھے وہاں پہنچا۔ درویش قطب نے نان فروش کو بلایا اور کہا کون ہے جو ان نانوں کا سودا کرے اور ان کی قیمت ادا کرے مجمع میں سے ایک شخص نے وہ سارے نان خرید لیے اور درویش کے سامنے رکھ دیئے درویش نے ان روٹیوں کو مجمع میں تقسیم کر دیا اور آخری روٹی کے دو حصے کیے آدھا خود رکھا اور آدھا مجھے دے دیا۔ پھر شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔ مجھے محسوس ہوا میرے اندر تبدیلی آرہی ہے اور میں نے اپنے اندر بے خودی کے آثار محسوس کیے اور یہ بے خودی آہستہ آہستہ بڑھتی گئی یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گیا اور دکان سے نیچے گر پڑا۔ میں نے اسی بے خودی میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں کو کھجور کی چھال کے ساتھ میری کمر کے پیچھے مضبوط باندھ دیا ہے اور کئی بار مجھ پر اتنی گرانی ہوئی کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا۔ کچھ وقت یہی کیفیت رہی جب مجھے ہوش آیا تو دیکھتا ہوں کہ درویش میرے سر ہانے کھڑے کمر رہا ہے کہ آج میں نے شکار کیا ہے اور کیسا شکار۔ جو لوگ وہاں کھڑے تھے انہوں نے حضرت مولانا علاؤ الدین مکتب دار کو بتایا کہ آپ جب بیخود ہو کر دکان سے نیچے گر پڑے تھے تو درویش قطب نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کمر کے پیچھے رکھے اور آپ کو بار بار تیز نگا ہوں سے دیکھا اور کبھی اپنے پاؤں چھوتے۔ اس وقت آپ کا رنگ بحال ہونا شروع ہوا اس کے بعد درویش نے اس مصلیٰ کی چارتہ کیں جو اس کے پاس تھا اور میرے کندھے پر ڈال کر کہا:

بیا کہ امشب جلتے صحبت ست۔ آنجا رویم۔ مرا با خود بہر بر،

آج رات صحبت کا موقع ہے۔ یہاں چلتے ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ لا

دو تین دن رات میں نے اس کی خدمت میں گزارے۔ میرے اندر سوز و گداز کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اب میں مولانا محمد کے پاس پڑھنے نہ جاؤں گا ادھر جب میں تین دن درس میں حاضر نہ ہوا تو مولانا محمد نے میرے ہم سبقوں سے

پوچھا کہ علاؤ الدین کہاں ہے۔ طالب علموں نے بتایا کہ حضرت وہ درویش ہو گیا ہے اور درویش قطب کے ساتھ رہتا ہے مولانا نے فرمایا بہر نوع تم اسے میرے پاس لاؤ میں اسے سمجھاؤں گا۔ زیادہ مطالعہ کے باعث شاید اس کے دماغ میں خلل ہو گیا ہے۔ تیسرے دن میرے ہم سبق آئے اور مجھے مولانا محمد کے پاس لے گئے۔ آپ نے بہت سی نصیحتیں کیں اور فرمایا :-

درویشی خوب ست۔ اما اول تحصیل کن۔ آنگاہ بدرویشی

مشغول شو کہ درویشی بے علم مسخرہ شیطان ست۔ ہر گاہ

شیطان میخواد یکے را از کار خیر بیرون آرد اول بکار

خیر دیگر دلالت میکند۔ بعد ازاں از ہر دو بیرون می آرد

درویشی بڑی اچھی چیز ہے مگر پہلے علم حاصل کرو اور پھر درویشی اختیار کرو اس

لیے کہ بغیر علم کے درویشی شیطانی مذاق ہے۔ جب شیطان نہیں کسی نیک

کام سے ہٹانا چاہتا ہے تو پہلے تو کسی دوسرے نیک کام کی طرف لگانا

ہے۔ وہ ڈھیلا پڑا تو پھر دونوں نیک کام چھڑا دیتا ہے)

مجبوراً میں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ تقریباً دو سال تک میں درویش قطب سے

نہ ملا۔ میں جہاں اسے دیکھتا اس سے نظر بچا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں ایک مسجد

میں شام کی نماز پڑھ رہا تھا اور اتفاقاً درویش قطب میرے پیچھے تھا۔ مجھ سے بالکل قریب۔

میں نے جب سلام پھیرا تو اسے دیکھا اور میرا حال دگرگوں ہو گیا جب اکثر لوگ مسجد

سے چلے گئے تو درویش قطب نے کہا ازیں مسجد بوئے آشنائی آید (اس مسجد سے کسی

شناختی خوشبو آتی ہے) وہ اپنا چہرہ ادھر ادھر پھیرتا۔ سونگھتا اور جو کچھ لوگ مسجد میں رہ

گئے تھے ان کے پاس جاتا اور پوچھتا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ درویش کی نظر

کمزور ہو گئی تھی اور میں مسجد کے ستون کے پیچھے ہو گیا تھا کہ درویش مجھے نہ دیکھے مگر

وہ ستون کے پاس بھی پہنچ گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور کہا کہ تو کہاں ہے۔

آگے آ کہ تجھ میں مجھے ایک دوست کی خوشبو آتی ہے۔ میں نے اور تو نے بھلا کس مسجد

میں نماز ادا کی تھی۔ میں نے ناچار اپنا نام بتایا اور سارا قصہ بیان کیا۔ درویش نے کہا آ تو کہاں تھا اور مجھ سے کیوں بچا بچا پھرا اور اب تو کہاں ہے۔ میں نے کہا میں مدرسہ بیگم میں ہوتا ہوں۔ درویش نے کہا اگر تو مدرسہ بیگم میں نہ ہوتا تو میں تجھ سے بھائی چارہ کر لیتا۔ میں نے کہا میں اس مدرسہ سے توبہ کرتا ہوں اور نکلتا ہوں۔ درویش نے کہا کہ کیا بیگم اور کیا میرزا اور کیا یہ دنیا اور آخرت کا درس دینے والے۔ اہل اللہ کے سامنے یہ سب بچے ہیں۔ چنانچہ میں نے درویش کی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ کچھ زمانہ بعد مجھے مولانا تے معظم حضرت سعد الدین کا شغری قدس سرہ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی کتاب میں مولانا علاء الدین سے نقل ہے آپ نے فرمایا کہ یہی درویش قطب ایک دن ایک دوسرے درویش کے ساتھ ایک گھر میں حالت مراقبہ میں تھے اور دروازہ بند کیا ہوا تھا۔ میں پوری احتیاط کے ساتھ گیا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ دونوں مراقبہ و متوجہ بیٹھے ہیں میں بھی خاموشی سے گیا اور بیٹھ گیا۔ درویش قطب نے سر اٹھایا اور کہا ارے تو نے عجیب بات کی ہم شیرمار تے کے قریب تھے تو آیا اور موقع ضائع ہو گیا۔ اس بات سے میرے دل میں درویش کا خوف پیدا ہوا۔ یہ دیکھ کر درویش نے کہا خوف نہ کر۔ تو ہم میں سے ہے۔ تجھے نقصان نہ ہو گا اس کی اس بات سے میرا ڈر جاتا رہا۔

مقامات خواجگی میں لکھا ہے کہ مولانا علیؒ اور مولانا خواجگی میں باہم نفرت تھی ایک دن بخارا میں ایک مجلس عزاء میں دونوں موجود تھے۔ علماء بھی حاضر تھے۔ بعض علماء نے سماع کے خلاف گفتگو شروع کی۔ یہ دونوں بزرگ خاموش رہے۔ مولانا خواجگیؒ نے پوچھا میت اٹھانے سے پہلے قرآن خوانی کیوں منع ہے۔ مولانا محمودؒ نے کہا اس لیے کہ اہل عزاء تجہیز و تکفین میں مشغول ہیں۔ سن نہیں سکتے۔ مولانا خواجگیؒ نے فرمایا اس وقت ہم مسجد میں ہیں اور اہل عزاء دور ہیں۔

حافظ قرآن مجید پڑھیں اس کے بعد فرمایا نعت خوانی شروع ہو۔ چنانچہ مجلس گرم ہو گئی جو لوگ سماع کے خلاف تھے ان میں سے ایک صاحب مست و بے خود گریبان چاک محفل سماع میں آئے اور حضرت مولانا کے قدموں میں گر پڑے اور سماع کے بارے

میں اپنی رائے بدلی مولانا علیؒ اور مولانا خواجگی باہم بغل گیر ہوئے اور ایک دوسرے کے کاندھوں اور کانوں کو بوسہ دیا مولانا علیؒ نے مولانا خواجگی کے سامنے یہ مصراع پڑھا

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی

خدا آپ کو خوش رکھے کہ آپ نے ہمیں خوش کر دیا

آپ کا اسم گرامی محمد تھا اور جائے پیدائش
شہر فزار۔ آپ اگرچہ اویسی تھے جیسا کہ

حافظ بصیر واعظ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے مرید مولانا امیر علی ہر وی نے اپنے رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے لیکن بظاہر مولانا امیر علیؒ "ابو روی" کے تربیت یافتہ تھے اور کئی سال مخلوق خدا کے لیے باعث فیض رہے اپنے وعظ و تذکیر سے لوگوں کے دلوں کو فرحت بخشی آپ عجیب کشوف کے مالک تھے اور عجیب و غریب اسرار و رموز کے آشنا اور ان کے خبر دینے والے۔ بظاہر نابینا تھے اور جسمانی آنکھوں سے محروم لیکن جمال و کمال معنوی سے آپ کا دیدار دل بینا تھا اور باطنی آنکھیں بیدار اور یہاں ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھنے کی جزا آخرت میں ان کے لیے رویت باری تعالیٰ ثابت۔ چنانچہ اولیاء اللہ کے راہنما خواجہ محمد پارہ ساقدسؒ نے رسالہ تحقیقات میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے کہا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ اس شخص کی جزا کیا ہے جس سے میں اس دنیا میں بینائی چھین لیتا ہوں۔ اس کی جزا یہ ہے کہ روز قیامت اسے میں اپنا دیدار کراؤں گا۔

اور حافظ بصیر کی اس مشکل رباعی کی ایک شرح ہے۔ رباعی یہ ہے۔

بنگر کہ برہنہ روئے برمی طلبہ

از پشنہ مادہ شیر نرمی طلبہ

از خانہ عنکبوت پر می طلبہ

اواز دہن مار شکر می طلبہ

(دیکھو کہ ایک برہنہ رو جوان عورت طلب کرتا ہے۔ مادہ باہر سے نہ طلب

کرنا ہے۔ لکڑی کے جالے سے پر طلب کرتا ہے اور سانپ کے منہ سے شکر طلب کرتا ہے)

اس شرح مکتبے کا باعث یہ جذبہ ہوا کہ حافظ بصیر رحمہ کو پتہ چلا کہ یہ رباعی حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ کے خاندان اور نسل کی ایک عارفہ نے کہی ہے اور نادان بے ادبوں کو اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے انہوں نے اس پاک دامن خاتون کی ہزل کہی اور مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اس عظیم خاندان سے اخلاص کی بنا پر حافظ بصیر کو جوش آیا اور وہ اس شرح کی تحریک کا محرک بن گیا۔ اس شرح کا سیاق و سباق اور تمہید و تقریر چونکہ اس نوعیت کی ہے کہ اس کے ذکر سے بات طویل ہو جائے گی ہم اس اختصار کو کافی سمجھتے ہیں۔

قسمت ہر اس شرح میں ایک بزرگ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا: الْفَقْرُ هُوَ الْعَدَمُ۔
(کہ فقر فنا کا نام ہے) ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا: الْفَقْرُ ثَلَاثَةُ أَحْرُفٍ، الْفَاءُ وَفَاءٌ وَالْقَافُ بَقَاءٌ وَالرَّاءُ رِضَاءٌ۔

(فقر تین حروف سے مل کر بنا ہے (ف) فنا کو ظاہر کرتی ہے (ق) بقاء کو اور (ر) رضا کو) حافظ بصیر اس شرح میں مثنویوں سے بہت اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ آپ کی ایک مثنوی حضرت مولانا رومیؒ کی مثنوی کے وزن پر منظوم ہے جس میں ایک استاد کا قصہ ہے جو بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتا تھا۔ اس کے ایک بیٹی تھی بڑی نیک اور صالحہ۔ انتہائی بھوک افلا اس سے مجبور ہو کر اس نے اپنی اس نیک و صالح بیٹی کو ایک سمرقندی تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اس تاجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اسے آنا دکر دے الی آخرہ القصہ۔ حافظ بصیر نے اس قصہ کے ضمن میں تصوف کے بڑے باریک نمکتے بیان کیے ہیں۔ آپ کے بعض شعر یہ ہیں:

گر بدانی کز چہ دور افتادہ
وز جان دلبر صبور افتادہ
در کجا بودی کجائے این نفس
با چہ مردم آشنائے این نفس

رکاش تو جانتا کہ تو کتنا دور جا پڑا ہے۔ اس محبوب دہر سے جس میں
 بڑی برداشت ہے تو نے آپ کو دور کر لیا ہے۔ تو کہاں یہ ترا نفس کہاں
 اس نفس نے کیسے لوگوں سے آشنائی کر لی ہے)

از چیاں زہر نحل می چشی
 وز کیاں قہر و تند للی کشی
 آتش اندر خان و مانے می زنی

شیشہ ناموس مای بشکنی

تو زہر کی مانند ایسی ایسی سخت باتیں آخر کیوں برداشت کر رہا ہے۔ ان کے
 برداشت کا زہر کھینچنے پر آخر کیوں مجبور ہو رہا ہے اور کن کن لوگوں کے غصے
 اور ذلتیں جھیل رہا ہے۔ لذات دنیا کی تجھے اتنی فکر کہ عیش ہوتا رہے گھر میں
 آگ جلتی رہے۔ کھانے پیتے رہیں تو ہمارے شیشہ ناموس کو توڑ پھوڑ رہا ہے)

لیک نہ غفلت ست بردل ز دند

راہت اندر ادلیں منزل زدند

مرغ قدسی بے تعلق بال زن

بس علم بر آشنان حال زرنے

یہ دنیا دار دل پر ہر غفلت لگاتے ہیں۔ شروع ہی کی منزل تک تیری راہ
 متعین کرتے ہیں۔ مرغ قدسی کو انہوں نے بے بال و پر کر دیا ہے اور
 آشیانِ حال پر جھنڈا لہرایا ہے دنی اقدار کے یہ قائل نہیں۔ ان کے مطمح نظر
 جو کچھ ہے وہ صرف حال ہی دینا اور اس کا عیش)

زاں جدا افتادہ دہر یاد کن

از غمش شب تا سحر فر یاد کن

ناصح ارگوید کہ ایں بدنامی است

گولیش آرسے عالم ناکامی است

(وہ محبوب جو کبھی سے جدا ہے اسے یاد کر۔ رات سے صبح تک اس کے غم کی فریاد سننا صبح اگر کبھی سے کہے کہ اس میں بدنامی ہے تو اس سے کہہ یہ عالم ناکامی ہے)

در حضور نور سلطان ازل

حیّ دائم مُستعان لم یزل

بستر راحت چہاں می زیبت

چہ دل خواب گراں می زیبت

او ہی چند ترا ہشتیار باش

یا بمیر از شرم یا بیدار باش

تو ایسے بادشاہ کے نور کے حضور میں رہ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ زندہ ہے۔ دائم ہے۔ ایسی ہستی ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور اسے کبھی زوال نہیں یہ آرام دہ بستر بھلا کبھی کب زریب دیتا ہے۔ یہ گرمی نیند بھلا کب تجھ پر چھتی ہے۔ یہ چند نصیحتیں تیرے بھلے کی ہیں۔

مہشیا رہو جا۔ یا شرم سے مر جا یا بیدار ہو جا۔
والی بدخشان میرزا سلیمان کی اہلیہ علیہا کا شہق نے حافظ بصیر کو درجہ شہادت کو پہنچایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حافظ بصیر کے اصحاب مولانا پائندہ بخاری اور میر ہروی رح اور مولانا بابا بخاری سب اہل دل اور خود آگاہ تھے رحمہم اللہ سبحانہ۔

مولانا علی ہروی رحمۃ اللہ علیہ | یہ صاحب احوال حافظ بصیر کے مریدین
ہیں سے تھے اور فضائل ظاہری سے بھی

انہیں حصہ ملا تھا۔

سلوک میں ان کا ایک رسالہ ہے اس سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مولانا درویش محمد المکنی اور مولانا قطب الدین احمد ابن مولانا محمد قاضی رحمہم اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے اور ان دونوں بزرگوں سے بھی بہرہ ور تھے یہ تین اقوال اس رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

نسمہ ہر طالب طریقت ذکر کے دوران ولایت مقتدا (پیر و مرشد) کی پناہ میں آجاتا ہے۔ اس کے باطن سے مدد کا طالب ہوتا ہے اس کی صورت بھی قلب میں حاضر رکھتا ہے اور ہندو سانسوں میں پینتا لیس بار ذکر کرتا ہے اور اس کے بعد عتقی بار ذکر کیا اس سے نصف مرتبہ درود بھیجتا ہے ذکر کے دوران جو نیند بلا اختیار آئے وہ نیند بھی از قبیل ذکر ہے۔

نسمہ ۲۔ اگر ذکر کا روبرو معاش میں ہو تو اسے چاہیے کہ ذکر رواں میں مشغول ہو یعنی جس نفس (سانس روکنا) کے بغیر دل سے نفی و اثبات کہے اور عدد کی رعایت کرے اور وقوت قلبی و وقوت زبانی کو بھی ملحوظ رکھے یعنی قلب و زبان دونوں مصروف رہیں۔

نسمہ ۳۔ ذکر شروع کرنے کے بعد یا تو قبض و کدورت کی کیفیت طاری ہوتی ہے یا شورش و بے مزگی کی یا سوزش اور حضوری کی یا قلق و اضطراب کی۔ اگر قبض و کدورت کی کیفیت ہو تو اس کے معنی ہیں کہ ذکر نے نفس پر اثر کیا اور ذکر کو چاہیے کہ نفس کو تاثیر کے ساتھ مائل کرے۔ اور شورش اور بے مزگی ظاہر ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ ذکر نے معدہ پر اثر کیا اور اگر ذکر کے نتیجہ میں دل میں سوزش جلن اور حضوری پیدا ہو اور وہ تازگی اور محبت کا باعث ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ذکر نے دل پر اثر کیا ہے اور دل میں نسبت پختہ ہوتی ہے اور اگر قلق و اضطراب کی کیفیت ظاہر ہو تو اس کے معنی ہیں یہ درود و جذبہ ہے۔ اس کا مراقبہ کرے۔

رازل مولانا صنع اللہ کو رکنا فی رحمۃ اللہ علیہ | کو رکنا تہذیب سے دس فرسخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں

ہے۔ مرشد کی طلب میں حضرت مولانا صنع اللہ نے سفر اختیار کیا۔ حضرت مخدوم مولانا عبدالرحمن جامیؒ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے انہیں مولانا علاؤ الدین کتب دار کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ مدت تک حضرت علاؤ الدین کی خدمت میں رہے اور بہت کچھ حاصل کیا۔ پھر انہیں وطن مالوت واپسی کی اجازت ملی۔ کئی سال وطن میں

طالبان طریقت کو مستفید کرتے رہے کتاب حبیب السیر کے مصنف کا کہنا ہے کہ یعقوب میزرا کی حکومت کے زمانے کے تیس سال سے زیادہ سے یہ تبریز میں طالبان طریقت کی تربیت و تلقین میں سرگرم تھے ۹۲۹ھ میں انتقال فرمایا اور بابا کمال بخندی کی قبر کے بازو میں سرخاب میں آرام فرما ہیں۔ آپ کی عمر ستر سال ہوئی۔

(الف) مولینا علی جان بادام باری رحمہ اللہ | بادام بار بھی تبریز کے قریب ایک دیہات

ہے۔ مولانا علی جان "مولانا صنع اللہ" کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے اچھے رفیق تھے آخر میں حلب سے دس فرسخ کے قریب ایک قریہ میں منتقل ہو گئے تھے اور اسی قریہ میں ۹۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ستو سال کے قریب تھی۔

(ب) درویش انخی خسر و شای رحمۃ اللہ علیہ | ابتداء میں یہ حضرت شیخ بایزید خلخالی سے

ارتباط طریقت رکھتے تھے جو سید محمد نور بخش کے مرید تھے۔ جب سید محمد کے ساتھ وہ عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کا ذکر انشاء اللہ کتاب صفحات الانوار میں آئے گا ان کے مریدین ہر طرف بھاگ گئے۔

درویش انخی اپنے پیر و مرشد شیخ بایزید خلخالی کی اجازت سے اپنے وطن مالون واپس آ گئے۔ کچھ مدت بعد خواب میں انہیں اشارۃ غیبی ہوا کہ جانب قبلہ سید نصار دانہ ہو جا چنا چھ یہ چل پڑے۔ اتفاقاً کورکٹان کے دیہات میں پہنچ گئے۔ وہاں مولانا صنع اللہ کو دیکھا تو دل ان کی طرف کھینچنے لگا۔ اب آپ کو معلوم ہوا کہ جانب قبلہ سے یہ حقیقی قبلہ مراد تھا۔ ع

ما قبلہ راست کریم بر سمت کجکلاہی

رہم نے اس محبوب کی طرف اپنا قبلہ سیدھا کر لیا

یہ مصرع زبان حال سے ادا کرتے ہوئے حضرت مولانا کی خدمت میں پہنچے اور اس

طریق سلوک کو اختیار فرمایا یہاں بڑی کشائش اور فراخی ہوئی۔ ذکر جہر سے بھی چونکہ ان کو حصہ ملا تھا اس کا بھی کبھی کبھی اہتمام کرتے تھے۔ خسرو شاہ تبریز سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ایک دیہات کا نام ہے۔

مولانا الیاس بادام باری رحمۃ اللہ علیہ | یہ ابتداء میں شیخ عبدالحیؒ کی صحبت میں رہے جو شیخ شاہ

بید فازی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ یہاں انہیں بڑا فیض ہوا۔ جب شیخ عبدالحیؒ کا انتقال ہو گیا تو مولانا الیاس بادام باری نے درویش انخی خسرو شاہیؒ کی خدمت و صحبت اختیار کی اور اس سلسلہ کی نسبت و ہندور سے مشرف ہوئے اور صاحب اجازت ہوئے صاحب دوایر نے لکھا ہے کہ یہ مولانا صنع اللہ کی صحبت میں بھی رہے آپ کی عمر شریف سنو سے متجاوز تھی ۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک بادام بار میں ہے۔

سید محمد بادام باری رحمۃ اللہ علیہ | یہ مولانا الیاس بادام باریؒ کے خلیفہ تھے اور اس غارت حق شناس کے رشتہ دار

بھی۔ انہیں اطوارِ سنیہ حاصل تھے اور یہ بڑے عجیب و غریب واقعات و مکاشفات کے مالک تھے۔ بد معاش قزلباش کے ظلم و ستم کے باعث مع لواحقین و اصحاب آپ نے سیرام کی طرف ہجرت کی جو حدود ترکستان کا ایک قصبہ ہے اور سیرام ہی میں دنیا سے آخرت کی طرف ہجرت کی اور ۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔

صاحب دوایرؒ فرماتے ہیں جن دنوں سید محمد بادام باریؒ عراق میں تھے شیعوں کا ایک گروہ ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ ہمارے مذہب کے مجتہد حضرت امام جعفر صادقؑ ہیں اس گروہ کے چلے جانے کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا کہ جس وقت وہ لوگ اپنے مذہب کی نسبت امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کر رہے تھے حضرت امام اس وقت تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ لوگ ہماری طرف جس چیز کی نسبت کرتے ہیں ہمیں اس کا علم نہیں اور ہمارے حق میں یہ افزاء اور بہتان ہے۔

راقم الحروف (ماشم کشمی) عرض کرتا ہے کہ حضرت سید محمد بادام باریؒ کے اس کشف

کی صداقت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو عارفین کے راہنما حضرت خواجہ محمد پارسا
قدس سرہ نے کتاب فضل الخطاب میں امام ہمام علی الرضا علیہ وعلی آباءہ التحیۃ
والرحمة الی یوم الجزاء کے ذکر میں لکھا کہ آپ بعض کبار اہل بیت سے نقل کرتے ہیں
انہوں نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنْعِنِ الرَّفِضَةَ فَاِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَنَا۔

(اے اللہ تو روافض پر لعنت بھیج کہ یہ ہم پر تہمت لگاتے ہیں)
اور بعض اہل بیت کا یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد وہ حضرت امام زین العابدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے آنجناب ولایت پناہ اولاد
امجاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہنما (حضرت امام زین العابدینؑ) سے پوچھا۔
کَيْفَ دَأَيْتَ مَنْزِلَةَ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنَ الشَّيْءِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ؟ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مرتبہ کے بارے میں کیا رائے
رکھتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مَكَثَ لِيْهِمَا الْيَوْمُ جَوَان

دونوں کا آج بھی مرتبہ ہے یعنی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب عزت کے
ساتھ آج بھی یہ دونوں حضرات آرام فرما ہیں۔ حضرت خواجہ محمد پارسا نے اسی کتاب
فضل الخطاب میں یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ
عنہ کے سامنے حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و عمرؓ) اور حضرت ذوالنورین (حضرت
عثمان غنیؓ) کی دشمنی اور ان سے کینہ کا اظہار کیا۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا کہ سمجھ لو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ
نے سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قیامت تک تمام مسلمانوں کو تین
گروہوں میں تقسیم کیا ہے پہلا مہاجرین کا گروہ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالُهُمْ يُبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَنُصْرًا مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ؕ اُولَٰئِكَ
هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ؕ (الحشر: ۸)

(اور ان مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کر دیئے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور یہی لوگ ایمان کے) سچے ہیں) آپ نے یہ آیت پڑھ کر پوچھا بتاؤ تمہارا اس گروہ سے تعلق ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آگلی آیت تلاوت فرمائی جو حضرات انصار رضی کی منقبت میں ہے۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ قَفْ وَ مَنْ يُوقِ شَيْئاً لِّنَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر: ۹)

(اور (نیز) ان لوگوں کا (یہی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بغل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں) آپ نے یہ آیت پڑھ کر ان لوگوں سے پوچھا بتاؤ تم اس گروہ سے تعلق رکھتے ہو یا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں اس وقت آپ نے اس کے بعد والی قرآن مجید کی آیت پڑھی وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ (اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فی میں حق ہے جو ان کے بعد آئے) اور پوچھا کیا تم اس گروہ سے تعلق رکھتے ہو یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں ہمارا اس گروہ سے تعلق ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا تمہارا اس گروہ سے بھی تعلق نہیں ہے اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس گروہ کی حالت و صفت بیان کرتے ہوئے اس طرح خبر دی ہے کہ وہ :

يَعُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (المحشر: ۱۰)

جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نہیں
دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور
ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے
ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں)

اور تم لوگ مہاجرین اور انصار جو سابقین ہیں اور جنہیں قرآن مجید میں الذین
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں) سے تعبیر کیا تم ان سے
عداوت اور کینہ کا اظہار کر رہے ہو۔ تو تم مسلمانوں کے فرقوں میں سے نہیں ہو اور ان لوگوں
کو اپنے پاس سے بھگادیا۔

مقصدِ اول ————— فصل چہارم

مولانا شمس الدین محمد روجی کے فیض یافتگان رحمہم اللہ کے
حالات کا ذکر ہے !

۱۱۱ شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ | آپ حضرت مولانا شمس الدین محمد روجی

تھے اور نسبت باطنی اپنے والد ماجد سے ماسل کی تھی بیت اللہ شریف کے طواف
اور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے
تھے۔ اس مبارک سفر میں بہت سے اکابر اور بزرگوں کی صحبت حاصل کی تھی۔ شام میں
۸۶۹ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر بھی حضرت ہاد کی قبر کے پاس شام ہی میں ہے جو
کبار اصحاب میں سے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۱۲ بابا سید محمد علی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مولانا شمس الدین محمد روجی
کے دوسرے صاحبزادے تھے

اپنے والد بزرگوار کی نظر کی برکات سے آپ کو جذبہ قوی حاصل تھا۔ آخر عمر تک آپ کا
بذبحہ اسی طرح انتہائی قوی رہا یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوا۔ اپنے والد بزرگوار کی قبر
کے نزدیک جگہ پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۱۳ شیخ جلال الواعظ رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت مولانا شمس الدین محمد روجی قدس سرہ
کے منظور نظر مرید اور صاحب نسبت

حضور تھے۔ کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے یکایک آپ میں سلوک کے بارے
میں ایسا شرح صدر اور کشائش پیدا ہو گئی تھی کہ بر ملا تصوف کے نکات بیان فرمایا کرتے
یہاں تک کہ بعض اکابر اور ارباب دل بھی آپ کی مجلس میں آتے اور استفادہ کرتے تھے
اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک حدیث کے بارے میں آپ رد و گفتگو فرمایا کرتے آپ کو

شیخ عماد الدین بن فضل اللہ کبروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ غایت ارتباط و اختلاط
تھا اور ان بزرگ کی صحبت سے بھی آپ کو بہت کچھ حاصل ہوا تھا۔ اپنے بعض
رسائل میں وہ شیخ عماد الدین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی بار ارشاد فرمایا
کہ حق بات یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگوار کا طریقہ کچھ اتنا خوبصورت اور زبابہ
کہ عقل سلیم اسے قبول کرنے پر مجبور ہے۔

جب عبداللہ خان نے خراسان فتح کیا تو شیخ کو ہرات سے بخارا لے آیا۔ چنانچہ
آپ نے کئی سال قابل فخر شہر بخارا میں وعظ و نصیحت اور تلقین و ارشاد کا کام سر انجام دیا
یہاں تک کہ ۷۹۷ھ میں انتقال فرمایا اور فتح آباد میں جو مشہور جگہ ہے شیخ العالم سیف الدین
بائخرزی قدس سرف کے قریب آخری آرامگاہ پائی۔ ایک فاضل نے آپ کی تاریخ وفات
اس طرح کہی۔

”رہبر دین حق ز دنیا شد“

(دین حق کا رہبر دنیا سے رخصت ہوا)

آپ کے بعض شعر بہت اچھے ہیں جیسے یہ شعر

سما حسن ما از رخ عوہاں نمودہ است

مارا خیال شاید و ساقی ربودہ است

(چونکہ ہمارا حسن حسینوں کے رخسار سے جلوہ گر ہوا ہے ہمیں محبوب اور

ساقی کا خیال جاتا رہا ہے)

آپ نے سلوک میں بھی بعض مفید رسائل تحریر کیے ہیں اور اس سلسلہ عالیہ کے
اکابر کی بعض کتابوں اور رسائل پر بھی مفید حاشیے اور بعض کی شرحیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے

شرح قدسیہ ہے جس کے جامع حضرت خواجہ محمد پار ساقی قدس اللہ سرہ ہیں۔ رشتات کے

بعض کلمات کی شرح ہے۔ نفحات الانس کا ایک انتخاب ہے جس میں اس کے بعض

مشکل مقامات کی تشریح و توضیح ہے۔ آپ نے اس انتخاب کا نام ”خلاصۃ النفحات“

رکھا ہے۔

اس کتاب میں شیخ جلال الواعظ رحمہ نے حضرات خواجگان کے کلمات کی تشریح کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں اور حضرت مخدوم روئے کے ترجمہ کے ضمن میں اپنے پیر و مرشد مولانا شمس الدین محمد روجی کے کچھ حالات بھی تحریر کیے ہیں اس طرح کہ :

الحمد لله ان فقر را چشم به دیدن طلعت ہایوں ایٹا منور گشتہ

امید دارم کہ از جملہ خادمان ایٹاں محشور کردم

(خدا کا شکر ہے اس فقیہ کی آنکھیں آپ کی مبارک ہستی کو دیکھ کر روشن اور منور ہوئیں۔ میں امید دار ہوں کہ قیامت کے دن آپ کے خادموں کے ساتھ میرا حشر ہوگا) اس کے بعد حضرت مولانا شمس الدین محمد روجی رح کی زبان مبارک سے جو احوال آپ نے اس کا بیان ہے حضرت مولانا کے بعض ارشاد آپ نے اس طرح نقل کیے ان میں ایک آپ نے فرمایا قرآنی حکم **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** (اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کیجئے) پر عمل سے تیس سال تک اپنی غفلت کے باعث حق تعالیٰ سبحانہ نے ہمیں قدرت نہ دی یہاں تک کہ اپنے نبی کی محبت میں گرفتار کر دیا۔

نسمہ ہر آپ نے فرمایا ہمارے سلوک کی ابتداء اور انتہاء حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی ہے حضرت مولانا سعد الدین کا شغری کی خدمت میں رہے اور آپ کے انتقال کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے تربیت ہوئی۔

اب بعض وہ مفید باتیں نقل کی جاتی ہیں جو شیخ جلال الواعظ نے ارباب کمال کے ارشادات کی شرح کے طور پر فرمائی۔

نسمہ ہر حضرت مخدوم مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی نے عوارف المعارف کے ترجمہ اس طرح نقل کیا کہ "معرفت عبارت سست از شناختن معلوم مجمل در صور تفصیل الی آخرہ" (معرفت کے معنی ہیں جو چیزیں ہمیں اجمال و اختصار کے ساتھ معلوم ہیں انہیں تفصیلی شکلوں میں جاننا اور پہچاننا) اس کی تشریح کرتے ہوئے شیخ جلال الواعظ لکھتے ہیں معرفت صرف اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان خود سے

چھٹکارا حاصل کر کے مرتبہ فنا کو پہنچے اور غلبہ حضور حق حاصل کرے اور یہ علم صرف سننے سے نہیں آتا اور اگر تم محض سنو اور حسن ظن کے ساتھ اعتقاد رکھو تو وہ تعلیم علم ہے اور علم کے ذریعہ کسی چیز کا جاننا یا علم کا جاننا خلقت کے مراتب کثرت و تعینات کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ حسن و نمود کی کوئی اشیاء کا تعینات اور ان کا باہمی اختلاف وحدت کا مخالف ہے تو لازم ہے کہ لوگ صرف بذریعہ علم اسے نہ تلاش کریں۔

نسمہ: شیخ الاسلام قدس سرہ نے حضرت ذوالنون کی منقبت میں فرمایا:

ذوالنون از آنهاست کہ اورانہ بیامایند بہ کرامات و بہ بتایند بہ مقامات (ذوالنون ان میں سے ہیں کہ جنہیں نہ کرامات سے تقویت دیتے ہیں نہ مقامات اس کی تشریح کرتے ہوئے شیخ جلال الواعظ بکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالنون قدس سرہ صاحب تجلی ذاتی تھے جس کا اثر بے صفی اور بے نشانی ہے اور صاحب مقام ہونا کسی مقام پر ٹھہرنا اس سے نیچے کا مرتبہ ہے۔ جو تجلی ذات کے مرتبہ پر فائز ہو وہ جامع اصداو مختلف نوعیت رکھنے والی چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور قید کی بندشوں سے آزاد۔

نسمہ: شیخ الاسلام نے فرمایا:

آخر نہ گستن و نہ پیوستن

(آخری منزل یہ ہے کہ نہ ٹوٹے نہ ملے)

اس کی تشریح میں شیخ جلال بکھتے ہیں کہ سالک طریقت جب مہستی کے سامان کو نابود و نیستی کے خلوت خانہ میں لے جاتا ہے تو نہ ٹوٹتا رہتا ہے نہ ملتا۔ اس لیے کہ ٹوٹنا اور ملنا دونوں اس کی مہستی سے متعلق ہیں۔

نسمہ: شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔

”مریدی طلبد و با صد ہزار نیاز و فرادی گرنید و با صد ہزار ناز“

(مرید طلب کرتا ہے لاکھ نیاز و انکساری سے اور مراد گریز کرتا ہے لاکھ ناز و انداز سے)

اس کی تشریح میں شیخ جلال بکھتے ہیں کہ وصل اس وقت حاصل ہوتا ہے جب

مرید کمال مریدی کے باعث مراد ہو جائے اور اکابر نے جو فرمایا کہ محبوب تک محبوب کے سوا نہیں پہنچ سکتے وہ اسی طرف اشارہ ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ متوکلین کے امام کی فتح یہ ہے کہ کھانا بڑھا دو اور لے جاؤ اور حضرت بشر نے فرمایا یہ تمہیں سکھاتا ہے کہ توکل جب درست ہو تو کوئی نفع مان نہیں ہوتا۔ اس کی تشریح میں شیخ جلال فرماتے ہیں کہ شہود توحید میں توکل افعال کو درست کرتا ہے اگر سالک طریقت مظاہر فطرت میں اسباب قاذح کے توکل سے کسی چیز کو فاعل سمجھ لے اس کا توکل معتبر نہیں ہے۔

نسمہ: حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

چوں می یا بم ایثار میکنم و چوں نیام شکر کنم
رجب مجھے مل جائے تو ایثار کرتا ہوں اور جب نہ ملے تو شکر کرتا ہوں
اس کی تشریح میں شیخ جلال فرماتے ہیں کہ نعمت نہ ملنے کی صورت میں شکر کرنے کی توجیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہے (سب کرم کرنے والوں سے زیادہ کرم کرنے والا) وہ بغیر وجہ اور فائدہ کسی محتاج بندہ سے نعمت واپس نہیں لیتا نہ بغیر وجہ کسی کو نعمت سے محروم کرتا ہے تو نعمت نہ ملنے کی صورت میں وہ وجہ اور فائدہ بندہ کے لیے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لہذا بندہ کو شکر بجالانا چاہیے۔

نسمہ: شیخ عبد اللہ خفیف قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اُقْتَدَ فَاِنْجَحْتَ مِنْ شَيْءٍ خَيْرًا
لَا تَنْهَمُ جَمْعًا بَيْنَ الْعِلْمِ وَالْحَقَائِقِ (ہمارے شیوخ کی اقتداء، پیروی کرو اس لیے کہ وہ علم و حقائق کے جامع ہیں) اس کی تشریح میں شیخ جلال فرماتے ہیں اقتداء اور پیروی کے لائق وہ ہے کہ جس کی گفتار میں علم و حال یعنی شریعت و حقیقت دونوں مندرج ہوں اور جیسا کہ فرمایا کہ ارشاد حقیقی کے لیے شرط ہے کہ ذاتی حقائق اور معارف الہی کی تعبیر پر اسے ایسے انداز بیان پر قدرت ہو جس میں شریعت عقل اور توحید سب جمع ہو جائیں۔ یہ اسی سابق قول کی تائید ہے۔

نسمہ حضرت احمد خضر دیہ فرماتے ہیں اُمِّتُ لِنَفْسِكَ حَتَّى تَحْيِيَهَا۔ (اپنے

نفس کو مارتا کہ وہ زندہ ہو اس کی تشریح کرتے ہوئے شیخ جلال فرماتے ہیں اپنے نفس کو مارتا یعنی نفسانی خواہشات کو چھوڑتا کہ اسے ابدی زندگی کے ساتھ زندہ کرے یا یہ کہ تو اپنے نفس کو مارتا یعنی خود کا شعور ختم کرتا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے شعور سے تو اسے زندہ کرے کہ وہی حیات حقیقی ہے۔ پہلی مرتبہ جو نفس کا لفظ استعمال ہوا اس سے مراد وہ نفس مشہور ہے جو صفات رفیہ کا منبع ہے اور دوسری مرتبہ جب یہ لفظ استعمال ہوا تو اس سے مراد نفس ناطقہ ہے۔

نکسمہ: حضرت ابو حمزہ بغدادی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:
وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ وَنَفْسٍ جَاهِلٍ تَرَجَاهِلَانِ

سزاوارتر است با آنکہ ازوے اعراض کنی
(قرآنی حکم ہے کہ جاہلوں سے اعراض و روگردانی کر و اور نفس تمام جاہلوں سے بڑھ کر جاہل ہے تو اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے اعراض و روگردانی کی جائے)

اس قول کی تشریح میں شیخ جمالؒ لکھتے ہیں کہ نفس کا کمال جاہل یہ ہے کہ اگرچہ وہ خود موجود نہیں بلکہ کسی دوسرے کا ظل اور سایہ ہے خود کو موجود سمجھتا ہے اور خود کو نہیں پہچانتا۔
نکسمہ: شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں۔

اول این کار قبول ست و آخر یافت

(سلوک میں پہلا کام قبول کرنا ہے اور آخر کام پالینا)

شیخ جمالؒ اولا عظم اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس عبارت کے دو معنی دل کو لگتے ہیں۔ پہلے معنی یہ کہ قبول سے مراد مشائخ کے دل کا مرید کو قبول کرنا ہے اور پالینے سے مراد حق سبحانہ و تعالیٰ کا پالینا اور وصول ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ قبول سے مراد مرید کے دل کا قبول کر لینا اور پالینے سے مراد اصحاب حقیقت کے طریقہ اور معارف کو پالینا ہے۔

لسمہ: شیخ الاسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

روزگار سے اور امی جستم خود را می یافتم اکنون

کہ خود را می جویم ادرا می یا بم !!

(کبھی میں اس کو ڈھونڈتا تھا خود کو پالیتا تھا۔ اب خود کو ڈھونڈتا ہوں

اس کو پالیتا ہوں)

شیخ جلالؒ اس بارے میں فرماتے ہیں یعنی جن ایام میں حقیقت سے غافل تھا
چونکہ وجودی صفات کو خود سے سمجھتا تھا تو بالاصلت اگرچہ اس کو ڈھونڈتا تھا مگر
چونکہ نظر خود پر ہوتی تھی خود کو پالیتا تھا اور اب درود جذبات اور فنا کے باعث
تمام صفات کو حق کی صفات کا عکس اور سایہ دیکھتا اور پاتا ہوں تو اب کتنا ہی خود
کو ڈھونڈوں اسے پالیتا ہوں کیونکہ میں منظر ہوں اور وہ ظاہر۔
لسمہ: حضرت جنید بغدادیؒ نے قلع مجنون سے پوچھا:

مجنون تو از چیست

(تیرا مجنون کس وجہ سے ہے)

مجنون نے جواب دیا جُبِسْتُ فِي الدُّنْيَا فَتَجَنَّنْتُ بِضَوَائِقِهَا دُنْيَا مِی مَحْبُوس
اور قید کر دیا گیا تو میں اس کے فراق میں مجنون ہو گیا، اس کی تشریح میں شیخ باہلؒ
فرماتے ہیں ان ارشادات سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ دنیا میں حجاب سے چھٹکارا ممکن
نہیں ہے اور حضرت علیؑ نے فرمایا اِنَّهُ لَيُغَاثُ عَلٰی قَلْبِیْہِ رَمِیْ
قلب پر مایانا بادل چھا جاتے ہیں اسی بنا پر ہے۔

لسمہ: حضور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں بزرگوں نے لکھا ہے
کہ وہ مستجاب الدعوات تھے اس کی تشریح میں شیخ جلالؒ فرماتے ہیں کہ مستجاب الدعوات
وہ نہیں ہے کہ جو وہ چاہے وہی مہرہائے۔ یہ ترقی سبحانہ و تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ بلکہ
مراد یہ ہے کہ بہت مرتبہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

لسمہ: حضرت ابو عبد اللہ سنجرؒ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ فوت

نہ وہاں مسلم دنیا کا کتبہ دعوات باب الاستغفار والتوبہ۔

(مرآت - جو انمردی) کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا جو صورت حال لوگوں کو درپیش ہے انہیں اس میں معذور جاننا۔ حضرت شیخ جلال اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کو معذور جاننے سے مراد یہ ہے کہ خود سے ان پر اعتراضات نہ کرے نہ یہ کہ سچی بات کہنے میں بھی مداہنت کرے اور غفلت برتے۔

نصیحہ: حضرت عبداللہ مرتعش سے لوگوں نے پوچھا تصوف کیا ہے آپ نے فرمایا اشکال و تلبیس و کتمان۔ شیخ جلال الواعظ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اشکال سے شروع کی مشکل ریاضتوں کی طرف اشارہ ہے۔ تلبیس (فریب دھوکا) سے فریب نفس پر نفس کو ملامت کرنے کے طریقہ کی طرف اشارہ ہے اور کتمان (چھپانا) سے اخفاء حال اور باطنی کیفیات کو چھپانے کی طرف اشارہ ہے اس معنی کے اعتبار سے تصوف سے مراد راستہ چلنا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصوف سے مراد کمال حقیقت ہو اور اس معنی پر نظر رکھتے ہوئے اشکال سے حیرت کی اس مشکل کیفیت کی طرف اشارہ ہو جو جمال احدیت کے مشاہدہ کے وقت ایک عارف کو پیش آتی ہے اور وہ دم نہیں مار سکتا اس لیے کہ وہ جس چیز یا ہستی کا مشاہدہ کر رہا ہے وہ دائرہ نطق و بیان سے باہر ہے اور تلبیس سے مراد یہ ہے کہ عارف کو اگرچہ وجود حقیقی سے حصہ ملا ہے لیکن وہ باوجودیت کے نمود و وجود کو کا ندھے پر رکھے اظہار وجود مجازی کو محنت میں مبتلا ہے اور کتمان سے مراد یہ ہے کہ عارف وجود حقیقی کے شہود کے وقت ہمیشہ اپنے وجود مجازی کے ایک طرح خود سے چھپاتا ہے بہر صورت وہ حجاب مصور نہیں رکھتا یہ اس بارے میں شیخ جلال کی تحقیق تھی۔ لیکن مولانا عبدالغفور لاری قدس سرہ نے ان کلمات کی اس طرح تشریح کی ہے کہ اشکال سے مراد یہ ہے کہ عارف عوام الناس کے لیے اپنے باطنی حالات کو مشکل بنا دیتا ہے اور تلبیس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس عارف کا پیچھا نہ گھیر لیں اور کتمان میں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی باطنی کیفیات لوگوں کی نظر سے چھپی رہیں اس لیے کہ کسی دوسری چیز سے باطن اس طرح

خالی نہیں ہو جاتا اور کوئی چیز باطنی کیفیات کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتی جتنا کہ ان باطنی کیفیات کا لوگوں پر اظہار۔ انتہی

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ معنی بھی ”راستہ چلنا“ کے معنی کے مناسب ہیں اس لیے کہ توسط ابتداء سے متعلق ہے اور منتہی سر حال کرتا ہے اور اس معنی کی رو سے کتھاں (چھپانا) تعقید (گرہ لگانا۔ مشکل بنانا) کے بعد ہے۔

نسمہ ۱۰: حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ فرماتے ہیں۔
مقصود از ذکر آنست کہ بہ حقیقت کلمہ ”توحید برمد و حقیقت کلمہ
آن ست کہ از گفتن ماسوی بہ کلمے نفی شود“
(ذکر سے مقصود یہ ہے کہ ذکر کلمہ توحید کی حقیقت کو پہنچے اور کلمہ کی
حقیقت یہ ہے کہ ماسوی کہنے سے کلیتاً نفی ہو جائے) شیخ جلال اس
بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ ماسوی کی نفی کے بعد طریقہ حضور
خداوندی ہے نفی ماسوی کے ساتھ بے واسطہ ذکر و احتیاج بہ ذکر۔

نسمہ ۱۱: حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری حضرت خواجہ محمد
پارسا کی منقبت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”میگویم بگو و نمی گوید“ (میں کہتا ہوں کہ وہ
وہ نہیں کہتا) شیخ جلال اس بارے میں لکھتے ہیں کہ محبوب مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع
کے طفیل حضرت خواجہ محمد پارسا کو جو مرتبہ محبوبیت عطا فرمایا گیا تھا اس کے باوصف
آپ اپنے محب کو مہلت نہ دیتے تھے۔

نسمہ ۱۲: حضرت شیخ نجیب الدین علی برغش مرے سے لوگوں نے کہا آپ توحید کے راز
پر کوئی مثال دے کر روشنی ڈالیں۔ آپ دو آئینے اور ایک سیب لائے۔ شیخ جلال اس
بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ نے غالباً سیب سے وحدت کو تعبیر فرمایا اور تمام پھلوں میں
سیب کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سیب خوش رنگ بھی ہے خوشبودار بھی اور دل
کے لیے مفرح بھی۔ اسی طرح وحدت حقیقی ہے کہ جمال و کمال سے آراستہ ہے اور سرچ
بخش بھی ہے اور دو آئینے۔ ایک آئینہ تو کثرتِ اسماء و صفات کے ساتھ الوہیت

واحدیت کے مرتبہ کا آئینہ اور دوسرا اعدایم اصفانی کا یعنی حقائق کو فی کاکہ وجود حقیقی اور وحدت اس کے لیے آئینہ ہے اس بجلی کے واسطہ سے جو دونوں پر اپنا رنگ ظاہر کرتی ہے اور اسی لیے بجلی کے اعتبار سے وحدت حقیقی دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے ایک واجب اور دوسرا ممکن اور قاب قوسین اسی معنی کا بیان ہے۔

(۱۷) مولانا کمال الدین فیضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ طریقت میں

آپ کا انتساب حضرت مولانا محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ اس سلسلہ عالمیہ کے بزرگوں کی نسبت سے انہیں کامل حصہ ملا تھا۔ ظاہری علوم میں بھی کامل تھے اور حضرت مولانا عبدالغفور لاری رحمہ کے عظیم شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے اسرار و معرفت میں اشعار بھی ہیں چنانچہ فرمایا نظم ہے

موتے شدہ ام بے خط مشکین رقم اد
کو بخت کہ آیم بزبان قلم او
دیں اس کے سیاہ خط کے بغیر ہی بال کی طرح ہو گیا ہوں۔ میرے کیسے
نصیب کہ اس کی زبان قلم پر میرا نام آیا
مجنوں برہ عشق ز سر کردہ قدم رفت
دارم من سرشتہ قدم بر قدم او
د مجنوں راہ عشق پر گامزن ہو کر دنیا سے رخصت ہوا میں نے اپنا سر
کاٹ کر اس کے قدموں پر رکھ دیا

بلند مرتبہ زیں خاک آستان شدہ ام
غبار کو بہ تو گر آسماں شدہ ام
اس آستانہ کی خاک سے میں بلند مرتبہ ہوا ہوں اگرچہ غبار کی طرح میں
آسمان پر اڑ رہا ہوں

مولانا ناصر ہروی رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت میرزا نگرینہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے جن کے حالات حضرت مولانا سعد الدین

کاشغریؒ کے اصحاب کے سلسلے میں گزر چکے ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا قوام الدین فرزند مولانا شمس الدین ایک متقی عالم تھے اور حضرت خواجہ احرار قدس سرہ آپ کے وعظ کے لیے پہنچے تھے اور شفقت کے باعث آپ کی آنکھیں پر نیم ہو گئی تھیں جب میرزا شاہرخ نے دیوان گوہر شاد کو منار سے ڈال دیا تھا جیسا کہ مولانا فخر الدین علیؒ نے بطریق موعظت رشتات میں اس کا ذکر کیا ہے مولانا ناصر مادر زاد ولی تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ جو ایک نیک خاتون تھیں فرماتی ہیں کہ جن مہینوں میں میں حاملہ تھی اور ناصر میرے شکم میں تھے پڑوس میں کبھی کبھی چند فاضل مشنوی مولانا رومؒ پڑھا کرتے تھے اور جیسے جیسے وہ مشنوی شریف کے اشعار پڑھتے یہ بچہ میرے بطن میں رقص کرنے لگتا اور اتنا مضطرب ہوتا کہ میں بے حال اور بے چین ہو جاتی۔ مجبوراً مجھے ان بزرگوں سے جو مشنوی کے اشعار پڑھتے تھے درخواست کرنا پڑی کہ وہ یہ اشعار نہ پڑھا کریں۔ غرض لڑکپن کے آغاز اور ایام نشوونما کے شروع ہی سے مولانا ناصر ہرویؒ میں لوگوں نے بزرگوں کی اس نسبت کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ حضرت میرزا نگرینہ نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی بلند استعداد اور صفائے قلب کی بناء پر آپ کو حضرات خواجگان کے سلسلہ سے منسلک کر لیا۔ آپ کو خلوت میں طلب فرمایا اور ان اکابر کی انابت اور ذکر کی تعلیم اور مراقبہ خاصہ کی رہبری فرمائی مولانا ناصر ہروی نے اس نسبت معنوی کے ضمن میں ظاہری علوم کی بھی تکمیل کی اور ہرات شہر کے صاحب تقویٰ فاضل اور محقق صوفی بن گئے۔ عبد اللہ خان آپ کو ہرات کی دیگر معزز ہستیوں کے ہمراہ خراسان سے ماوراء النہر لے آیا اور آپ کئی سال تک قابل فخر شہر بخارا میں طالبان علم و قال کے فائدہ اور سالکان راہ ذوالجلال کی فیض رسانی کے لیے کام کرتے رہے کثرت علم کے باوجود نسبت سکر اور والہانہ جذبات کا آپ پر غلبہ رہتا تھا اور تھوڑے سے نغمہ و سرود سے بھی آپ بے قابو ہو جاتے تھے۔ جب آپ کی عمر شریف اسی سال

کے قریب ہو گئی تو آپ نے اسی شہر بخارا میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ نے ایک دانشمند اور پیر بنیرگار صاحبزادے مولانا میرؒ اپنے پیچھے چھوڑے۔

شیخ احمد ہروی رحمۃ اللہ علیہ | یہ ہرات کے قریب چغارہ کے رہنے والے تھے اور ایک واسطہ سے حضرت میر رنگریز کے مرید تھے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے شیخ احمد ہرویؒ صاحب وقت و حال و حضور و فنا و آثار تھے اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی نسبت آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتی تھی آپ کی کافی عمر ہوئی ہے۔ **ستارہ** کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ فی الحال آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ محمدؒ اپنے والد بزرگوار کی نسبت سے بہرہ ور ہیں۔

مقالہ اولیٰ — مقصد دوم

پہلے مقالہ کا دوسرا مقصد حضرت زبدۃ الاخیار خواجہ احرار قدس سرہ کے متنبسین کے حالات کے بیان میں ہے اور یہ مقصد دوم تین فصل پر مشتمل ہے۔
فصل اول | یہ فصل حضرت خواجہ احرار کی اولاد امجاد قدس اللہ تعالیٰ سرہم الاقدس کے حالات کے بیان میں ہے کہ جن کو حضرت خواجہ کی وراثت معنوی سے بھی حصہ ملا اور جنہوں نے مختلف ممالک میں اس سلسلہ عالیہ کو پھیلا دیا۔ اس فصل میں ان بزرگوں کے حالات کا بھی بیان ہے جو آپ کی اولاد امجاد سے مستفید ہوتے۔

واضح رہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے دو لائق فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمد عبداللہ جو خواجگا کے نام سے مشہور تھے اور دوسرے خواجہ محمد یحییٰ۔ مولانا فخر الدین علی متضدی نے ان دونوں صاحبزادگان کے حالات و اطوار پر روشنی ڈالی ہے۔ صاحب رشتات کے زمانہ میں چونکہ یہ دو صاحبزادگان منصب اکمال و ارشاد پر جلوہ گر نہ ہوئے تھے اسلئے اس کتاب میں ان کے حالات و ارشادات موجود نہیں ہیں ہم اس کتاب (نسماۃ القدس) میں ان کے کچھ حالات بیان کریں گے۔

<p>۱) خواجہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>۲) خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ</p>	<p>حضرت خواجہ محمد عبداللہ کے سات صاحبزادے تھے۔ آسمان ولایت کے سات تارے جن کا ذکر عنقریب آئے گا اور خواجہ محمد یحییٰ</p>
---	--

کے تین فرزند تھے۔ خواجہ محمد زکریا اور خواجہ عبدالباقی کو اپنے جد بزرگوار کی صحبت و عنایت کا شرف حاصل رہا تھا۔ اور انہوں نے ہی ان دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کیا تھا۔ یہ دونوں عالی مرتبت بھائی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ۹۰۶ھ میں شہادت کے بلند مرتبہ کو پہنچے۔ ان کے بعد ایک بھائی خواجہ محمد امین تنہا رہ گئے۔

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ اَنَا اللہ تعالیٰ بَر بَانَدُ نے دوبارہ جب سمرقند فتح کیا تو حضرت خواجہ محمد یحییٰ کی تعزیت کی اور فاتحہ کا کھانا کیا اور حضرت خواجہ محمد امین کو اپنے ہمراہ کابل و ہندوستان لے آیا **رَحِمَہُمُ اللہُ سُبْحَانُہُ** حضرت خواجہ محمد یحییٰ کے صاحبزادوں کے حالات چونکہ کم تھے اس لیے پہلے بیان کر دیئے گئے۔ اب حضرت خواجہ محمد عبداللہ کے صاحبزادوں کے حالات بیان ہوں گے۔ خدا کی مدد اور اس کی توفیق سے۔

(الف) خواجہ عبداللہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | یہ حضرت محمد عبداللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اور

راہ سلوک کے شناسا اپنے جد بزرگوار کی زندگی ہی میں آپ کو بیت اللہ شریف اور رونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی توفیق مل گئی تھی۔ وہاں سے آپ شام اور روم تشریف لے گئے اور روم اور ملحقہ علاقوں میں آپ نے لوگوں کو اس طرح سلوک کی تعلیم دی کہ سب عالی ہمت اور باندہ اخلاق کے مالک بن گئے۔ وہاں کے والی نے اس ولایت کا دسواں حصہ اگزار کرنا منظور کر لیا۔ لوگ کہتے ہیں وہ رعایت آج تک قائم ہے اس طرح وہاں کے محتاجوں اور ضرورت مندوں پر آپ کا عظیم کرم و احسان ظاہر ہوا اس حصہ کی قیمت ایک لاکھ اسی ہزار درہم تھی۔ آپ جب وطن واپس آئے تو آپ کے جد امجد نے اسے بہت پسند فرمایا اور اپنے اہل کاروں کو اس کے ادا کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس فرزند نے ہمارے فقر کی ناموس کی نگہداشت کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نور الدین جانی قدس سرہ السامی نے خواجہ عبداللہادی کے اس جانے اور آنے کی بہت تعریف کی اور اسے بہت پسند فرمایا۔

آنجناب کو دل کے ذکر کی تلقین آپ کے جد بزرگوار نے کی تھی اور آپ کے بھائی خواجہ شہاب الدین محمد پر یہ عنایت شہر سبز کے باغ میں ہوئی جو ایک متبرک مقام ہے۔

اس باغ میں ایک شہتوت کا درخت ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین

نقشبند بخاری نے ایک دن اس پر ٹیک لگائی اور اس کا سہارا لیا تھا اور اسی لیے حضرت خواجہ عبید اللہ احراز نے اس باغ کو خرید لیا تھا اور کبھی کبھی اس کی سیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ ع

شبے نیکو تراز روز جوانی

اس مبارک درخت کے نیچے دونوں بزرگ اپنے طالبین کو بلاتے انہیں ذکر کی تلقین فرمایا کرتے اور اس پر عنایات فرماتے تھے قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم۔

(ب) خواجہ شہاب الدین المعروف خواجہ خواوند محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ حضرت خواجہ عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کے جد بزرگوار نے اپنے والد کے نام پر ان کا نام رکھا اور اپنے جد بزرگوار کے لقب سے انہیں ملقب کیا رحمہم اللہ تعالیٰ ان کے تلقین ذکر کا واقعہ خواجہ عبداللہادی کے حالات کے تحت گزر چکا ہے۔ یہ اپنے جد بزرگوار سے بطریق رابطہ بھی مشرف تھے فرماتے ہیں میں جد بزرگوار کے انتقال کے وقت بیس سال کا تھا۔ ان کی حیات میں ایک بار میں بہت زیادہ کمزور ہو گیا اور ماوراء النہر کے طبیب اس کے علاج سے عاجز تھے چنانچہ میں خراسان چلا گیا۔ مخدوم الانام حضرت مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ مجھے اپنے گھر لے آئے میں ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہا اور ان کے بعض رسائل ان سے پڑھے۔ صاحب تار منخ رشید نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا سے بھی معنوی تربیت حاصل کی ہے۔ بعد میں وہ فارس اور عراق بھی گئے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تمتہ اول و مرآۃ کہتا ہیں قاضی حسین احمد میبذی رحمہ اور امیر صد الدین محمود شیرازی اور مولانا جلال الدین محمد دوانی رحمہ سے پڑھیں۔ طب کی کتا ہیں آپ نے مولانا عماد الدین محمود سے پڑھیں جو اس فن کے اساتذہ میں سے تھے اگرچہ خود مولانا عماد الدین محمود شرح تجرید کے اساق میں جو مولانا جلال الدین محمد دوانی رحمہ سے لیے گئے تھے خواجہ شہاب الدین کے ہم سبق بھی رہے تھے علم طب

حاصل کرنے کے بعد آپ کئی سال عملاً طبابت کی خدمت بھی انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اس میں کامل مہارت پیدا کر لی حضرت خواجہ شہاب الدین کی فن طب پر کتاب تحفہ خانی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس فن میں کس درجہ مہارت حاصل کر لی تھی آپ پھر عراق سے روم تشریف لے گئے پھر مصر گئے۔ اور وہاں سے حرمین شریفین زاد صفا اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً اللہ پاک ان دونوں متبرک مقامات کے شرف و تکریم میں زیادتی عطا فرمائے آپ فریضہ حج کی ادائیگی اور زیارت روضہ سید اللہام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بحری راستہ سے ہندوستان تشریف لائے اور پھر اپنے وطن مالوف روانہ ہوئے۔ ان مذکورہ سیاحتوں کے دوران آپ کی بہت سے علماء و فضلاء کے ساتھ صحبت رہی۔ پھر حالت خواب میں آپ کو اپنے جد بزرگوار کا اشارہ ہوا اور اپنے مادرِ اربع النہر سے بلادہ شریف اپنا تلقین و ارشاد کا مستقر تبدیل کیا۔

یہاں اطراف و جوانب سے بے شمار مخلوق آپ کے چشمہ فیض و برکات سے مستفید و شاداب ہوئی۔ پھر آپ نے ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی۔ ہندوستان کے بادشاہ ہمایوں کو شیخ محمد غوث گوالیاری کے بھائی شیخ بہلول سے بڑی عقیدت تھی ان دونوں کا ذکر کتاب صفیات الانوار میں انشاء اللہ آئے گا۔ بادشاہ کی اس عقیدت کی وجہ یہ تھی کہ شیخ بہلول تعویذات و عملیات اور دعوات و تسخیرات میں بڑا کمال رکھتے تھے اور ہمایوں بادشاہ کو ان چیزوں سے بڑا شغف تھا۔

حضرت خواجہ شہاب الدین کو یہ حالات دیکھ کر حیرت ہوئی اور آپ واپس لوٹے آپ جب لاہور پہنچے تو ایک دن مجلس میں فرمایا کہ ان دنوں کچھ ایسا مشاہدہ ہوا کہ ایک بڑا سیلاب آ رہا ہے اور ہمارے بعد دہلی اور آگرہ کے اس پار جو کچھ بچا تھا سب بہا کر لے گیا اور ہم بڑی کوشش کے بعد اس سے بچ سکے۔ بادشاہ کے مقربین میں سے ایک بزرگ جو حضرت خواجہ شہاب الدین کے بھی محبین اور عقیدتمندوں میں سے تھے اس کی تعبیر سن کر رو دیتے اور حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ اس بارے میں بادشاہ کو مطلع کر دیں اور کچھ لکھ دیں آپ نے قلم اٹھایا اور

یہ شعر لکھ دیا ہے

ہماتے گو منگن سایہ شرف ہرگز
دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشند

(ہماتے کہو کہ شرف و بزرگی کا سایہ ہرگز اس جگہ نہ ڈالے جہاں طوطی سے زیادہ
کوئے ہوں)

اور آپ مادر اللہ بکھیرت متوجہ ہوتے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جمالیوں بادشاہ اور
شیر شاہ سوری کے درمیان ہوا جو کچھ کہ ہوا (یعنی شیر شاہ نے اس سے سلطنت چھین
لی۔ حضرت خواجہ شہاب الدین کے تصوف و سلوک میں چند مفید رسالے ہیں آپ کے
بعض رسائل سے کچھ اقتباسات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

نسمہ: تحریر فرماتے ہیں کہ درویش اگر خدا و رسول کی رضا کیلئے خالصتہً
اللہ اپنے دانتیں ہاتھ میں کتاب اللہ اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ لے کر مسلمانوں
کے اہم امور کی خاطر بادشاہوں کے دربار میں جاتے اور مسلمانوں کی وکالت کرے تو
اسے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم دولت سمجھنا چاہیے ایسے کام میں
درویش کی کوئی بے عزتی لازم نہیں آتی۔ اس لیے کہ اس کی عزت کی بات یہ ہے کہ شریعت
مصطفویہ آگے بڑھے اور اسے رونق نصیب ہو اور اس کی بے عزتی یہ ہے کہ شرع
شریف کو خوار اور بے عزت دیکھے۔ اور اپنی عزت پر نگاہ رکھے۔

ایک بزرگ بادشاہ وقت کے پاس مسلمانوں کی کوئی فریاد لے کر گئے۔ بادشاہ نے
اسے قبول نہ کیا۔ یہ بزرگ دوبارہ بادشاہ کے پاس گئے تو ان کے صاحبزادگان و معتقین
نے کہا کہ آپ کے اس طرح جانے اور بادشاہ کے قبول نہ کرنے سے آپ کی بے عزتی
ہوتی ہے اس کے لیے کوئی دوسری تدبیر اختیار کریں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اے نادانو!
مسلمان کی آبرو تو اس میں ہے کہ اس کے دین کا کام آگے بڑھے ہم تو اس آبرو کے لیے
کوشاں ہیں۔

نسمہ: آپ نے فرمایا شریعت کے مطابق بندہ کو جو امر بھی درپیش ہو اسے

چاہیے یہ دیکھئے کہ اس کام کے ضمن میں مستحق لوگوں کو فائدہ بھی پہنچ رہا ہے۔

نسمہ: حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا۔

”اگر کسے گمان برد کہ درمیان بند ہائے حق سیحانہ، ازد و بدترے

ہست دی متکبر است“

(اگر کوئی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اس سے کوئی کمتر بھی

ہے تو وہ مغرور و متکبر ہے)

سالک کو ان بزرگ کے کلام سے بالیقین یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سلوک میں کس قدر
نیاز و انکساری اور شکستگی و فروتنی درکار ہے۔ اسے مقصود تک رسائی کے لیے پوری پوری
کوشش کرنی چاہیے۔

نسمہ: آپ نے ارشاد فرمایا کہ سالک کا حق تعالیٰ کے ساتھ ملکہ حضور و محبت اس
درجہ ہونا چاہیے کہ اگر اس کے پاس دنیا کا بہت سا زو سامان ہو تو وہ اس کی محبت میں
گرفتار نہ ہو اور یہ اسباب کے ساتھ عدم تعلق اور اس کی محبت میں گرفتار نہ ہونا اس
طرح ہو کہ اگر مثلاً اس کا گھر زرد و جواہر اور قیمتی ملبوسات سے بھرا ہوا بھی ہو اور چور وہ
سب کچھ چرا کر لے جائیں تو اسے کوئی رنج و غم نہ ہو بلکہ وہ شکر بجالائے اور اسے
غیبی اشارہ سمجھے کہ ان کا مقصد اور خواہش یہ ہے کہ سالک پوری طرح ان کی طرف متوجہ
ہو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تک سالک اتنا پابکار نہ ہو راہ سلوک میں وہ کامیاب نہیں۔

نسمہ: آپ نے فرمایا کہ کون سی راحت و آرام اور کون سا سرور و حضور بھلا اس
کے برابر ہے کہ انسان ایسے محبوب کی یاد میں زندگی گزارے جس نے اسے پیدا کیا اور دنیا
اور آخرت کی ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا۔ حضرت مولانا قدس سرہ نے خوب فرمایا۔

جز آنکہ بست داد لب خود مکشا

جز آنکہ نکلت داد تکاپوئے مکن

(مادر اس کے کہ وہ عنایت فرمادیں تو لب کشائی نہ کر اور ماسوا اس لقمہ

کے کہ وہ برحمت فرمادیں تو زیادہ بھاگ دوڑ و تجسس نہ کر)

نسمہ ہر فرمایا جس کسی نے بھی جمعیت خاطر و انتشار فکر کے متعلق کچھ کہا ہے سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعیت ہمیشہ اپنے پروردگار کو یاد کرنے کا نام ہے اور انتشار فکر اس کی یاد کے بغیر زندگی گزارنا۔

نسمہ :- ان خدمات و نیاز مندوں کے سلسلے میں جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حیوانات سے ظہور میں آتی ہیں یہاں تک کہ ایک خارش زدہ کتے نے ایک بار اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر نالہ حنین کے ساتھ حضرت کو پکا حضرت خواجہ شہاب الدین خواوند محمودؒ نے یہ بیان کرتے یہ شعر پڑھا ہے

اگر پاتے سگے می بوم ای ناصح مزین طعنہ

کہ من چنداں بہ کوئے آشنائے دیدہ ام اورا

راگریں کتے کے پاؤں چومتا ہوں تو اے ناصح تو مجھے طعنہ نہ دے کہ

میں نے اس کتے کو بارہا دوست کے کوچہ میں دیکھا ہے

آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ قادر ہے۔

کیا عجب کہ وہ اپنی بارگاہ کے نیاز مندوں کے لیے تمام حیوانات و نباتات کو مناجات میں لگا دے اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ پر خصوصی عنایت فرمانا چاہتا ہے تو اس کے لیے ایسے ہی اسباب مہیا فرما دیتا ہے اور درپردہ اس پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

ان چند مبارک کلمات کی حضرت خواجہ نے شرح فرمائی ہے جو حضرت مخدوم جامی قدس سرہ السامی کو آپ کی وفات کے بعد آپ کے سرہانے سے ملی ہے چنانچہ حضرت مولانا عبدالغفور لاری قدس سرہ نے ”تکمید“ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اس شرح کی ابتدا میں حضرت خواجہ کے متبرک قلم سے کچھ ایسے کلمات ظہور میں آئے ہیں جن سے آپ کی انتہائی انکساری خاکساری اور دید قصور کا حال معلوم ہوتا ہے اور وہ کلمات یہ یہ ہیں۔

عرض ہے کہ اس گنہگار مجرم کو درویشی کا کوئی دعویٰ نہیں اور اگر کوئی درویش ہو تو بھی اسے درویشی کا دعویٰ کرنا درویشی کے منافی ہے اس لیے کہ سالک طریق کو ایسا دعویٰ نازیبا ہے۔ درویشی کی چند شرطیں ہیں اور سالک کو وہ بہر حال بجا لانی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ درویش چونکہ راہِ آخرت کا سالک ہے اس لیے یقیناً اسے ذکر میں مشغول رہنا ہے۔ ذکر خواہ دل سے ہو یا زبان سے۔ تو درویش کا دل زبان اور حلق پاک ہونا چاہیے۔ اب یہی میری بات تو ظاہر ہے کہ کیا میں کہتا ہوں اور کیا میں کھانا ہوں۔ تو اس طرح میری زبان اور میرا حلق پاک نہیں۔

اور میری زبان کا حال یہ ہے کہ ذکر خداوندی کے علاوہ وہ بہت سی بے معنی باتیں کہتی ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی مرض کے خلاف ہیں۔ تو مختصراً یہ کہ جو درویشی کی ان شرطوں کی نگہداشت نہ کر پائے درویشی کا نام لینا اس پر حرام ہے تو غرض یہ کہ میں درویش نہیں ہوں۔ البتہ اتنا ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے اپنے فرزند حضرت سلطان ولد کو نصیحت دو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

یکے لحظہ از دوری نشاید

کہ از نزدیک بودن مہر زاید

(اس محبوب سے ایک لحظہ کی بھی دوری نہ چاہیے کہ اس سے نزدیک ہونے

سے آفتاب کی مانند درخشاں و تاباں شخصیت جنم لیتی ہے)

ہم تو محض درویشوں کی باتیں نقل کرنے والے ہیں۔ خود نہ درویش ہیں نہ دانشمند اور مختصر بات یہ ہے کہ جو کوئی بھی اہل اللہ کی باتوں پر عمل کرے گا اس پر دنیا اور آخرت کے فائدے مرتب ہوں گے۔

فَاذْكُرْ إِلَىٰ مَا قَالُوا وَلَا تَنْظُرْ إِلَىٰ مَنْ قَالُوا .

(جو کچھ کہا اسے دیکھو۔ کس نے کہا یہ نہ دیکھو)

آپ کا کلام شریف یہاں ختم ہوا۔

صاحب تاریخ رشیدی نے آپ کی کرامات کے سلسلے میں دو واقعات بیان

فرماتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک درویش ہمیشہ آپ کی خدمت میں آیا کرتا۔ ایک بار جب کھانا آیا تو دوسروں کے ساتھ وہ درویش بھی شامل ہو گیا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔ تیسرے روز اچانک حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس درویش کا حصہ الگ کر کے رکھو اور شام سے نگاہ رکھو تاکہ معلوم ہو کہ اس کے کتنے روزے ہم نے ضائع کیے چنانچہ ایسا کرنے پر پتہ چلا کہ وہ درویش روزانہ روزے سے ہوتا تھا مگر ادبِ صحبت کے باعث اپنا روزہ ظاہر نہ کرتا تھا۔

صاحب تاریخ رشیدی نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب قندھار مردم مرزا کا مران کے ہاتھوں سے نکل گیا اور قزلباش کا اس پر قبضہ ہو گیا تو بعض غدصین نے بڑے غم بھرے انداز میں حضرت خواجہؒ سے عرض کی کہ قندھار کی بازیابی کے لیے حضرت توجہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ نے توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے جد بزرگوار کو دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مجھے کس بات کا غم ہے میں نے عرض کیا قندھار کے معاملہ کا۔ حضرت نے فرمایا غم نہ کر سہولت سے معاملہ درست ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی دن قندھار پر دوبارہ مردم مرزا کا مران کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت خواجہؒ کی وفات ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے جد امجد کے مزار مبارک کے دالان میں آرام فرما رہے ہیں رحمہ اللہ سبحانہ۔

(ج) حضرت خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ محمد عبد اللہؒ کے تیسرے فرزند تھے۔

آپ کا لقب محی الدین تھا۔ ظاہری دباطنی کمالات سے بہرہ ور تھے۔ آپ کا باطنی سبق آپ کے لئے آپ کے جد بزرگوار نے لکھ دیا تھا اور اس عنایت و شفقت کا باعث یہ ہوا کہ ایک دن آپ کے جد امجد باغ ماترید کی سیر میں مشغول تھے کہ اس اثنائیں خواجہ عبدالحق پر جن کی عمر اسی وقت سات سال کے لگ بھگ تھی آپ کی نظر پڑی حضرت نے آپ سے پوچھا کہ باغ کی سیر کو ہمارے ساتھ آؤ گے۔

خواجہ عبدالحق نے عرض کیا میں نے ابھی سبق نہیں پڑھا ہے۔ حضرت نے فرمایا
آج ہم تمہیں سبق پڑھائیں گے اور اپنے ساتھ باغ میں لے گئے اور یہ چند مبارک
کلمات سبق کے طور پر آپ کو لکھ دیئے۔

نسمہ در اے فرزند نور چشم! اپنی ساری ہمت اس کام کے لیے اٹھا رکھو
کہ تمہارے دل میں سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے اور کوئی چیز گھرنے کرے
اگر حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز خود سے تیرے دل کو مشغول کرے تو لا الہ
الا اللہ کہہ کر اس چیز کو دل سے دور کر۔

اور اس طرح دل سے دور کر کہ اس چیز کو اپنا دشمن جان اور حق سبحانہ و تعالیٰ
سے انتہائی عاجزی و انکساری سے دعا کر کہ وہ تجھے اپنے سوا کسی بھی چیز میں گرفتار
نہ کرے۔ خود کو پاک و صاف رکھ خلوت و تنہائی میں نماز پڑھا کر اور سر بسجود ہو
کر خدا سے دعا کر کہ وہ اپنے خاص بندوں (مقربین) کے دل کی طرف تیری مانتہائی
کرے اور سعادت و نیک بختی صرف اسی میں جان کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے خاص بندے
تجھے اپنے دل میں جگہ دے دیں اور حق سبحانہ سے تجھے طلب کریں کہ اس کی صحبت
تیرے دل میں جگہ کرے۔

تو ایک پند بس در ہر دو عالم
کہ ہر ناپید ز جانت جنتہ خدا دم
اگر تو پاس داری پاس انفاس
بہ سلطانے رساندت از پی پاس
تو مباش اصل کمال این ست فیس
رد در دم شود مال این ست و بس

تجھے ہر دو عالم میں صرف ایک ہی نصیحت کافی ہے کہ تیرے دل سے
بجز خدا دوسری آواز نہ آئے۔ اگر تو اپنے سانس کی نگہداشت کرتا ہے
تو یہی چیز تجھے اس بادشاہ (خالق حقیقی) تک رسائی دے دے گی تو

خود بالکل نہ ہو بس یہی کمال ہے اور جا اس میں گم ہو جا بس یہی وصال
ہے) آپ کا کلام شریف و لطیف ختم ہوا۔

کہتے ہیں جو کوئی بھی حضرت خواجہ عبدالحق رحمہ کے شرف ارادت سے مشرف ہوتا
آپ اسے اپنے جد بزرگوار کے خط سے یہی سبق لکھ کر دے دیا کرتے تھے۔
حضرت خواجہ ہندوستان بھی تشریف لے گئے تھے۔ یہاں کے حکمران ہمایوں بادشاہ
آپ کے ساتھ انتہائی نیاز مندی و انکساری کے ساتھ پیش آتے لیکن کسی سبب کی بنا
پر بعد میں حضرت خواجہ کے دل میں ہمایوں کی طرف سے ایک گونہ رنجش پیدا ہو گئی تھی
بادشاہ درویشوں کے ساتھ بالعموم اور حضرت خواجہ رحمہ کے عالی خاندان کے ساتھ بالخصوص
محبت و اخلاص کا تعلق رکھتا تھا۔ اس نے عذر خواہی کے طور پر یہ چند کلمات آپ کو لکھ کر
بھیج دیئے۔ اگر وہ کہیں کہ ہماری راہ تیری راہ سے جدا ہے تو پھر تو کیوں یہ خط لکھتا ہے
اور کیوں نیاز مندی و انکساری کا اظہار کرتا ہے کہ یہ ہمیں قبول نہیں۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخانی نے حضرت خواجہ محمد
پارسا قدس سرہ سے قدسیہ انسیہ میں فرمایا ہے۔

بہ پیوند باں کسے کہ از تو قطع کند و بہر د

اس سے جوڑ جو تجھ سے قطع تعلق کرے اور کٹے

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کیا نہ تو آپ کا خادم ہے۔ مجھے آپ کی خدمت اور
غلامی سے غرض ہے خواہ آپ قبول کریں یا قبول نہ کریں۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدی
قدس سرہ نے بوستان میں اسی بارے میں یہ حکایت نقل فرمائی ہے۔

شنیدم کہ پیرے شبے زندہ است

سحر دست حاجت بہ حق بر فراشت

یکے ہاتھ انداخت در گوش پیر

کہ بے حاصلی رُوسر خویش گیر

میں نے سنا ہے کہ ایک درویش ایک رات صبح تک جاگتا رہا اور بوقت

صبح دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے۔ ایک ہاتھ نے اس درویش کے کان
میں کہا کہ یہ سب بے نتیجہ ہے۔ جا اپنا رستہ لے

بریں دروعلیٰ تو مقبول نیست

بہ خواری بردیا بہ زاری با پست

شبے دیگر از ذکر و طاعت نہ

مریدے ز حالش خبر یافت گفت

(اس در پر تیری دعا مقبول نہیں یا ذلت کے ساتھ جایا عاجزی کے ساتھ

ٹھہرا رہ دوسری شب وہ درویش تمام رات عبادت کرتا رہا اور نہ سویا

اس کے ایک مرید کو اس کے حال کا پتہ چلا تو اس نے درویش سے کہا)

چو دیدی کزین رویے بر لبست در

بہ بے حاصلی سعی چندین مبر

بنارید از اشک یا قوت فام

بہ حسرت ببارید و گفت اے غلام

(جب تو نے دیکھ لیا کہ اس طرف سے دروازہ بند ہے تو بے فائدہ اس کی

چندیں سعی و کوشش نہ کر اس نے حسرت و افسوس کے ساتھ یا قوتی رنگ

کے آنسو برساتے اور کہا اے لڑکے!)

بہ نومیدی آنکہ بگر دیدے

کزیں بہ درے دیگرے دیدے

مپندار کز دی عنایا بر شکست

کہ من باز دارم ز فراق دست

زمین مایوس و ناامید ہو کر تو اس وقت پھرتا جب اس سے بہتر کوئی دوسرا

در دیکھتا تو یہ نہ سمجھ کہ اگر اس نے توجہ پھیری تو میں بھی شکار بند سے ہاتھ

اٹھا لوں۔)

شنیدم کہ راہم دریں کوئے نیست
ولیکن بہ ملک دگر روئے نیست

دریں بود سر در زمین فدا
کہ گفتند درگوش جاننش ندا
قبول ست گرچہ ہنر نیستش
کہ جز ما پتا ہے دگر نیستش

(میں نے سنا کہ اس کوچہ میں میرے لیے راہ نہیں لیکن کسی دوسری طرف
بھی میرے لیے کوئی راستہ نہیں وہ درویش اسی خیال میں زمین پر سر نیاز
رکھے ہوئے تھا کہ اس کی روح کے کان میں یہ ندا آئی کہ اگرچہ تو ہنر مند
نہیں ہمیں قبول ہے اس لیے کہ ہمارے علاوہ تیری کوئی پناہ نہیں)

حضرت خواجہ "تب سمندری" راستہ سے حرمین معظمین کی طرف متوجہ ہوئے (اللہ تعالیٰ
اس کے شرف و تکریم میں اضافہ فرماتے) اور اس مبارک مقام کے مکینوں کے ساتھ نیاز مندی
و ایثار کا سلوک فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں بعض لوگوں کی طرف سے مجھے ایندائیں
پہنچیں۔ میرے دل میں چنانچہ خیال گزرا کہ کیا اچھا ہوتا اگر اس مقدس مقام کے لوگ
اور زیادہ شائستہ ہوتے اور برابر یہ خیال کانٹے کی طرح میرے دل میں چھنے لگا۔ ایک ملت
میں تنہائی میں مصروف طواف تھا اور اغیار سے مجھے فرصت نصیب ہو گئی تھی کہ اچانک
میرے کاندھے نے محسوس کیا اور میرے کانوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "اے عبدالحق!
یہ لوگ ہماری درگاہ کے خانہ زاد ہیں ان پر اعتراض نہ کر۔ صرف انکساری و تکبر کا اظہار کرنا
چنانچہ اس کے بعد میں ہمہ تن انکساری و ادب ہو گیا۔

حضرت خواجہ کا بیشتر وقت ضعف و ناتوانی اور دکھ میں گزرا کہ **مُحِبُّ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا
سَقِيمٌ** (اللہ سے محبت کرنے والا دنیا میں دکھی ہے) مگر بدن کے اس ضعف اور
طرح طرح کے دکھوں کے باوجود کیا سفر اور کیا حضر۔ حضرت خواجہ عبادات و عبادات
میں انتہائی چست و توانا تھے اور فرائض تو کیا کبھی مستحب پر عمل کرنے کو بھی نہ چھوڑتے

تھے کہ لَكَ فِي الْقَلْبِ مَكَانٌ مَصُونٌ
كُلُّ عَتَبٍ عَلَتْ فِيهِوَدٌ!

زیر مقام قلب میں بالکل محفوظ ہے۔ مجھ پر ہر عتاب و رنج کا جھیلنا آسان ہے
کہتے ہیں جب حضرت خواجہ کو انتقال کے بعد نہلانے کے لیے تخت پر لے گئے تو اس
وقت حضرت مولانا مصطفیٰ رومی حاضر تھے۔

اس وقت مولانا نے حضرت خواجہؒ کے متعلق فرمایا کہ اس سے زیادہ حضرت خواجہؒ کی
کیا کرامت ہوگی کہ اس کمزور مری بدن کے باوجود مرتے دم تک انہوں نے کبھی ذکر و عبادات
میں سستی نہ کی۔ طرح طرح سے اپنے آپ کو مصروف ذکر و عبارت رکھا۔

حضرت خواجہ کی وفات ۹۵۶ھ میں ہوئی اور اپنے جد بزرگوار اور والد بزرگوار قدس اللہ
تعالیٰ اسرارہم کے قریب دفن ہوئے۔

یہ مولانا مصطفیٰ رومیؒ (جن کا ادب ذکر ہوا) بہت بڑے عالم دین اور عظیم محدث تھے
تدریس اور تصبیح کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ ماوراء النہر میں نویں صدی ہجری
میں ان کی ذات گرامی سے حدیث کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ اس علاقہ کے اکثر علماء
نے اپنی اسانید حدیث کو ان سے درست کیا ۹۶۲ھ میں ان کا وصال ہوا۔

مولانا مصطفیٰ رومیؒ نے سید جمال الدینؒ سے سند حدیث لی جن کا سلطان حسین
کے آخری دور میں ہرات میں ثانی نہ تھا۔ آپ کی بعض تصانیف یہ تھیں۔ حاشیہ مشکوٰۃ
شرح اربعین ترمذی۔ شرح حصن حصین۔ شرح قصیدہ برودہ اور روضۃ الاحیاء وغیرہ
فارسی میں مشکوٰۃ شریف کی شرح بھی آپ نے بڑی دقت نظری سے لکھنی شروع کر دی
تھی لیکن آپ کی عمر نے دفانہ کی اور وہ پوری نہ ہو سکی۔ ۹۶۶ھ میں آپ نے اس دار فانی سے
رحلت فرمائی کہتے ہیں کہ آپ نے سو بار سے بھی زیادہ صحیحین (بخاری و مسلم) اور مشکوٰۃ کا
درس دیا تھا۔ میر کشادہ نامی آپ کے ایک فرزند تھے جو علم حدیث میں آپ کی طرح تھے
اور علم اخبار اور اسما الرجال میں آپ سے بہتر ان کی بھی بڑی مفید تصانیف تھیں۔
رحمہم اللہ سبحانہ۔

مولانا محمود قواس رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کی باریکیاں بیان فرمائی ہیں۔

سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ دَرَوِش

سواد اعظم آمد بے کم و بیش

(درویش کے چہرے کی سیاہی سے مراد درویش کی نیستی اور مقام فنا ہے) فرماتے ہیں کہ پہلے مصرعہ میں چہرے کی سیاہی سے مراد درویش کی نیستی اور مقام فنا ہے اور سواد اعظم سے مراد حق تعالیٰ کا نور ذات ہے یعنی جب درویش نے اپنی ذات کو درمیان سے اٹھالیا۔ وہ نور ذات سے پیوست ہو گیا۔ امیر جمال الدین سے آپ نے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ چہرے کی سیاہی سے مراد چہرے کا سیاہ تل ہے۔ تو شعر کے معنی یہ ہوئے کہ جس طرح چہرے کا حسن سیاہ تل سے ہے اسی طرح ایک درویش کی زینت نیستی و فنا سے ہے۔ تو شعر میں سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ اس سے کنایہ ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ میر جمال الدین سید پاک تھے اور جس نے بھی آپ کو دیکھا یقین کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد تھے۔ جامع ملفوظات کا بیان ہے کہ مولانا نے پاکی کے ساتھ جو میر سید جمال الدین کی تعریف کی ہے اس سے اعتقاد کی پاکی مراد ہے۔

میر جمال الدین اپنے چچا سید اصیل الدین کے شاگرد تھے یہ چچا بھی خدمت میں یگانہ روزگار تھے۔ اپنے ایک رسالہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہرات شہر میں ایک سو بیس مرتبہ سے زیادہ میں نے شروع سے آخر تک بخاری شریف کا درس دیا ہے اور مشکوٰۃ شریف کا اس سے بھی زیادہ مرتبہ اور ان دونوں کتابوں کے ختم پر جو دعا بھی مانگی فوری طور پر قبول ہوئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہ میں ہرات میں وفات ہوئی۔ کتاب درج الدولہ فی سیر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ہی کی تالیف ہے۔ وہ بالواسطہ شیخ القراء والحفاظ محمد بن محمد الجزری کے شاگرد تھے جو عظیم محدثین میں سے ہوتے ہیں اور کتاب نہایت اور حصن حصین کے مؤلف تھے ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۳۲ھ میں شیراز

۱۶۸
میں انتقال فرمایا۔ ان کی حضرت قطب الاولیاء خواجہ محمد پارسی سے ملاقات کا واقعہ رشحات میں مذکور ہے۔ رحمہم اللہ سبحانہ۔

(د) خواجہ عبد العظیم رحمۃ اللہ علیہ | آپ حضرت خواجہ محمد عبد اللہ کے چوتھے والد بزرگوار کے مشابہ۔ بھائیوں کی حد درجہ خدمت فرماتے۔ صلہ رحمی کے حقوق کا خیال رکھتے۔ درویشوں کے مشکل امور میں ان کے کام آتے اور ان پر مہربانیاں فرماتے رہتے۔ اس طرح کی نیکیوں میں وہ وحید روزگار اور ممتاز تھے۔ اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی نسبت و حضور سے بہرہ ور تھے۔

حضرت خواجہ عبد الحقؒ ان کے متعلق فرماتے کہ ہمارے بھائی عبد العظیم بزرگوں کے زمرہ میں ایک کوہ راسخ (مضبوط پہاڑ) کی طرح ہیں اور آپ کے کاموں میں تردد و منزل کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

خوانین کے تسلط کے بعد جب یہ محترم فاندان طرح طرح کے ظلم اور مصائب کا شکار رہا تو خواجہ عبد العظیمؒ کا شغری طرف متوجہ ہوئے اور دو سال بعد یہیں آپ نے آخرت کا سفر اختیار فرمایا رحمہم اللہ سبحانہ۔

(ر) خواجہ عبدی الشہید رحمۃ اللہ علیہ | آپ حضرت خواجہ محمد عبد اللہؒ کے پانچویں فرزند تھے۔ اپنے دادا سے

حضرت خواجہ عبد اللہ احرارؒ کی حیات ہی میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت خواجہؒ کو آپ کی ولادت کی اطلاع ملی تو آپ محلہ در سین جہاں یہ پیدا ہوئے تھے تشریف لائے آپ کو گود میں اٹھایا اور دائیں کان میں اذان دی اور بائیں میں اقامت کہی۔ شہد کے ساتھ آپ کی تحنیک کی اور عبد الشہید نام رکھا۔ حضرت خواجہؒ نے آپ کے چہرے پر نظر ڈال کر فرمایا اس بچے کے گوش چشم سے فروغ فیض الہی اور دفرہ حضور و آگاہی کے آثار ہویدا ہیں کہ اس بچے سے بڑا فیض ہوگا۔

لوگوں کا بیان ہے کہ خواجہ عبد الشہیدؒ جب ایک دلی کمال ہو گئے تو تواضع و انکساری

کے باعث فرمایا کرتے ایک عمر بیت گئی اور وہ بات جس کی طرف حضرت دادا بزرگوارؒ نے اشارہ فرمایا تھا میں اپنے اندر نہیں پاتا اگرچہ اسکا امیدوار ہوں۔

حضرت خواجہ عبدالشہیدؒ نے اپنے دادا بزرگوارؒ کی تقلید و پیروی میں انتہائی کوشش فرمائی اور اپنے مبارک اوقات کو تین حصوں میں منقسم فرمایا وقت کا ایک حصہ وہ جس میں آپ دینی کتابوں اور اولیاء کرامؒ کے رسائل کا مطالعہ فرمایا کرتے وقت کا دوسرا حصہ وہ جس میں آپ ذکر، تلاوت قرآن اور نماز و عبادت میں مصروف رہتے اور وقت کا تیسرا حصہ وہ جو آپ سکوت و مراقبہ میں گزارتے تھے

ہر روز تو چوں دل تو معمور

جیسا آپ کا دل یاد خدا سے معمور ایسا ہی آپ کا ہر دن مصروف
۹۸۶ھ میں آپ ہندوستان تشریف لائے اور تقریباً پندرہ سال یہاں مقیم رہے۔ یہاں کا سلطان آپ کی بے حد عزت کرتا۔ یہاں کے بہت سے علماء صلحاء ائمہ اور قراء آپ سے بیعت ہوتے۔

ایک فاضل تحریر فرماتے ہیں کہ تقریباً بارہ ہزار نفوس آپ کے آستانہ پر تشریف لائے ہیں اور یہ اس واقعہ کی تعبیر تھی جو آپ نے دیکھا تھا کہ آپ کے دادا بزرگوارؒ نے آپ کو کوئی چیز عنایت فرمائی کہ اس کاغذ میں بے شمار ریزے تھے۔ انتہی۔

۹۸۲ھ میں آپ ماوراء النہر کی طرف لوٹے اور اس واپسی میں انتہائی عجلت فرمائی آپ کے اس سفر کے خدام و رفقاء نے جب اس جلدی کا سبب پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا ان ایام میں ہر لمحہ شوق دیدار کی ایک ایسی کیفیت پیش آتی کہ میں بے حال ہو گیا اور اس سفر کے اختتام پر اپنا سفر آخرت مشاہدہ کیا۔ ان ایام میں اپنے دادا بزرگوارؒ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں اب زیادہ دیر نہ کرو۔ اور خود کو ہماری طرف رواں دواں جانو۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبدالشہیدؒ جب سمرقند کی سرحد پر پہنچے تو آپ نے سر منڈوایا اور فرمایا کہ سمرقند میں شاید سر کو حلق کرنے کی (منڈوانے کی) مہلت نہ ملے۔ چنانچہ آپ تین روز بعد آپ بیمار پڑے اور بیس دن بعد سفر آخرت

اختیار فرمایا بیمار کے ایام میں آپ نے ضروری وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ کے صاحبزادگان اور خدام نے ایک کے سوا سب وصیتیں قبول فرمائیں۔ وہ ایک وصیت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا مجھے میرے جد بزرگوار کی پائنتی کی جانب رکھ کر دفن کرنا تاکہ دادا بزرگوار کے مسند مبارک کی زیارت کو آنے والے میرے سر پر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور ان کی قدم بوسی سے مشرف ہوں۔ صاحبزادگان اور نیاز مندوں نے عرض کیا کہ آپ کے جد امجد کے صفہ میں صرف ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ اس متبرک جگہ کا آپ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں۔ اگر حضرت کو زیر صفہ مدفون کر دیا پھر دوسرے کیلئے گنجائش نہ رہے گی کہ زیر صفہ خواہ بگاہ بنا سکے۔ اس بارے میں جیسا ان حضرات کا اصرار بڑھا تو آپ نے قبول فرمایا۔

ایک دوسری وصیت میں آپ نے یہ فرمایا کہ میرے مزار کی طرح پر قرآنی آیات یا احادیث نبوی میں سے کوئی چیز کندہ نہ کرائی جائے کہ وہ وقت گزرنے کے ساتھ مٹ جائے اگر لوح پر کچھ لکھنا ہی ہے تو شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا یہ شعر لکھ دیا جائے

چہیست از یں خوبتر در ہمہ آفاق کار
دوست رود نزد دوست یار بہ نزدیک یار

(اس پوری کائنات میں بھلا اس سے زیادہ خوبصورت اور بہتر چیز کیا ہوگی کہ ایک دوست دوسرے دوست کے قریب آجالتے اور ایک یار دوسرے یار کے نزدیک)

اور حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کا یہ شعر بھی ہے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو

(ہم مفلس اور غریب تیرے کوچہ میں آئے ہیں۔ اللہ کے واسطے تیرے جمال رو سے ہمیں بھی کچھ ملے)

اور حضرت شیخ سعدیؒ کا یہ شعر بھی ہے

اگر خاک شد سعدی اور اچہ باک

کہ در زندگی نیز بود دست خاک

(اگر سعدی خاک ہو گیا تو کیا حرج کہ زندگی میں بھی تو وہ مٹی ہی تھا)

انتقال سے پیشتر رات کو جب حافظ سورۃ یسین کی تلاوت کے لیے جمع ہوئے تو حضرت خواجہ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا جب وقت آئے گا اس کا اشارہ ہو جائے گا جب کچھ وقت گزرا تو آپ نے فرمایا وقت ہو گیا ہے۔ حاضرین سمجھے کہ حضرت شاید عشاء کے وقت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ کیا وقت عشاء ہو گیا ہے؟ چنانچہ حاضرین نے کہا ابھی سفیدی باقی ہے آپ نے فرمایا نہیں (آخری) وقت پہنچ گیا ہے (یعنی میرے اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ پہنچا) پھر لوگوں کو پتہ چلا کہ اس وقت ہو گیا ہے سے آپ کی مراد کیا تھی۔ چنانچہ حاضرین نے ذکر ذات کے ساتھ آواز بلند کی اور حضرت نے آخرت کے لیے رخت سفر باندھا۔ آپ کی وفات کا یہ واقعہ ۲۶ رمضان المبارک ۹۸۳ھ میں پیش آیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

میر عبدالحی | یہ حضرت خواجہ رحمہ کے منظور نظر مرید تھے۔ آپ کی وفات کے دن موجود تھے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی اولاد و احفاد صاحبزادگان

اور صاحبزادیوں کے متعلق آپ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد جب آپ کو غسل دیا جانے لگا تو یہ عاجز خود یعنی میر عبدالحی اور خواجہ ہاشمیؒ اور مولانا عصمت اللہ بخاریؒ موجود تھے۔ غسل کے وقت جب آپ کو دوسرے پہلو کی طرف کرنا چاہا تا کہ اس جانب سے غسل دیا جاسکے تو کافی قوت اور زور لگانے کے باوجود آپ کا پہلو نہ بدلا جاسکا۔ اس پر خواجہ ہاشمیؒ نے فرمایا کہ شاید اس جانب آپ کا کوئی عضو برہنہ ہے تو آپ حضرات اپنی آنکھیں بند کر کے وہ پہلو بدلیں۔ چنانچہ غسل دینے والوں نے ایسا کیا تو حضرت خواجہ عبد الشہید کا وہ پہلو نرم ہو گیا۔ مولانا خواجگی دہبیدی کے فرزند خواجہ کلاں علیہما الرحمۃ جو اس وقت موجود تھے

وجدیں آگئے اور یہ شعر پڑھا۔

آں پر می رخسار آمد جلتے در دل کرد و رفت

مرغِ جانم را بہ تیغِ غمزہ لبہل کرد و رفت

(وہ حسین رخسار والا محبوب آیا۔ دل میں جگہ بنائی اور چلا گیا۔ میری

مرغِ جان (روح) کو اپنی ناز و ناز اور غمزہ کی تیغ سے لبہل کیا اور چلا گیا)

حضرت خواجہ رحمہ نے سلوک اور اذکار میں بعض رسالے تحریر فرمائے ہیں۔ ہم تبرکاً

ایک رسالہ سے آپ کے تین ارشادات یہاں نقل کرتے ہیں۔

نسمہ: آپ نے فرمایا اے درویش جب کچھ کہنے کا خیال تیرے دل میں آئے

تو قرآن کریم کی یہ آیت اپنے دل میں مستحضر کر لے تاکہ کوئی لغو بات تیرے منہ سے نہ

نکلے۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق ۱۸)

(وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتے پتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے

والا تیار ہے)

نسمہ: آپ نے فرمایا اے طالب درویش! ہر چند کہ یہ ممکن ہے کہ بغیر راستہ

بتلانے والے اور بغیر راہبر کے تو دوڑ لگالے لیکن اس طرح یہ دشوار ہے کہ تو منزل مقصود

تک بھی پہنچ جلتے۔ نا امید نہ ہو اور طلب نہ چھوڑ بیٹھ اور یہ خیال ہمیشہ دل میں جما

رکھ جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا۔

اگرچہ دولت و صلش بہ چوں منے ز سر

دریں خیال ہمیرم کہ خوش تمنائے است

(اس کے وصل کی دولت اگرچہ مجھ جیسے کو نہ ملے گی مگر میں اسی خیال میں

مرتا ہوں کہ یہ ایک اچھی آرزو ہے)

اے طالب! تیرا کام دوام عبادت و عبودیت ہے۔ رہا دوام آگاہی تو

یہ محض ان کا فضل اور ان کی عنایت ہے۔

نسمہ: فرقہ پرستوں کی صحبت سے اجتناب کے بارے میں آپ نے ارشاد

فرمایا

روئے در دیوار کن تنہا نشیں

از وجود خویش ہم خلوت گزین

(اپنا منہ دیوار کی جانب کر اور تنہا بیٹھ کر اپنے وجود سے بھی خلوت گزین ہو)
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں غارِ حرا میں خلوت اختیار فرمائی۔ وہاں آپ کو
خلوت نبوت ملی۔ تو تیرا تن (جسم) مخلوق خدا کے ساتھ مشغول رہے اور تیرا دل حق
تعالیٰ (خالق) کے ساتھ۔ آپ اپنے رفقاء سے اکثر فرمایا کرتے۔

اہل بہشت بر چنیرے حسرت نخوردند مگر براں

ساعت کہ در دنیا ایساں رابے ذکر حق سبحانہ گذاشت

» اہل جنت کسی چنیر کا افسوس نہ کریں گے مگر ان اوقات کا جو انہوں نے
دنیا میں بغیر خدا کے ذکر کے گزارے۔«

(س) خواجہ ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ محمد عبداللہ کے
چھٹے فرزند تھے اپنے آباؤ اجداد

کی نسبت اور ان کے اطوار سے بانجیر اور سخاوت حسن اخلاق اور جوانمردی کی صفات بہرہ ور۔
یہ بات مخفی نہ رہے کہ خواجہ عبدالہادیؒ خواجہ خواجہ محمودؒ اور خواجہ عبدالحقؒ ایک
ہاں سے تھے اور خواجہ عبدالعلیمؒ خواجہ عبدالشہیدؒ اور خواجہ ابوالفیضؒ ایک ماں سے
حضرت خواجہ عبدالہادیؒ کی والدہ سیدتی محمد کرمانیؒ کی صلب سے تھیں جن کا نسب
پندرہ واسطوں سے حضرت امام محمد باقرؒ رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ حضرت خواجہ
عبدالعلیمؒ کی والدہ خواجہ نظام الدین کی صلب سے تھیں جو بھائی ہیں خواجہ عصام الدین
کے جن کا نسب نامہ اس طرح ہے خواجہ نظام الدین بن خواجہ عبدالملک بن خواجہ
عماد الدین بن خواجہ جلال الدین محمد بن مولانا زین الدین عبدالرحیم بن شیخ الحنفیہ
مولانا برہان الدین فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب "الہدایۃ" کے مؤلف رحمہم اللہ سبحانہ۔
اور صاحب ہدایہ کا نسب پندرہ واسطوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مل جاتا ہے۔ صاحب ہدایہ کی ولادت ماہِ رجب ۵۱۱ھ میں ہوئی۔ ۵۴۴ھ میں

بیت الحرام کے طواف اور روضہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی توفیق ہوئی۔
 پھر ۱۲۳۵ھ میں وہ سمرقند واپس ہوئے اور ہدایہ املاء کراچی شروع کی۔ اس املاء کی
 ابتداء ۱۲۳۵ھ میں ہوئی اور اس کا اختتام ۱۲۳۸ھ میں۔ صاحب ہدایہ کا انتقال ۱۲۳۸ھ
 میں ہوا۔ رحمہ اللہ سبحانہ۔

(ص) خواجہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ محمد عبد اللہ کے ساتویں
 فرزند تھے اور اپنے بزرگوں کے

حضور و نسبت کی میراث سے بالنصیب۔ بیگ خان کے بادشاہ سے اختلافات
 کے بعد کاشغر کے سلطان رشید خان نے حضرت خواجہ کے پہنچنے سے پیشتر آپ کے
 جلد بزرگوار حضرت خواجہ احمد اقدس اللہ سرہ الاقدس کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔
 کہ ہمارا ایک فرزند اس دیار میں آرہا ہے۔ اس کی اعانت و نگہداشت کا خیال رکھنا۔
 چنانچہ سلطان مذکور نے ان کے لیے انتہائی انکساری و نیازمندی کا اظہار کیا۔ اس
 سلسلہ عالمیہ کے بعض ہی خواہوں نے بھی اس سے ان کے بارے میں سفارش کی
 تھی۔ ۱۲۴۱ صفر ۱۲۹۹ھ کو آپ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ صاحب تاریخ رشیدی
 نے آپ کے انتقال کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت خواجہ خواوند
 محمود کاشغر تشریف لائے تو ان کے اور خواجہ محمد یوسف کے درمیان رشک کے
 باعث کچھ شکر رنجی پیدا ہو گئی۔ ایک دن میں خواجہ خواوند محمود کے پاس حاضر ہوا تو
 دیکھا کہ خواجہ یوسف بھی وہاں بیٹھے ہیں اور خواجہ خواوند محمود غصہ کی حالت میں
 کہہ رہے ہیں محمد یوسف تو میرے ساتھ یہ کرتا ہے اور وہ کرتا ہے۔ اگر تو والد کامرید
 ہے تو میں حضرت دادا بزرگوار قدس سرہ کامرید ہوں تو مجھ سے عمر میں اتنا چھوٹا ہے
 گویا میرے بڑے بچوں کی عمر کا یہ اچھی طرح سن رکھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے یہاں سے میری تائید ہوتی ہے۔ تجھے یہ کہاں زیب دیتا ہے کہ میرا مقابلہ کرے
 خواجہ یوسف نے عرض کیا کہ مجھے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امیدیں ہیں۔
 خواجہ خواوند محمود نے فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمادیں۔ خواجہ یوسف نے فرمایا ہاں میں راضی ہوں۔ خواجہ خواوند محمود نے فرمایا میں بھی راضی ہوں۔ دونوں خاموش ہو گئے اور اسی پر یہ مجلس ختم ہو گئی۔ اسی دن خواجہ خواوند محمود بدخشاں کی طرف چلے گئے انہی دو تین دنوں میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ خواجہ یوسف بیمار ہو گئے اور مجھے بلایا ہے چنانچہ میں جب خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ پتی کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ مجھ سے فرمانے لگے مجھے معلوم ہے کہ مدت سے خواجہ خواوند محمود کو مشغولی تمام حاصل ہے اور وہ میری طرف متوجہ ہیں اور مجھے اس سے پیشتر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عنایات حاصل تھیں۔ اب معلوم کیوں اتنی تاخیر ہو گئی کہ یہ عنایات ظاہر نہیں ہوتیں۔ مجھے یقین ہے میں اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ خواجہ خواوند توبیخائے والد بندگوار کے تھے۔ یہ سارا غصہ اور جلال بھلا برادرانہ شفقت کے بجائے کہاں مناسب تھا اس کے بعد آپ نے متعلقین سے حسن سلوک کے بارے میں ارشادات فرمائے اور اس دارفانی سے رحلت فرمائی اس بندہ عاجز طاہر ہشتی کو آپ کی تاریخ وفات ملی۔ یہ خبر جب خان مذکور کو پہنچی تو مجھے عجلت کے ساتھ خواجہ خواوند محمود کے پاس بھیجا اور انہیں بلوایا حضرت خواجہ آئے۔ لوگ تعزیت کے لیے ان کے پاس پہنچے آپ نے کھانا وغیرہ کیا اور ختمات کرائے۔ گویا یہ سارا معاملہ اس مصرعہ کا مصداق ہو گیا ع

خود کشتہ قاسم را خود تعزیرہ میداری

کہ (خود قاسم کو مارا اور خود تعزیرت کی) صاحب تاریخ رشیدی کا کلام ختم ہوا۔ واضح ہو کہ صاحب تاریخ رشیدی سے مراد جن کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے میرزا حیدر گورگان ہیں۔ انہیں اس سلسلہ عالیہ کے حضرات سے انتہائی نیاز مندی اور اخلاص کا تعلق تھا۔ وہ کئی بار حضرت مولانا محمد قاضی اور حضرت خواجہ خواوند محمود قدس سرہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دونوں بزرگوں کے حالات انہوں نے اپنی تاریخ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ وہ دونوں بزرگ بھی ان سے

انتہائی درجہ کی شفقت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا قاضیؒ نے آداب مملکت داری سے متعلق ان کے نام ایک رسالہ بھی لکھا تھا جو بہت عمدہ ہے وہ جن دنوں کشمیر کے حاکم تھے انہوں نے وہاں کے اہل زندقہ اور ملحدین کفار کا قلع قمع کرنے اور انہیں قتل کرنے میں جو وہاں بہت کثیر تعداد میں تھے بے حد کوشش فرمائی۔ اللہ پاک انہیں ہم سب کی جانب سے بہترین جزا دے۔ اپنی تاریخ میں انہوں نے اس سلسلہ عالیہ کے بعض اکابر کے مختصر حالات بیان فرمائے ہیں۔ حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے ذکر میں انہوں نے ایک عجیب و غریب حکایت بیان کی ہے جو نغمات و رشتات میں بھی موجود نہیں ہے۔ لکھتے ہیں کہ مولانا عطاء اللہ کاشغریؒ نے جو اس دور کے عظیم علماء میں سے تھے فرمایا کہ سمرقند میں علوم دین حاصل کرنے کے دوران ہم وطنی کے رشتہ سے اکثر مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے میری ملاقات رہتی۔ ایک روز طالب علموں نے کہا کہ :

شہر کے فلاں محلہ میں ایک شیخ آئے ہیں جن کا نام شیخ سراج ہے اور وہ کھانے میں مہمانوں کو نان اور دو شاب (انگور کارس) پیش کرتے ہیں۔ میں اور مولانا سعد الدین کاشغریؒ ملے کر کے اس لذیذ نان و دو شاب کھانے کے لیے شیخ سراج کے پاس گئے۔ شیخ نے وہی لذیذ کھانا ہمیں پیش کیا۔ میں تو اس کے کھانے میں مشغول ہو گیا اور مولانا سعد الدین اور وہ شیخ کسی حکایت میں۔ اس دو شاب کی لذت میں مجھے بالکل پتہ نہ چلا کہ ان دنوں میں کیا باتیں ہوتی ہیں۔

کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ شیخ کی گفتگو میں گرمی آتی ہوئی ہے اور مولانا پر گرمی طاری ہے۔ جہاں وہ اپنا آنسوؤں سے تر ہاتھ رکھتے ہیں وہاں سے دھواں سا اٹھتا ہے یہ دیکھ کر میرے دل میں ایک رعب اور خوف سا پیدا ہوا۔ میں وہاں بیٹھ نہ سکا۔ اور باہر چلا گیا اس دن کے بعد حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ پھر باہر نہ نظر آئے ان کا حجرہ عرصہ تک مقفل پڑا رہا۔ اس واقعہ کے چند سال بعد خراسان میں ان کی شہرت ظاہر ہوئی۔ انتہی۔

راقم الحروف عفی عنہ کا خیال ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ ان شیخ سے مراد شیخ سراج ہر می ہوں جو حضرت خواجہ بزرگ کے اصحاب میں سے تھے۔ مولانا سعد الدین شریع میں ان کی صحبت میں رہے تھے جیسا کہ صاحب رشتات نے حضرت شیخ کے احوال میں اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میرزا حیدر مذکور امیر خدایدار رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں جو بلاد کا شغریہ کے امراء میں سے تھے اور درویشوں کے خیر خواہ۔ جس زمانہ میں قرغینز و قلماق کے کفار نے اس حدود کے مسلمانوں کے شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور ان میں سے کچھ مسلمانوں کو پکڑ کر قید کر دیا۔

اس وقت امیر خدایدار نے بھاری رقمیں خرچ کر کے انہیں کافروں سے خریدا اور ان مسلمانوں کو ان کے اپنے اپنے شہر بھجوا دیا اور یہ جو دو سخاں امارت و حکومت کے باوجود تھی جن کی بھاری ذمہ داری ان پر تھی۔ ان نیکیوں ہی کی برکات تھیں کہ آخر عمر میں انہیں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس کے باوجود کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور عمر نوے سال کو پہنچ چکی تھی اپنی اہلیہ صاحبہ کے ہمراہ عجب محبت و دیوانگی کے عالم میں عازم حجاز ہوئے۔ جب سمرقند پہنچے تو مرزا الخ بیگ نے عزت و احترام کے ساتھ انہیں مہمان بنایا۔ اس مجلس میں مرزا نے ان سے کہا کہ مجھے چنگیزی آداب اور رسم و آئین سکھائیں۔ حضرت امیر خدایدار نے فرمایا ہم ان ملعونوں کے آداب اور رسم و آئین کو نہ سمجھتے ہیں۔ ہم نے تو آداب و طریقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہے۔ اگر مرزا بہتر سمجھیں تو ان آداب محمدی کی میرزا کو تعلیم دے دیں۔ میرزا الخ بیگ نادان و شرمندہ ہو گئے اور سکرت اختیار کیا۔ حضرت امیر نے وہاں سے جانب قبلہ رخ کیا اور روانہ ہوئے۔ سبب بغداد سے آگے نکلے تو عجیب فطر محبت و جنون کا عالم تھا مدینہ شریف کا راستہ بھول گئے۔ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو کہ ان کا یہ شہر مومنین کے لیے باعث سکینہ ہے۔ بالآخر کچھ دن اور عجیب محبت کے عالم میں مدینہ شریف پہنچے۔ طواف زیارت

اداکر نے کے بعد اسی رات انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ بعض اکابر مدینہ
نے اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اب فرما رہے ہیں۔ میرا ایک مہمان
دور دراز سے یہاں پہنچا اور اس نے پہنچتے ہی سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کے جنازہ
میں حاضر ہو اور اس کے لیے توفیر و عزت کا اظہار کرو۔
صبح لوگوں میں ڈھونڈ پڑی اور پوری تعظیم و احترام کے ساتھ انہیں بقیع کے
قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ دوسری رات ان کی اہلیہ صاحبہ نے بھی انتقال فرمایا
رحمہم اللہ سبحانہ ۵

چوں ہی خواہند تا مرغ فرا دام انگشت

دانہ بنمودہ مست از شاخ داز بام انگشت

رجب وہ بلندی میں اڑنے والے پرندہ کو جال میں لانا چاہتے ہیں اسے
دانہ دکھاتے ہیں اور وہ شاخ پر ہو یا بالانہ خانہ پر اسے نیچے گرا لیتے ہیں
یہ اللہ پاک کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں نوازتے ہیں اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
 واضح رہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے ان فرزندگان رحمہم اللہ کی بعض
اولاد اور ان کے بعض متعلقین ایسے تھے جنہیں ان کی اس نسبت معنوی سے بڑا حصہ
ملا تھا۔ ہم اب ان میں سے بعض کے حالات بیان کرتے ہیں۔

(الف) خواجہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ محمد عبد اللہ (فرزند
خواجہ احرار قدس سرہ) کے پہلے

صاحب زادے حضرت خواجہ عبد الہادی کے دوسرے بیٹے تھے۔ (قاسم بن عبد الہادی
بن محمد عبد اللہ بن خواجہ احرار) ایام شباب میں آپ کو حرمین شریفین (زاد ہما اللہ
تشریفاً و تکریماً) کی زیارت کی توفیق ہوئی تاحیات آپ اسی مقدس سرزمین پر اقامت
پذیر رہے اور عبادت و ریاضت میں وقت گزارا۔ بلادین و روم میں متعدد اکابر
سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور بیشتر مقبروں کی زیارت کی۔ مولانا اسماعیل شروانی
قدس سرہ جو حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیزہ کے کبار اصحاب میں سے

نہے اور اس مقدس سرزمین میں مقیم تھے ان سے ان بزرگوں کے طور پر فیض سیکھے۔
 کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قاسم رحم نے لوگوں سے اپنے حسب و نسب کو مخفی
 رکھا۔ جب حضرت مولانا اسماعیل شروانی رحم سے ملاقات کی تو ان سے بڑے اصرار
 سے یہ چیز پوشیدہ رکھی یہاں تک کہ ایک دن مولانا نے کھوج نکالا اور اصرار
 سے اور زور دے کر ان سے اس بارے میں پوچھا تو مجبوراً حضرت خواجہ کو تانا پڑا
 حضرت مولانا کی وفات کے بعد خواجہ قاسم رحم کے چچا محی الدین خواجہ عبدالحق رحم
 مکہ شریف پہنچے تو حضرت خواجہ نے ان کی خدمت و معیت اختیار کی اور ان کی بھی
 بہت سی عنایات سے نوازے گئے۔ حضرت خواجہ عبدالحق نے خواجہ قاسم رحم کے
 اوصاف کو سراہا ہے۔ یہ صورت بلکہ سیرت میں اپنے جد بزرگوار قدس سرہ کی نظیر
 تھے اور ہم شکل تھے۔ انہوں نے بھی حرمین شریفین میں ہی وصال فرمایا اس مقدس
 سرزمین میں آپ کے بعد آپ کی اولاد آباد رہی رحمہم اللہ۔

(ب) خواجہ عبدالمہادی رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ عبدالکافی رحم کے
 صاحبزادے اور حضرت خواجہ
 عبدالمہادی رحم کے پوتے تھے۔ فضائل سے آپ کو کامل حصہ ملا تھا اور تقویٰ و پرہیزگاری
 سے حصہ وافر۔ اس سلسلہ عالیہ کے ذکر و مراقبہ کی تعلیم آپ کو خواوند محمود سے
 ملی تھی جو آپ کے والد خواجہ عبدالکافی کے چچا تھے مختصر یہ کہ بڑے فرشتہ تھلست
 اور پاکیزہ کردار کے بزرگ تھے۔

(ج) خواجہ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ عبدالکافی رحم کے دوسرے
 فرزند تھے اور اپنے بزرگوں کی ظاہری
 و باطنی خوبیوں کے مالک۔ بیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت اور طواف
 کے شرف سے مشرف ہوئے اور باقی زندگی انہی مقدس مقامات پر ظاہری و باطنی
 سلوک میں گزار دی۔ شام تشریف لے گئے تھے کہ وہیں شام زندگی نے آدھو چا
 اور آپ نے وصال فرمایا رحمہم اللہ سبحانہ۔

(د) خواجہ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ خواوند محمود رحمہ کے

فرزند اول تھے۔ بڑے حلیم الطبع و کم آزار اور اپنے بزرگوں کی نسبت کی چاشنی اور اتباع طریقت کے آشنا تھے۔

(ر) خواجہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ | یہ خواجہ شہاب الدین محمود رحمہ کے دوسرے

فرزند تھے۔ بلند جذبات و حالات کے مالک آپ کی روشن پیشانی سے شرافت و ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ اہل اللہ کے ارشادات کے بیان کرنے میں زبان کی عجیب تاثیر رکھتے تھے۔

(س) خواجہ معین الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی خواجہ خواوند محمود رحمہ کے

سعدت مند فرزند تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے طریقت کی تعلیم حاصل کی تھی بڑی موزوں طبیعت کے مالک تھے اور زبان کے فصیح و بلیغ۔ بڑے بڑے مشائخ اور متقی علماء کرام کی صحبت میں رہے تھے۔ عشق الہی سے سرشار تھے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(ش) خواجہ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ عبدالشہید رحمہ کے

فرزند گرامی تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد ان کے مزار منہج الانوار پر ان کے لائق جانشین اور خلف رشید رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(ص) خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ ابوالفیض رحمہ کے فرزند تھے

آغاز جوانی ہی میں انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہو گئی تھی اپنے عم بزرگوار حضرت خواجہ عبدالحق کے منظور نظر ہو گئے تھے ان کے انتقال کے بعد ہندوستان تشریف لائے یہاں سلطان ہند نے کئی ہزار درہم و دینار دے کر انہیں کا دو ان جاز کا امیر بنا کر حرمین بھیجا۔ اس سفر میں انہوں نے ہندوستان کی خدمت کی بجا آوری کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ برتی اور ممکنہ حد تک ان کی خدمت کی۔ اس مبارک سفر کی واپسی کے بعد آپ نے فقر و توکل اور گوشہ نشینی و عزلت گزینی کی زندگی پسند فرمائی ظاہری فضائل و برکات سے بھی آپ کو پورا حصہ

ملا تھا۔

فن طب سے بھی خوب واقفیت حاصل کر لی تھی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ خود اس کا انتظام کیا اور بیماروں کے علاج معالجہ میں لگ گئے۔ آپ نے ۱۹۹۹ء میں انتقال فرمایا۔ اگر وہ میں آخری آرامگاہ ہے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(رض) خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ | یہ حضرت خواجہ محمد یحییٰ کے بھائی تھے عظیم دینی عالم اور درویش تھے اپنے والد بزرگوار کی زندگی ہی میں اپنے چچا خواجہ عبدالشہید کی صحبت و خدمت اختیار کر لی تھی اور اس صحبت و خدمت کی برکت سے ظاہری و باطنی کمالات سے بہرہ ور ہوئے اور طالبانِ طریقت کی تعلیم و تربیت کی اجازت حاصل کی۔ حضرت خواجہ عبدالشہید کی وصیتوں میں ایک یہ وصیت تھی کہ طالبانِ طریقت حضرت خواجہ ہاشم کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جو ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ طالبانِ علوم شریعت و معرفت متعدد سال مزارِ فالق الانوار میں آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے مستفید ہوتے رہے یہاں تک کہ ۱۴۱۲ھ میں آپ نے اس دارِ فانی سے آخرت کا سفر اختیار فرمایا اور مزار کے چبوترے کے نیچے مدفون ہوئے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(ط) خواجہ محمد یحییٰ المعروف بن خواجہ کلان | آپ خواجہ محمد یحییٰ شہید کے پوتے تھے اس لیے کہ آپ خواجہ

عبدالباقیؒ شہید کے فرزند تھے۔ آپ کی والدہ حضرت میر عبدالاول کی صاحبزادی تھیں اور حضرت خواجہ احرارؒ کی نواسی۔ آپ کی ولادت چونکہ ایسے ایام میں ہوئی تھی۔ کہ آپ کے دادا بزرگوار خواجہ محمد یحییٰ کو شہید کیا گیا تو آپ کا نام آپ کے دادا کے نام پر محمد یحییٰ رکھا گیا۔ آپ بڑے پرہیزگار صاحب تقویٰ و فضائل اور فرشتہ صفت بزرگ تھے۔

(ع) خواجہ عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہ | آپ بھی خواجہ محمد یحییٰ کو شہید کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے

والد بزرگوار خواجہ عبدالعظیم بن مرزا خدادند بن خواجہ محمد امین بن خواجہ محمد یحییٰ شہید تھے۔

خواجہ عبدالصبور جب چالیس سال کے ہوئے اللہ پاک کی عنایت سے آپ کو جذبہ قوی حاصل ہوا۔ آپ اسی طرح لاہور شہر میں تیس سال مجذوب و مغلوب رہے۔ بالآخر اللہ میں بخوار رحمت میں جبکہ پائی رحمۃ اللہ سبحانہ

(ف) میر مخدوم رحمۃ اللہ علیہ | آپ کی والدہ محترمہ حضرت خواجہ محمد عبداللہ کی پشت سے تھیں اور آپ کے والد بزرگوار میر

عبدالملک بن میر تقی الدین محمد کرمانی کا پہلے ذکر ہوا ان کے نواسے تھے۔ ظاہری فضائل سے کامل حصہ پایا تھا۔ بلند ہمت اور موزوں طبیعت کے مالک تھے۔ اپنے صاحب کمال ماموں خواجہ عبدالحق سے طریقت و انابت کی تعلیم اور طریقہ خواجگان کا حصول کیا تھا اور جمعیت خاطر و صفائے سیر حاصل کیا تھا رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(ق) میر عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ | آپ میر مخدوم کے بھائی تھے اور انتہائی سادہ لوح مومن صفت تھے۔ سب

پر مہربان۔ سب سے شفقت کرنے والے تھے آپ نے بھی اپنے ماموں خواجہ عبدالحق سے طریقت کی تعلیم حاصل کی تھی۔

(ک) میر عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ | یہ بھی انہی میر مخدوم کے بھائی تھے جن کا ابھی ذکر ہوا اپنے ماموں خواجہ

خواوند محمود سے طریقت کی تعلیم حاصل کی اور صاحب نسبت و حضور ہوئے۔ حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد اپنے دوسرے ماموں خواجہ عبدالحق کی خدمت میں مصروف ہوئے ان کے بعد آپ نے ایک اور ماموں خواجہ عبدالشہید کے ساتھ وقت گزارا۔ ان بزرگوں کی عنایات اور شفقتوں سے آپ نے بلند مقامات حاصل کیے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(ل) میر عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ | آپ میر مخدوم کے بڑے صاحبزادے تھے بزرگانہ طور طریق تھے۔ میر عبدالحق اپنے تذکرہ

میں لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات کے وقت میں موجود تھا۔ انتقال سے پہلے آپ نے فرمایا مجھے تیس سال ہو گئے ہیں۔ روزانہ میں اپنی فوت نمازیں قضا کرتا ہوں آپ نے

دہلی میں ۱۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔ بعد وفات آپ کی میت کو مزار فالین الا نوار سمر تہند لے گئے۔

(م) میر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ | جن میر عبدالسلام کا اوپر ذکر ہوا آپ ان کے فرزند تھے آپ کی والدہ محترمہ خواجہ ابوالفیض مغفور کی صاحبزادی تھیں آپ نے والد بزرگوار سے باطنی تعلیم حاصل کی اور اسی التزام کی برکتوں کے باعث بلند مرتبہ کو پہنچے آپ کے ماموں خواجہ محمد یحییٰ نے جن کا اوپر ذکر ہوا اپنی وفات کے وقت آپ کو بلایا اور ایک عصا اور عمامہ مبارک آپ کو دیتے ہوئے فرمایا ہمیں جس طرح یہ چیزیں بزرگوں سے ملیں ہم اب یہ میر عبداللہ کے سپرد کرتے ہیں میر عبدالحی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ بتیس سال سے اس عاجز کو میر عبداللہ کی خدمت و نسبت کا شرف حاصل رہا ہے میں نے کوئی چھوٹا گناہ بھی آپ سے سرزد ہوتے نہ دیکھا نہ کسی متنفس کو آپ سے کبھی کوئی رنج و دکھ پہنچا اور نہ کسی نے آپ کو کبھی رنجیدہ کیا

راقم الحروف نے بھی بہت سے بزرگوں سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ کی باطنی اولاد میں سال ہزار کے بعد آپ جیسی شخصیت ہم نے نہیں دیکھی ہے۔ ساری ساری رات جاگنا اور ذکر الہی و مراقبہ میں مصروف رہنا۔ خاموشی اختیار کرنا اور اپنی عبادتوں کو چھپانا جو بزرگوں کا خاص طریقہ ہے۔ ان باتوں میں آپ کو وراثت کی طرح تھے۔ آپ نے ۱۲۶۶ھ میں ہندوستان کے شہرا جین میں انتقال فرمایا آپ کی میت کو اگرہ لے جایا گیا اور اپنے مرشد اور ماموں خواجہ محمد یحییٰ کے پہلو میں دفن کیا گیا آپ کبھی کبھی عارفانہ کلام بھی ارشاد فرمایا کرتے۔ آپ کی یہ رباعی اسی عارفانہ کلام کا حصہ ہے رحمۃ اللہ سبحانہ

آں بادۂ تلخ کہ زمینخانہ تست

شہد ست باں کسے کہ دیوانہ تست

از در دہر خمار ہستی رستن

موقوف یکے نگاہ مستانہ تست

(نیرے میخانہ کی یہ شراب تلخ ہے مگر جو تیرا دیوانہ ہے اس کے لیے شہید

کی طرح بیٹھی ہستی کے نشہ کے درد سے چھٹکاما دلانا تیری ایک مستانہ نگاہ پر
(موقوف ہے)

(ن) شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ | آپ بزرگ و صاحب احوال تھے۔ عاجزی
و انکساری کی وصف کا حضرت خواجہ عبدالحق
سے آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔ خواجہ عبد الشہید سے بھی آپ کو برکات حاصل ہوئی تھیں۔

(و) مولانا محمود رحمۃ اللہ علیہ | آپ بھی خواجہ عبد الشہید کے منظور نظر
مرید اور صاحب نسبت و حضور تھے رحمۃ اللہ علیہ

(ع) مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ | آپ بھی خواجہ عبد الشہید کے اصحاب
ہیں سے تھے بڑے متقی۔ صاحب فضیلت

حسن صورت و سیرت والے۔ دہلی میں قیام پذیر رہے۔ اس شہر میں دینی علوم کے طلبہ
نے آپ سے خوب فیض حاصل کیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کو نسبت اور خصوصاً
مراقبہ کا ایسا التزام تھا کہ جب اپنے گھر سے مدرسے تشریف لے جاتے
جو تقریباً تین فرسنگ کے فاصلہ پر ہے تو نظریں ادھی نہ کرتے۔ آپ نے دہلی ہی میں
انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(ی) حافظ دولت رحمۃ اللہ علیہ | آپ بڑے متقی اور صاحب حضور و آرام
تھے قرآن پاک کے حافظ تھے۔ جوانی میں

خواجہ عبد الشہید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ
کو حضرت خواجہ صاحب کی بڑی عنایات حاصل ہوئیں لاہور شہر میں آپ کی سکونت تھی
اور اس شہر کے باشندے آپ سے بڑی حسن عقیدت رکھتے تھے۔ ۱۳۳۲ھ میں اسی شہر
میں آپ کا وصال ہوا۔

(ے) حافظ نرسون رحمۃ اللہ علیہ | آپ ایک پاکیزہ باطن درویش تھے
آپ نے خواجہ عبد الشہید کی بہت
خدمت کی۔ خواجہ صاحب کے دوسرے بھائیوں سے بھی آپ کو شرف صحبت رہا۔

اس عاجز نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ کی پیشانی ہی سے ہویدا تھا کہ ان بزرگوں سے
آپ کو کتنا کچھ ملا ہے۔

جناب خواجہ محمد غنی اس عاجز کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ بڑے مردِ فاضل
متین و سنجیدہ اور بزرگوں سے فیض یافتہ۔ آپ خواجہ عبدالشہید کی خدمت میں پہنچے
کسی حاکم نے آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا اور پیروں میں بیڑیاں پہنا دیں ایک دن میں
آپ کو قید خانہ دیکھنے گیا تو آپ نے فرمایا گزشتہ رات میں اکابر نقشبندیہ کے حضور
نالہ سو فرمایا کہ میں سنہری زنجیر (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ) کا ادنیٰ خادم۔ میرے
پاؤں میں یہ آہنی زنجیر نہ چاہیے۔ اس کے بعد مجھ پر نیند طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ
حافظ ترسون تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا اٹھ اور دروازہ کھول اور مجھے قید خانہ
سے باہر نکال دیا آج اس بات کو دوسرا روز ہے مجھے توقع ہے کہ میری بیڑیاں
کھول دیں گے اور مجھے قید خانہ سے رہائی مل جائے گی۔

میرے ان عزیز کو اکابر خواجگان سے بڑا اخلاص تھا اور اپنی بیشتر پریشانیوں
اور مشکلات میں انہوں نے متعدد مرتبہ ان بزرگوں کی مدد رسی کی کرامات کا مشاہدہ کیا
تھا۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے مجھے حیرت ہے کہ ان خواجگان بزرگوں سے بیشتر اہل حاجت
کی مشکلات کون آسان کرتا تھا۔ اللہ پاک ان بزرگوں کے طفیل ہمارے گناہوں کے
مغفرت فرماتے۔

مقالہ اولیٰ کے مقصدِ دوم کی

دوسری فصل

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے بعض احباب بزرگوار کے حالات کے بیان میں ہے جن کا ذکر کتاب ”رشتات“ میں نہیں شامل ہو سکا ہے۔ کتاب ”رشتات“ کے ناظرین پر یہ مخفی نہیں کہ مولانا فخر الدین علی گئے نے حضرت خواجہ احرار کے خلفاء واصحاب میں سے صرف ان بیس بزرگوں کے حالات بیان کیے ہیں۔ جو ان کے دور میں مشہور تھے۔ وہ بیس بزرگ یہ ہیں۔ (۱) مولانا سید حسن (۲) مولانا قاسم (۳) میر عبد الاول (۴) مولانا جعفر (۵) مولانا برہان الدین خٹلانی (۶) مولانا لطف اللہ خٹلانی (۷) مولانا شیخ جن کا سلطنت شاہی بیگ خان کے آخری دور میں سمرقند میں انتقال ہوا اور احاطہ ملایان میں خواجہ کفشیہ کے پہلو میں دفن ہوئے (۸) مولانا سلطان (۹) مولانا ابوسعید ادبھی جن کا رشتات مکمل ہونے کے پانچ سال بعد یعنی ۹۱۴ھ میں ہرات میں انتقال ہوا۔ اور اسی سال مولانا سعد الدین کاشغری کے فرزند خواجہ کلاں کا بھی انتقال ہوا اور اسی سال مولانا سعد الدین کاشغری کے فرزند خواجہ کلاں کا بھی انتقال ہوا (۱۰) مولانا محمد قاضی مجلی۔ ان کے باقی احوال مع ان کے تاریخ وفات اس کتاب میں انشاء اللہ بیان ہوں گے (۱۱) مولانا خواجہ علی تاشقندی (۱۲) شیخ حبیب بخاری (۱۳) مولانا نور الدین تاشقندی (۱۴) مولانا زادہ انزاری (۱۵) مولانا ناصر الدین انزاری (۱۶) خواجہ ترکستانی (۱۷) مولانا اسماعیل فرکتی (۱۸) مولانا اسماعیل قمری (۱۹) مولانا اسماعیل شمسی (۲۰) مولانا اسماعیل ثالث رحمہم اللہ سبحانہ۔

اب ہم حضرت خواجہ کے ان دیگر اصحاب کے حالات بیان کریں گے جن کا رشتات میں بیان نہیں ہوا ہے اور ہم نے ”دوایر“ اور بعض متاخرین کے دیگر رسائل میں پایا ہے (اللہ پاک کی مدد اور اس کی توفیق سے) اور وہ ان بیس بزرگوں کی

جماعت ہے۔ مولانا فخر الدین علی۔ شیخ عبداللہ اویسی۔ مولانا سید علی غمازی
حافظ جلال الدین مولانا محمد زائد و خشتی۔ خواجہ تاج الدین کاشغری امیر عبداللہ یمنی
شیخ عیان کا زرونی مولانا اسماعیل شردانی مولانا خراسانی۔ سید بابا خواجہ مولانا محمد امین
بلغاری۔ مولانا عبدالوہاب سمرقندی عم زادہ حضرت خواجہ مولانا عبداللہ سرپلی۔ خواجہ
مصطفیٰ۔ مولانا نجم الدین۔ مولانا موسیٰ۔ میر قباد ہروی مولانا درویش سرپلی۔ ان میں
بزرگوں میں سے شروع کے بارہ بزرگوں کا تذکرہ ہم ابتداءً مختصر طور پر اور کچھ کا
بقدر اس تفصیل کے جو ہم کو مل سکی بیان کریں گے اور اخیر کے آٹھ بزرگوں کا سوائے ان
کے ناموں کے ہمیں کھوج نہیں لگ سکا ہے۔

ندام کنز آغاز و انجام شاں

مرا بر زباں بس بود نام شاں

مجھے ان بزرگوں کے آغاز و انجام کے بارے میں معلوم نہیں۔ مری زبان
پر بس ان کا نام ہے اللہ ان سب پر رحم فرمائے

۱۱ مولانا فخر الدین علی رحمۃ اللہ علیہ | آپ کی کتاب "ریشات" سے اگرچہ آپ
کے کمالات و حالات اور آپ کی کرامات

ظاہر ہیں اور یہ کتاب اگرچہ آپ کی عالی فطرت اور اعلیٰ استعداد پر برہان قوی ہے
مگر اس شعر کے بموجب ہے

ماسبزہ بہ خاک تماشا کر دیم

تاسبزہ خاک ماتماشا کہ کسیت

ہم مختلف زمین کی مٹی سے سبزہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کون جانے کہ جب
ہم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے ہماری مٹی پر اگا ہوا سبزہ کس کی تماشا گاہ
ہوگا

چونکہ مولانا فخر الدین علی نے اس سلسلہ عالیہ کے اکابر سلف کے حالات تحریر
فرمائے اس سلسلہ عالیہ سے محبت کرنے والوں کو چاہیے ان بزرگوں کے ارشادات

کا مطالعہ کریں اور اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اس کے احسان کے بدلہ آپ کے حق میں دعا کریں۔

آپ کے حالات بیان کرنا بھی چونکہ آپ کی تعریف و توصیف کو مستلزم ہے تو اگر یہ عاجز آپ کے ذکر احوال کے سلسلہ میں کچھ تحریر کرے تو اسے یہی چاہیے آپ (یعنی مولانا خضر الدین علی) مولانا حسین الواعظ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت مخدوم جامی قدس سرہ کے فیض یافتہ بزرگوں کے سلسلے میں مولانا حسین الواعظ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ آپ کی ولادت جیسا کہ خود آپ کی ایک تحریر سے ظاہر ہے۔ شب جمعہ یکم جمادی الاول ۱۲۸۶ھ ہے۔ اس شب کی صبح کو اس خاندان کے پیر بزرگوار خواجہ محمد پیار سا قدس سرہ حجاز مقدس جانے کے ارادہ سے ماوراء النہر سے سبزوآر تشریف لائے اور کئی دن آپ کے والد بزرگوار کے گھر قیام پذیر رہے۔ آپ کے والد بزرگوار آپ کو لے کر حضرت خواجہ کے پاس تشریف لائے حضرت خواجہ نے آپ کے ایک کان میں اذان اور دوسرے میں اقامت کہی۔ آپ کو اپنی آغوش میں لیا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔

ایں کودک از ماست

(یہ لڑکا ہمارا ہے)

انہیں ایام میں بہت کمزور ہو گئے آپ کے والد بزرگوار آپ کو پھر ان رذن ضمیر درویش کے پاس لائے۔ حضرت خواجہ نے سر سے پیر تک آپ کے پورے جسم پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا۔

ہا کے نیست۔ مارا با اوکار ہا ست دل جمع دارند
(کوئی فکر کی بات نہیں ہم اس سے بہت کام لیتے ہیں اطمینان رکھو)

ان بزرگ کا باقی حصہ رشتہات میں مولانا نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے آخر میں تحریر ہے۔

یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ نے آپ کے متعلق جو یہ ارشاد فرمایا کہ ”مارا باوی کار ہا ست“ (ہمیں ان سے بہت کام لینے ہیں) تو ان کاموں

میں سے ایک عظیم کام کتاب ”رشتات عین الحیات“ کی تالیف ہے جس میں مولانا فخر الدین علی رح نے اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کے حالات اور ان کے ارشادات کو انتہائی محنت و جانفشانی اور بے حد لطیف انداز میں جمع فرمایا ہے اسٹریپاک ہم سب کی طرف سے انہیں بہترین جزا دے۔

بائیس سال کی عمر میں مولانا فخر الدین علیؒ گوراء طریقت کے حصول کی فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ آپ خراسان سے ماوراء النہر حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ کے آستانہ پر تشریف لائے آپ حصول طریقت کے اس واقعہ کو ابتداء سے تفصیلاً لکھتے ہیں چنانچہ مولانا قاسمؒ کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت خواجہ کے آستانہ پر جانے لگا تو میں نے حضرت مخدوم مولانا جامیؒ سے اجازت چاہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم ابھی بہت چھوٹے ہو اور حضرت خواجہ کافی بڑے۔ وہ طالبان طریقت کے احوال پر کم ہی متوجہ ہو پاتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جاؤ اور جلد ہی گھبرا جاؤ۔ ہاں اگر تمہیں جانا ہی ہے تو یوں کرو کہ پہلے مولانا قاسم کے پاؤں جاؤ اور وہاں کچھ عرصہ رہو میں نے عرض کیا کہ آپ کی بڑی عنایت ہو اگر دو حرف سفارش کے ان کے نام تحریر فرمادیں کہ مجھے ان کی توجہ حاصل ہو جاتے۔

چنانچہ حضرت مخدوم مولانا جامیؒ نے مولانا قاسم کے نام یہ رقعہ تحریر فرمادیا۔ نیاز مندانہ و انکسارانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ مولانا فخر الدین علیؒ درویشوں سے خصوصی عقیدت کی بنا پر خادمانِ آشیانہ و ولایت آشیانہ کی زمین بوسی کے لیے آپ کے پاس تشریف لارہے ہیں۔ بلاشبہ ان پر آپ کی عنایات ہوں گی اور وہ اپنا حصہ حاصل کر سکیں گے۔ والسلام والاکرام۔ الفقیر عبد الرحمن جامی۔

چنانچہ مولانا فخر الدین علیؒ آپ کا وہ رقعہ شریف لے کر حضرت خواجہؒ کے آستانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ جب وہاں پہنچے اور حضرت مخدوم کا وہ رقعہ مولانا قاسمؒ کو دیا۔ مولانا نے اس رقعہ کو پہلے چوما اور پھر ادباً کھڑے ہو گئے اور اس رقعہ کو سر پر رکھ لیا۔

مولانا فخر الدین علی جب تک اس آستانہ پر مقیم رہے مولانا قاسم کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی عنایات ان پر رہیں۔

مولانا فخر الدین علی رحمہ کا خراسان سے ماوراء النہر کا سفر متعدد مرتبہ ہوا ہے ہر مرتبہ حضرت خواجہ کی خدمت میں عرصہ تک رہے ہیں اور آپ کی عنایات و شفقتیں آپ کو حاصل رہی ہیں۔ دوسری مرتبہ آپ جب حضرت خواجہ کے پاس تشریف لائے تو ایک دن ایک خصوصی صحبت میں حضرت خواجہ نے آپ کو مخاطب فرمایا اور بڑی عنایات کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا نے خود ایک سو بیس وین رشتہ کے ۴۴ ویں رشتہ کے ضمن میں اشارۃً اس کا اظہار فرمایا ہے اور خود کو فقیر کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

مولانا فخر الدین علی رحمہ کے حق میں حضرت خواجہ عبد اللہ احرار رحمہ کے اشارات اور اشارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا :-

بسیار چیز ہا کہ نمی باید از تو رفتہ و بسیار چیز ہا کہ نمی باید بجائے آن نشسته۔ لیکن تو ازاں خبر نداری۔“

”بہت سی ناپسندیدہ باتیں تم سے دور ہو گئی ہیں اور بہت سی پسندیدہ چیزیں ان کے بجائے آگئی ہیں لیکن تم ان سے ناواقف ہو۔“

حضرت خواجہ نے پھر اس کی ایک مثال دی :-

”چوں خبر بوزہ کہ از گل بر آمدہ و قصد مرتبہ پختگی کردہ در بر آن از و یک خامی میرود و پختگی بجائے آن بنشیند و دے ازاں خبر ندارد و بیچھے ادراک نمی تواند کرد۔“

”جیسے خبر بوزہ کہ جب مچھول سے ظاہر ہوتا ہے اور پکنے والا ہوتا ہے تو ہر لمحہ اس کی ایک خامی دور ہوتی ہے اور پختگی اس کی جگہ لیتی رہتی ہے اور اسے اس کی نہ خبر ہوتی ہے نہ ادراک۔“

”اگر وہقان گوید بسے خامی از تو رفتہ است و بسے پختگی بجائے آن نشسته وی باور نخواہد کرد لیکن چوں بمرتبہ پختگی رسد در خود نظر کند

خود را از سرتا پا پختہ میدانکہ دہقان راست گفتہ ،
 (اگر کسان اس سے کہے کہ بہت سی خامی دور ہو کر اب اس کی جگہ
 بہت سی پختگی نے لے لی ہے وہ کسان کی بات پر یقین نہ کرے گا
 لیکن جب پختگی کے مرتبہ میں پہنچ کر خود اپنے اندر نظر کرے گا اپنے
 آپ کو سر سے پیر تک پختہ پائے گا اور سمجھ لے گا کسان نے سچ کہا تھا
 ان باتوں کے دوران حضرت خواجہ قدس سرہ پر عظیم گریہ غالب ہو گیا
 آپ رونے لگے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ ٹپکنے لگے۔ مولانا
 فخر الدین فرماتے ہیں کہ یہ درحقیقت مخاطب کی نسبت و رقت تھی جو بطریق انعکاس
 حضرت خواجہ سے ظاہر ہوئی واللہ اعلم۔ یہاں آپ کا ارشاد ختم ہوا۔
 امیر علی شیر اپنے تذکرہ میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا فخر الدین علی رحم
 طریقت میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحم سے اجازت یافتہ تھے نیز حضرت مخدوم جامی رحم
 اور حضرت مولانا سعد الدین کاشغری رحم کے دیگر نامور خلفاء کی صحبتیں اور شفقتیں بھی آپ
 کو حاصل رہی تھیں اور ان بزرگوں سے تصوف و سلوک کے حقائق عالیہ بھی آپ نے
 سنے تھے جیسا کہ آپ کی کتاب ”رسومات“ سے ظاہر ہے۔ ”رسومات“ کے علاوہ بھی
 مولانا فخر الدین علی رحم کی منظوم و منثور تصنیفات ہیں۔ انہی میں سے محمود ایاز نامی آپ
 کی ایک مثنوی بھی ہے۔ یہ شعر بھی آپ کی غزلیات کا ہے۔

بال لعل و خط عالیہ گون آمدہ

عجب آراستہ از خانہ یرد آمدہ

(سُرخ ہونٹوں اور عجیب مشک و عنبر والی خوشبوؤں کے ساتھ)

محبوب تو نکلا عجب بن ٹھن کر گھر سے باہر آیا ہے)

مندرجہ ذیل رباعی بھی آپ کی ہے۔

آئینہ لورست رُخ یار امشب

فارغ شدہ ام وی زاغیا امشب

اے منشی از پس دیوار امشب

اے صبح دم خویش نگہدار امشب

(آج کی رات محبوب کا چہرہ نور کا آئینہ ہے۔ آج کی رات میں کچھ وقت کے لیے اغیار سے فارغ ہوا ہوں۔ اے منشی محبوب آج کی رات دیوار کے پیچھے سے ہی کچھ تجھتی ہو۔ اے صبح تو آج کی رات اپنی سانسوں کی نگہداشت کر۔)

مولانا فخر الدین علیؒ ایک عرصہ تک قزلباش کے دور میں برسر منبر خواجگان نقشبند کی مدح سرائی کرتے تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو منع کر سکتا۔ لیکن آخری دور میں اس گروہ کی ناشائستہ و گستاخانہ باتوں سے بے زار ہو کر مجبوراً دریائی بند چلے گئے اور وہیں ۹۲۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی میت کو ہرات لایا گیا اور عظیم محدث ابوالولید کے پہلو میں اور اپنے والد کے نزدیک سپرد خاک کیے گئے رحمہما اللہ سبحانہ۔

(الف) مولانا میر کا سلوانی رحمۃ اللہ علیہ | آپ مولانا فخر الدین علیؒ کے بھانجے تھے۔ بعض فضلاء

نے لکھا ہے کہ طریقت میں آپ کو اپنے ماموں صاحب سے نسبت تھی۔ کم عمری ہی میں آپ نے اپنے ماموں سے ان بزرگوں کا ذکر کا طریقہ سیکھ لیا تھا۔ قزلباش کے غلبہ کے بعد آپ ہرات سے بخارا کی طرف نکل گئے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ اس قابل فخر شہر میں آپ شیخ جلال الواعظ الہروی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ان کی صحبتیں اٹھائیں اور ان سے مستفید ہوئے کردار کا حسن اور طبیعت کی انکساری آپ میں کمال درجہ کی تھی اور بے تکلفی و بے تعینیت زیادہ۔ چنانچہ اکثر تنہا گھاس کے جھونپڑے میں بیٹھ جایا کرتے۔ دکانوں پر گزارا کرتے۔ علوم دینی کی تشریح اور معرفت کے حقائق و اسرار بیان کرنے میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ کئی سال تک بے شمار فضلاء کتب حدیث اور سائل تصوف کے درس کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ یگانہ روزگار تھے اور عمر کافی زیادہ پائی تھی۔ ۹۹۵ھ میں انتقال

میں انتقال فرمایا۔

بزدگوں نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میرے باکمال ماموں مولانا فخر الدین علی رحمہ باغ کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے بھی آپ سے ساتھ جانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تم میں حوصلہ تماشا بھلا کہاں۔ غرض میں آپ کے ساتھ باغ گیا۔ جب ہم اس باغ میں پہنچے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ درخت قیام سے رکوع کی حالت میں چلے گئے یہ سب کو دیکھ کر میں دہشت و خوف کے باعث بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میرے ماموں صاحب کو جب میرے اس حال کا علم ہوا تو آپ نے میری پشت پر اپنا دست مبارک رکھا اور مجھے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ مجھے افاتہ ہوا لیکن اس کی قوت دید نہ رہی۔

گر بگذری بہ گلشن با عاشقاں دیدے

ہر شاخسار دارے ہر برگ اور شہیدے

(اگر تو اللہ والوں کے ساتھ باغ جاتے تو دیکھے گا کہ ہر درخت ان کے لیے

دار اور ہر پتہ ان کا شہید ہے)

ایک عظیم صاحب وقت و حضور درویش نے اس عاجز سے ایک دن عرض کیا کہ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کیا عرض کروں کہ مجھے کیا راحت حاصل ہوئی اور میں نے کیسے کیسے انوار کا مشاہدہ کیا۔ چند دنوں بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مجھے نظر آئے اور میں نے خلفاء راشدین میں سے ہر ایک کے جمال و اطوار کا مشاہدہ کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسی صورت و سیرت کے ساتھ مجھ پر جلوہ گر ہوئے جیسا کہ میں نے مولانا میر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا۔

آپ کے فرمودات و ارشادات میں سے ایک یہ ارشاد بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حق بسمانہ و تعالیٰ کی طلب کا نتیجہ یا حصول ہے یا قبول یعنی وصول جو مقصد ہے اگر حاصل نہ ہو تو حق تعالیٰ کا قبول تو بہر حال حاصل ہے۔

نسمہ: آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشائخ طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا وصول محض ظاہری اعمال سے ظاہر نہیں ہوتا مگر بالکل ہی نادر طور پر اور بہت کم۔ لہذا راہ طریقت کے طالبین کے لیے ضروری ہے کہ باطنی عمل کی مشغولیت کو اپنے اوپر لازم کر لیں اور باطنی اعمال میں ایک عمل ذکر ہے اور ذکر سے مراد کلمہ لا الہ الا اللہ کا ورد ہے خواجگان بزرگوار نے اکثر یہی ذکر دل سے کرنے کو فرمایا ہے اس سلسلہ کے بعض اکابر نے لفظ اللہ کا ذکر بھی کرنا تجویز فرمایا ہے کہ پوری حضوری سے یہ کلمہ دل سے ادا کرے اور اس کے ادا کرتے وقت اس حضوری مضغہ گوشت کی طرف متوجہ ہو جو انسان کے بائیں پہلو کے قریب ہے۔ یہ بزرگ اس حضور و توجہ کو موقوف قلبی کہتے ہیں اور اس وقت کو ذکر میں لازم و ضروری سمجھتے ہیں۔ بعض اکابر کا کہنا ہے کہ کلمہ اللہ کے نقش کو لوح دل پر ملاحظہ کرے اور اس کے مدلول کو فکر میں ہمیشہ حاضر رکھے۔ جب ایک ذکر اس پر ہمیشگی اختیار کرے گا تو اس پر اس کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوں گے۔

نسمہ: آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات خواجگان رحمہم اللہ کا طریقہ یہ ہے۔ کہ دوسروں کو خدمت کی تکلیف نہیں دیا کرتے بلکہ خود خدمت کرتے ہیں۔ اس خدمت کرنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخدوم کے دل میں خادم کے لیے ایک گونہ میلان اور محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل کے اس میلان کو یہ بزرگ ایک تعلق اور رابطہ سمجھتے ہیں۔ ماموں بزرگوار مولانا فخر الدین علی رحم جب وضو کرنا چاہتے ہیں دڑتے کہ آپ کا پانی کالوٹا بھر دوں۔ آپ مجھے ایسا نہ کرنے دیتے تھے اور فرماتے اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کا طریقہ خدمت کرنا ہے نہ کہ مخدوم بننا۔

نسمہ: آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس متبرک خانوادہ کے اکابر خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے وہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ سالک طریقت اس پر عمل کر جلد مقام جذبہ و فنا فی اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام جذبہ و فنا کے حصول کے بعد کتنے ہی ایسے ناپسندیدہ افعال و اعمال اس سے پھوٹ جاتے ہیں جو کئی سالوں

کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے بھی نہیں چھوڑتے اور کتنی ہی پسندیدہ و قابل تعریف
خصلتیں انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں جو بڑے بڑے مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتیں۔
نکسہ: ارشاد فرمایا درویش وہ نہیں جو بوسیدہ اور پھٹا پرانا لباس پہنے۔ درویش وہ ہے
جو دل کو پاکیزہ رکھے۔

نکسہ: آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض اولیاء کبار سے کبھی کبھی ایسے فعل یا عمل کا ظہور ہوتا
ہے جو ظاہراً لہو اور لغو معلوم ہوتا ہے اور دیکھنے میں ان کا عیب یا ان کی دلالت کی کمزوری
معلوم ہوتا ہے۔ اس کا سبب ان مندرجہ ذیل تین قسموں میں ہے کسی ایک نوع کا ہوتا ہے
ایک یہ کہ ان بزرگوں کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے مشاہدہ اور طاعت کی زیادتی کے علاوہ کسی چیز
سے شغل نہیں ہوتا۔ ان پر کبھی کبھی ایسی حالت وارد ہوتی ہے کہ بشریت اس کی طاقت نہیں
رکھتی تو یہ ضرورتاً کبھی ایسے امر کا ارتکاب کرتے ہیں کہ اس حال سے مغلوب نہ ہو جائیں اور
عبودیت سے کہ ظاہر شرع ہے دور نہ رہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں پر
جو غیرت رکھتے ہیں اس کے باعث وہ یہ نہیں چاہتے کہ بندے اس کے علاوہ کسی کو محبوب
بنائیں۔ اولیاء کو وہ بندہ کے لبادہ میں چھپا دیتے ہیں تاکہ مخلوق ان سے متوشش رہے
بعض کو وہ برص و جذام جیسی بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بعض کو ایسی مباحات میں
جیسے بسیار خوری۔ بہت زیادہ کھانا تاکہ وہ مخلوق کی صحبت اور اس کی آلاش سے محفوظ رہیں۔
تیسرے یہ کہ بعض اولیاء اللہ اہل ملامت ہوتے ہیں کہ خود اپنے اختیار سے خلوص عمل کی خاطر
ہمیشہ ایسا عمل کرتے ہیں کہ مخلوق کو ناپسند ہو اور وہ دور رہیں۔

نکسہ: آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شہر یا ملک میں مشائخ طریقت زیادہ ہوتے ہیں وہ
ملک آفتوں اور بلاؤں سے نسبتاً زیادہ محفوظ ہوتا ہے جب حضرت خواجہ علاؤ الدین غجدانیؒ
کی وفات ہوئی تو خواجہ ابو نصر پارسا قدس سرہ منبر پر تشریف لائے اور وعظ و نصیحت کے بعد
فرمایا کہ حدیث نبوی علی قائلہا الصلوٰۃ والسلام ہے کہ جب تک کسی قوم میں استغفار
کرنے والے رہیں گے وہ قوم ان کی برکت سے محفوظ رہے گی۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین

عجودانی استغفار کرنے والوں میں سے تھے۔ ان کی برکت سے ہم امن وامان میں تھے اب انہوں نے انتقال فرمایا ہے اور ہم خطرے میں ہیں۔ مولانا میر نے یہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ استغفار کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کا ظاہر شریعت کے مطابق ہو۔ جن کے تمام اقوال و افعال حق تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب ہوں اور جن کا باطن حق سبحانہ کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہو۔

نسمہ ۱۰ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طالب طریقت کو چاہیے کہ عمل کو محبوب رکھے اور نتیجہ کی فکر نہ کرے۔ اس لیے کہ عمل کے بہت سے نتیجے ممکن ہیں اسے چاہیے کہ نتیجہ عمل ظاہر نہ ہونے سے دل برداشتہ نہ ہو اور عمل نہ چھوڑے۔ اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کسی پر عمل کا نتیجہ جلد ظاہر فرما دیتے ہیں اور کسی پر دیر سے عمل کرنے والے کے پیش نظر تو بس مشائخ طریقت کی پیروی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہونی چاہیے۔

حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت بھی کسی کو پہنچے تو اسے چاہیے کہ اسے ہمیشہ بجالائے یا کم از کم ہفتہ میں ایک بار یا ایک ماہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار ورنہ عمر میں کم از کم ایک بار تاکہ آنحضرت کی سنت کی کسی درجہ میں بجا آوری ہو سکے۔

نسمہ ۱۱ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عارف رومی قدس سترہ نے جو ایک جگہ پر کہا ہے۔

من باہفتاد و دو ملت یکے ام

کہ میں ان بہتر فرقوں میں ایک ہوں وہ یہی مقام ہے کہ جہاں سالک کی نظر سے اس کی ہستی بالکل فنا ہو جاتی ہے اور اس کی نظر میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کچھ نہیں رہتا مختلف مذاہب حق تعالیٰ کے مختلف صفات و شبیوں کا ظہور ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے شبیوں و صفات سالک کے شبیوں و صفات بن جاتے ہیں۔ چنانچہ عظیم عارف اور ہمارے ممدوم مولانا عبدالرحمان الجانی قدس سرہ السامی کا شعر ہے۔

باہر خلق جہاں متفقم و زمہ دیں مذہب عشق تو شست از دل من نقش خلاف

۱۔ اس مضمون کی تائید آیت کریمہ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ (الانفال: ۳۳) سے ظاہر ہے۔ (اشرف)

(دنیا کی تمام مخلوق سے میں ہر دین میں متفق ہوں۔ تیرے عشق کے مذہب

نے میرے دل سے ہر اختلاف کے نقش کو دھو دیا ہے)

نسمہ ۱۰ فرمایا کہ حضرت شیخ جلال الواعظؒ سے میں نے سنا فرماتے تھے۔ طالب طریقت

اگر چاہے کہ اسے اللہ کے ساتھ حضور حاصل ہو جائے تو اسے چاہیے کہ تکلف

کے ساتھ وہ دل سے تصور غیر کو دور کرے اور خود کو اسی حالت میں رکھے کہ غیر اللہ کو فراموش کرے

اس کے بعد کہ اسے یہ حضوری حاصل ہو جائے پھر متوجہ ہو اور یہ حالت پیدا کرے کہ اس حضوری

سے اسے ضرورتِ رحمت نہ ہو۔ ان کے بعد کوشش کرے کہ اس حضوری میں رسوخ اور بختگی پیدا ہو

اس کے بعد چاہیے کہ اپنے اندر ایسی حالت پیدا کرے کہ اس حضوری کا بھی شعور نہ رہے۔

نسمہ ۱۱ ارشاد فرمایا کہ میں نے شیخ جلال الدین کو فرماتے ہوئے یہ بھی سنا کہ اخلاق کے معنی

یہ ہیں کہ بُرائی کے بدلہ میں بھی نیکی کرے جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝

(آپ بلاشبہ بلند اخلاق پر ہیں) (القلم آیت ۷)

اس میں اسی طرف اشارہ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ جنگِ اُحد میں ادھر تو کفار نے آنحضرتؐ کے

دندان مبارک کو شہید کر ڈالا اور ادھر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دُعا فرما رہے ہیں

اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

(اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ نہیں جانتے)

نیز فرمایا کہ شیخ جلالؒ سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ ان بزرگوں کی اصطلاح میں دیوانہ اسے

کہتے ہیں کہ جسے مقامِ جمع حاصل ہو جائے۔

نسمہ ۱۲ ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا سعد الدین کا شغری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سلسلہ

کی یہ نسبت ایک ایسے پرندہ کی طرح ہے جو عالمِ قدس سے اڑ کر آدمی کے جال

کے پاس آئی ہے اس آدمی کو چاہیے کہ اس وحشی پرندہ کو اپنے عمل کے جال میں پھنسا لے۔ اگر

اس کے عمل میں ہمیشگی نہ ہوگی تو یہ پرندہ پھر اپنی اس عالمِ قدس کی دنیا میں چلا جائے گا۔

نسخہ ہر ارشاد فرمایا کہ ہر بات میں شیخ الاسلام احمد تفتازانیؒ اور دیگر اکابرین علماء نے یہ حکم دیا کہ شیخ محی الدینؒ عربی قدس سرہ کی تصنیفات کا کوئی شخص درس نہ دے۔ حضرت مخدوم مولانا جامیؒ نے جب یہ خبر سنی تو ایک شخص کو شیخ الاسلام کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ ایسا ایسا سننے میں آیا ہے کہ آپ نے حضرت شیخ ابن عربیؒ کے کلمات شریفہ اور تصنیفات لطیفہ کو خلاف شرع قرار دیا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ ایک مجلس منعقد کریں جس میں تمام علماء جمع ہوں اور میں شیخ ابن عربیؒ کے ارشادات بیان کرتا ہوں۔ اگر ان باتوں میں بال برابر بھی کوئی بات خلاف شرع ہو تو مجھ پر جرم نہ عائد کریں۔ شیخ الاسلام نے جب آپ کی یہ بات سنی تو معذرت کی اور فرمایا ہمیں نہ معلوم تھا کہ شیخ ابن عربیؒ کی باتیں عقل اور شریعت کے مطابق ہیں۔ غالباً ہمیں ان کی سمجھ کی قوت نہیں ہے۔ حضرت مخدوم مولانا جامیؒ نے شیخ الاسلام کی اس معذرت کو قبول فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ شعر بھی ارشاد فرمایا۔

۵ زو شیخ شہر طعنہ بر سر اہل دل

المرء لا یزال عدو لما جہل

”شہر کے شیخ نے اہل دل صوفیہ کے اسرار پر طعن کیا ہے۔ انسان ہر اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔“

(۲) شیخ عبداللہ ادبھی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ حضرت خواجہ عبداللہ امرار قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے۔ اس

سلسلہ سے محبت کرنے والے ایک فاضل کے رسالہ میں اس عاجز نے دیکھا کہ حضرت خواجہ کے استاذ قبولیؒ کی رسائی سے قبل حضرت شیخ عبداللہ ادبھیؒ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے مزار منبع الانوار کے مجاوروں میں سے تھے اور حضرت خواجہ کی روحانیت نے آپ کی بعض مشکلات دور کرنے میں بڑی مدد فرمائی تھی اور بعض اوقات آپ کو یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت خواجہ کی قبر شریف شق ہوئی۔ حضرت خواجہ باہر تشریف لائے اور آپ کو ان کی صحبت حاصل رہی اور آپ بے خود ہو گئے۔

سایہ پیدا گرد دار مہراز سحاب آید بروں
شخص گم کر دند چوں رخ از نقاب آید بروں

(اگر سورج بادل سے نکل آئے تو سایہ غائب ہو جاتا ہے۔ جب محبوب کے چہرے نقاب اٹھ جائے تو محب بیخود اور گم ہو جاتا ہے) ایسے کامل پیر کی روحانی تربیت کے باوجود آپ حضرت خواجہ احرارؒ کے آستانہ کی طرف لپکے اور یہاں بھی بہت سی عنایات اور شفقتیں حاصل کیں پھر حجاز کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ وہاں سے انطاکیہ تشریف لے گئے اور ۱۳۶ھ میں وہاں انتقال فرمایا۔

آپ حبشی سید تھے حضرت خواجہ احرار (الف) حضرت امیر احمد رحمۃ اللہ علیہ : قدس سرہ کی صحبت حاصل کی تھی حضرت

شیخ عبداللہ ابیہیؒ کے ساتھ آپ نے حجاز کا سفر کیا اور انہی کی خدمت میں تصوف کے مدارج میرالی اللہ کی بھی تکمیل کی۔ حضرت شیخ عبداللہ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے کئی سال تک لوگوں کی روحانی تربیت فرمائی اور بالآخر قسطنطنیہ میں جو استنبول کے نام سے مشہور ہے انتقال فرمایا آپ کی عمر ستر سال تھی سلطان محمد غازی کے پہلو میں آپ ابدی آرام فرما رہے ہیں رحمۃ اللہ سبحانہ۔

یہ دونوں بزرگ حضرت (ب) حکیم چلی و محمود چلی رحمہما اللہ تعالیٰ سبحانہ : امیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے

مرید اور اجازت یافتہ تھے اور حضرت امیر احمد کے بعد طالبان طریقت کی تلقین و تربیت فرمائی۔

(ج) شعبان آفندی رحمۃ اللہ علیہ : آپ صاحب نسبت حضرت حکیم چلی

رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے۔

حضرت مولانا شیخ نے اپنے مجموعہ (د) مولانا حافظ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ : میں لکھا ہے کہ آپ ہمارے حضرت

خواجہ کے کبار اصحاب میں سے تھے صاحب اثرات و کشف تھے۔ وہ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگ جب حضرت خواجہ کلاں کی والدہ کو دفن کر کے لوٹنے لگے ہمارے حضرت خواجہ اُن مرحومہ کی قبر کے سرانے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور میں دیکھ رہا تھا کہ دو فرشتے (منکر نکیر) آئے لیکن جب ان فرشتوں نے حضرت خواجہؒ کو اس حالت میں دیکھا تو وہ ایک دوسرے

کی طرف دیکھنے لگے اور واپس چلے گئے۔

(۳) مولانا سید علی عماری رحمۃ اللہ علیہ :- آپ حضرت خواجہ اسرار قدس سرہ

تھے کئی سال تک حضرت کے صاحبزادگان کی تعلیم میں مصروف رہے۔ حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد قزوین تشریف لے گئے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔ وہاں طالبانِ طریقت کی تربیت میں مشغول ہو گئے اور بے شمار بندگانِ خدا کو فیض یاب فرمایا یہاں آپ کے کمالات کا جب شہرہ ہوا تو آپ کے مخالف حسد کی آگ سے جلنے لگے۔ یہاں تک کہ انہی مخالفین میں سے ایک نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ یہ اندوہناک واقعہ ۹۲۵ھ میں پیش آیا بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا کو اس شہادت کے واقعہ کا پہلے سے علم ہو گیا تھا۔ آپ کو عماری اس لیے کہا جاتا تھا کہ کردستان میں عمار ایک قریہ ہے جس سے آپ کا تعلق تھا۔

(الف) قاضی علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ :- آپ مولانا سید علی کے خاص مریدوں

میں سے تھے ان سیف الدینی سادات سے آپ کا تعلق تھا جو قدیم زمانہ سے انتہائی عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے قزوین میں آپ تاحیات قاضی رہے اور وہیں شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے قریب دفن ہوئے۔

(ب) شیخ ابوسعید قزوینی رحمۃ اللہ علیہ :- آپ مولانا سید علی عماری کے خاص مرید

اور حضرت شیخ ابویزید فتحالی کے نواسے

تھے جن کا سلسلہ تین واسطوں سے اپنے زمانہ کے عظیم شیخ حضرت رکن الدین علاؤ الدولہ سمغانی قدس اللہ اسرار ہم تک پہنچتا ہے۔ آپ چند سال قزوین میں مسند ارشاد پر فائز رہے اور بہت سے لوگوں کو فیض یاب فرمایا یہاں تک کہ ۹۳۱ھ میں وصال فرمایا اور وہیں حضرت شیخ احمد غزالی کے پہلو میں مدفون ہوئے رحمہم اللہ۔

(ج) مولانا شاہ علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ :- آپ بھی مولانا سید علی عماری کے بلند مرتبہ مرید تھے ایک دن حضرت مولانا

نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ ان دو پہاڑوں کے درمیان شاہ علی جیسا انسان پیدا نہیں ہوا۔ یہ دو پہاڑ قزوین کے دونوں جانب تھے اور ان کے درمیان دس فرسنگ کی مسافت تھی سترہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ دارکن میں حضرت ابراہیم ستبہ کی قبر کے نزدیک آپ کا مزار مبارک ہے۔ یہ حضرت ابراہیم جن کا ذکر نفحات میں بھی ہے۔ سلطان العارفین حضرت ابویزید بسطامی قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے۔

روفاضی میرک خالدي رحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی مولانا سید علی عماري کے اصحاب کبار میں سے تھے۔ آپ صحابی رسول حضرت

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ چونکہ آپ کا قبیلہ نامور خاندان عالیہ خالید تھا جو ہمیشہ صاحب جاہ و جلال رہا تھا ظالم قزلباش نے آپ کے خاندان والوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تو حضرت مولانا نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی اور مولانا صنع اللہ کو رکنا تانی (جن کا ذکر پہلے آچکا ہے) کی خدمت میں تہرنیز تشریف لائے اور اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے یہاں سے آپ قزوین تشریف لے گئے اور مولانا سید علی عماري سے تربیت حاصل کی۔

مولانا کے وصال کے بعد کئی سال تک آپ نے طالبانِ طریقت کی تلقین و تربیت فرمائی یہاں تک کہ ۱۶۹ھ میں آخرت کا سفر اختیار فرمایا رحمۃ اللہ سبحانہ۔ قزوین کے پرانے قبرستان میں حضرت حسین بن علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہم کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے

(مولانا عبد اللہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ): آپ بھی حضرت مولانا سید علی عماري کے منظور نظر مرید تھے۔ طریقت

کی ابتداء میں آپ کے شیخ زاہد گیلانی تھے۔ پھر جب مولانا سید علی قزوین تشریف لائے تو آپ ان کی خدمت میں پہنچے اور ان کا سلسلہ اختیار فرمایا اور یہاں سے بہت کچھ حاصل کیا ۱۲۵ھ میں سفر حجاز کے لیے روانہ ہوئے۔ لیکن حج میں نہ پہنچ سکے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اس آیت کریمہ میں جس بشارت کا ذکر ہے اس سے نواہے گئے

رحمۃ اللہ سبحانہ۔ قرآن مجید میں بشارت ہے۔

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (النساء: ۱۰۰)

(اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھر پائے اس کو موت پس تحقیق پڑا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ) (نساء آیت ۱۰۰)

(۳) مولانا حکیم یقینی رحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی حضرت مولانا سید علی کے مریدوں میں سے تھے۔ ہمیشہ دل کی آگہی اور سکرو بخودی کے

آثار آپ کو حاصل تھے قزوین میں انتقال فرمایا اور خیر نسا ج کی قبر کے نزدیک مدفون ہوئے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

(۴) مولانا محمد زاہد خوشی رحمۃ اللہ علیہ: چونکہ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانیؒ) کا سلسلہ ارادت حضرت خواجہ احرارؒ کے

تمام اصحاب میں انہی حضرت مولانا محمد زاہد سے ملتا ہے اور مقالہ ثانیہ انہی کے بیان میں ہے تو ان کا ذکر اور ان کے حالات انشاء اللہ وہاں آئیں گے۔

(۵) خواجہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی حضرت خواجہ احرارؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ خواجہ رشید الدین کی اولاد میں تھے

جو عظیم حنفی مجتہد امام حافظ الدین بخاری کی اولاد میں سے ہیں۔ رحمۃ اللہ سبحانہ۔

خواجہ رشید الدین کے والد خواجہ شجاع چنگیزی حملہ کے پُر آشوب دور میں مغلستان چلے گئے تھے۔ خواجہ رشید الدین کی وہیں ولادت ہوئی اور وہاں کے مغل آپ ہی کی کوششوں کی برکت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت خواجہ احرارؒ کے دور میں خواجہ تاج الدین تحصیل علم کی غرض سے ماوراء النہر تشریف لائے تھے اور مولانا علی عمران طوسیؒ کے شاگرد ہوئے تھے

چونکہ مولانا طوسی حضرت خواجہ احرارؒ کے دوستوں میں سے تھے تو اسی تعلق سے خواجہ تاج الدین کو بھی حضرت خواجہ احرارؒ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا حضرت خواجہ نے آپ کو بہت پسند فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے کہ شروع میں جب میں حضرت کی خدمت میں پہنچا تو لقمہ کی احتیاط نہ

برتنا کرتا۔ اچانک ایک دن آپ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ مشتبہ لقمہ سے بچنا لازم

اور ضروری ہے میں نے حاضرین مجلس پر ایک نظر ڈالی تو اپنے سوا کسی کو ایسا نہ پایا جس پر یہ بات پوری طرح صادق آتی ہو۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ تنبیہ مجھ ہی کو ہے اس کے بعد سے میں نے عہد کر لیا کہ ادھر ادھر کے مشتبہ کھانے سے گریز کروں گا۔

حضرت خواجہ تاج الدین نے متعدد سال حضرت خواجہ کے آستانہ پر گزارے۔ حضرت خواجہ کی بڑی شفقتیں آپ پر رہیں۔ کاشغری کے علاقہ طرفان جانے کی حضرت خواجہ نے آپ کو اجازت دی۔ یہاں کے حاکم نے آپ کی یہاں آمد کو پسند کیا اور آپ کو ادراپ کے صاحبزادگان کو سہولتیں بہم پہنچائیں۔ یہاں ایک مخلوق آپ سے مستفید ہوئی۔ یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۶) امیر عبد اللہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ: آپ حدود دین میں حاکم تھے اچانک آپ کو جذبہ ہوا اور آپ حکومت چھوڑ کر

مجاہدہ میں مشغول ہو گئے بڑی کوشش اور جستجو کے بعد اللہ پاک نے آپ کو توفیق دی اور آپ حضرت خواجہ احرار کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ کی بیعت اور اتباع کی برکت سے آپ کو بلند مرتبہ حاصل ہوئے۔ ستر سال کی عمر کو پہنچ کر آپ کا انتقال ہوا۔ میر محمد باقر آپ کے فرزند تھے۔

(۷) شیخ عیان گازی رونی رحمۃ اللہ علیہ: صاحب دوائر نے آپ کو بھی حضرت خواجہ احرار کے بلند مرتبہ اصحاب میں

شمار کیا ہے مولانا فخر الدین نے رشتہات میں حضرت خواجہ احرار کی ایک کرامت کے بیان کے ذیل میں فرمایا کہ شیخ عیان کے صاحبزادے شیخ عیان گازیرون کے خطبار کے طبقہ سے تھے۔ طالب علم متقی عراق سے خراسان آئے اور ہرات میں کچھ قیام کیا۔ پھر سمرقند تشریف لے گئے اور تقریباً ایک سال اور چند ماہ حضرت خواجہ کی آستان بوسی کے شرف سے مشرف رہے۔ الی آخر۔

(۸) مولانا اسماعیل شروانی رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت خواجہ احرار کے اصحاب میں سے تھے اور مکہ معظمہ کے مجاور تھے کہ

(اللہ پاک اس کے شرف و عزت کو بڑھائے) بعض بزرگوں کی تحریر سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ یہ مولانا اسماعیل شروانی ان مولانا اسماعیل ثالث سے مختلف تھے کہ جن کے متعلق صاحب رشتات نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے بعد وہ جواز چلے گئے تھے اور مکہ معظمہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اور اسی مقدس مقام پر انتقال فرمایا۔ انتہی۔

کیونکہ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اسماعیل نے صاحب رشتات کے عہد میں انتقال فرمایا اور مولانا اسماعیل شروانی ۹۵ھ تک اس مقدس جگہ تھے۔ خواجہ عبد الہادی کے فرزند خواجہ قاسمؒ آپ کی خدمت میں پہنچے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ میرزا کریم جو بہت بڑے محدث اور درویش تھے اور ۹۹ھ میں جن کی وفات ہوئی وہ ان مولانا اسماعیل کے شاگردوں میں سے تھے جیسا کہ مولانا علی القاری الہروی الحنفی نے مرقاة شرح مشکوٰۃ جو آپ کی انتہائی معتبر اور عظیم تصنیف ہے اس کے دیباچہ میں اپنے اساتذہ کے بیان میں لکھا ہے۔

منہم زبدۃ الفضلاء وعمدۃ العلماء مولانا سید الزکریا تلمیذ العالم ربانی مولانا اسماعیل الشروانی من اصحاب قطب العارفین وغوث السالکین خواجہ عبید اللہ السمرقندی احد اتباع خواجہ بہاء الدین النقشبند روح اللہ روحہما وارزقنا فتوحہما

(ان میں سے زبدۃ الفضلاء عمدۃ العلماء مولانا سید زکریا تھے جو عالم ربانی مولانا اسماعیل شروانی کے شاگرد تھے اور یہ مولانا اسماعیل شروانی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے متبعین میں سے تھے وغوث خواجہ عبید اللہ سمرقندیؒ کے اصحاب میں سے تھے اللہ پاک ان دونوں بزرگوں کی ارواح کو تازگی عطا فرمائے

اور ان کی فتوحات سے ہم کو بھی حصہ عطا فرمائے)

میر عبدالحیؒ نے اپنے رسالہ میں میرزا کریم کو ان مولانا اسماعیل کا مرید لکھا ہے۔ مختصر یہ کہ اس جگہ مولانا اسماعیل سے کثیر مخلوق نے فیض حاصل کیا۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ شیخ علی بن حسام الدین ہندی المعروف بہ متقی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم و درویش تھے انہوں نے تمام دیگر سلسلوں کے مقابلہ میں التزام غریبت و اتباع سنت کی بناء پر سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ کو جو پسند فرمایا تھا انہوں نے مولانا اسماعیل ہی سے ان اکابر کا طریقہ اخذ کیا تھا۔ نیز بعض فضلاء کی تالیفات سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شیخ سلیم فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اسماعیل سے اس جگہ مستفید ہوئے تھے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شیخ حربن رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ عالیہ کے عظیم بزرگوں میں سے تھے مجددان میں سکونت اختیار کی تھی۔ حد درجہ منکر المزاج تھے اور انتہائی فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے تھے خود کپڑے سینے اور خود انہیں فروخت کیا کرتے اور اس طرح اپنا اور اہل خانہ کا پیٹ پالتے آپ شیخ بہلول کے مرید تھے اور شیخ بہلول حضرت خواجہ احرار کے اصحاب میں سے ایک کے مرید تھے۔ رحمہم اللہ۔

(۹) سید بابا خواجہ و سید محمد خواجہ رحمہما اللہ تعالیٰ؛ یہ دونوں بزرگ رشتہ میں بھائی ہیں اور حضرت سید اتار رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد۔ دونوں خوارزم سے نکلے اور حضرت خواجہ احرار کے آستانہ پر پہنچے۔ آپ کی صحبت کی برکت اور شفقت سے حصہ پایا اور وطن لوٹے۔ سید بابا نے عجب دیوانگی و شیدائی کے عالم میں صحراؤں میں زندگی گزاری اور سید محمد خواجہ نے شہر مرو اور ابیور میں اس نور ہدایت کے ساتھ اپنی زندگی کو منور و روشن کیا۔

خواجہ جمال الدین المعروف بہ خواجہ دیوانہ رحمۃ اللہ علیہ سید اتار کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام سید پاشا تھا۔ سید بابا خواجہ کے ساتھ ان سید پاشا کا تعلق پیر و مرشد کا تھا۔

چنانچہ یہ سید پاشا اپنے صاحبزادے کے لیے ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خواجگان سلسلہ شریفہ نقشبندیہ سے آپ کو حصہ ملا ہے ان صاحبزادے کو بھی اس کا کچھ حصہ مل جائے تو بہتر ہو۔ چنانچہ حضرت نے توجہ فرمائی۔ سید بابا خواجہ کے بعد ان کے بھائی سید محمد خواجہ کی نظر عنایت بھی ان پر رہی۔ یہ بخارا میں حضرت خواجہ محمد اسلام المعروف بہ خواجہ جوہیار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی حاضر ہوئے اور ان کی عنایات و توجہ کامرکز رہے۔ نیز آندخو کے اطراف میں بابا چوپان کے آستانہ پر بھی حاضری دی اور مستفید ہوئے یہ بابا چوپان انتہائی عمر رسیدہ اولیاء میں

سے ہوئے ہیں۔ سلسلہ عالیہ کبرویہ اور اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ جہریہ و عشقیہ سے بھی آپ کو حصہ ملا آپ ہندوستان بھی تشریف لائے اور شہر سوت میں دریائے ستور کے ساحل پر بندرگاہ جو حاجیوں کی گزرگاہ ہے آپ نے سکونت اختیار فرمائی اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ سو سال کی عمر کے بعد آپ صاحب اہل و عیال ہوئے۔ آپ کے وہ فرزند جو آپ کے مزار مبارک کے مجاور ہیں یہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر جب ایک سو تیس سال ہوئی تو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور یہ واقعہ رحلت ۵ صفر ۱۱۶۲ھ کو پیش آیا۔

آپ بڑے صاحب جذبہ و کرامات تھے آپ کی بعض کرامات کو آپ کے صاحبزادگان اور مریدوں نے جمع کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے شیر خوارگی کے ایام میں شاہ بیگ خان کے قتل کے باعث بڑا فتنہ برپا تھا۔ حضرت خواجہ اس وقت چند ماہ کے بچے تھے اور جنگل میں پڑے ہوئے تھے۔ تو جنگل میں ہر فی آپ کو دودھ پلایا کرتی آپ کی ایک کرامت یہ بیان کرتے ہیں کہ عظیم خوارزمی حکمران شاہ قلی سلطان جو بہت بڑے صاحب علم اور درویش تھے بیان کرتے ہیں کہ میں بخارا میں حضرت قاسم شیخ کرینی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ تیرا ہندوستان جانے کا ارادہ ہے کہ وہاں تیری کسی درویش سے ملاقات ہوگی جس کی خدمت کرنا تیرا ارادہ ہے۔ آں کی خدمت میں چل اور پہلے اپنی ارادت درست کر لے اس ارادہ کو میں نے حضرت عزیزان کے ایک خلیفہ جو ابوغ میں تھے ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا تم ہندوستان میں طویل قیام کرنا۔ تمہاری ارادت اور حصہ دہیں موقوف ہے میں جب ہندوستان آیا تو برہان پور میں خواجہ دیوانہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ اس سے قبل کہ میں بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کر دوں آپ نے فرمایا حضرت سلطان کرینہ نے تمہاری ارادت ہم پر موقوف رکھی ہے یہ بات نہ بھولنا۔ میری آنکھوں میں آنسو تھے اس حالت میں آپ کی ارادت کے شرف سے میں مشرف ہوا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد آپ کی قبر شریف میں ایک سوراخ روشن دان کی طرح ظاہر ہوا۔ آپ کے صاحبزادگان اور عقیدتمندوں نے چاہا کہ آپ کی ہڈیوں کو وہاں سے منتقل کر دیں لیکن وہاں انہیں کچھ نہ ملا رحمہ اللہ سبحانہ۔

آپ کے فرزند ارجمند خواجہ ابوالحسن اب آپ کے جانشین ہیں۔ حسن خلق اور فضائل سے

باخبر اور تقویٰ و نسبت اولیاء سے بہرہ ور۔ ایک مرتبہ بغیر کسی سواری اور زادِ راہ کی فکر کئے۔
انتہائی بے تکلفانہ انداز میں کشتی میں بیٹھے اور حرمینِ محترمین (زاد اللہ شرفہما) کے لیے روانہ
ہو گئے۔ آپ زیارتِ حرمین سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد کئی سال تک زندہ رہے۔

حضرت خواجہ دیوانہ کے ممتاز خلفاء میں ایک خلیفہ فانی ہیں جو آجکل دارالاسلام
بلخ میں طالبانِ طریقت کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہیں اور ہر شب جمعہ اور پیر کی رات
عربوں کے طریقہ پر مولود پڑھتے ہیں اور درمیان میں عربی اشعار بھی نقل کرتے ہیں۔

آپ بھی حضرت خواجہ احرار کے اصحاب میں سے تھے
رو مولانا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت حسن مآ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے کہ جن کا

نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سالکِ یقینی حضرت قاسم شیخ کرینی
رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا قریبی رشتہ تھا اور ان سے آپ نے بہت فیض حاصل کیا تھا شیخ مذکور کے
جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ مولانا حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی تربیت و صحبت کی برکت
سے تکمیل کو پہنچے تھے۔ نیز تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ایک بار اپنے چچا ترکستان شیخ
رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے ولایت مآب ہدایت الکتاب مولانا خراسان کی خدمت میں حاضر
ہونے کا ارادہ کیا۔ جب دریائے گوہک سے گزرے اور یہ مقام پر پہنچے تو حمید الدین صوفی
جو مقبولین میں سے تھے اور کافی عمر تھے راستہ میں پیچھے رہ گئے آپ نے ایک شخص کے پاس جو
بر سرِ راہ تھا زیرِ دیوار کچھ دیر توقف فرمایا اور وہاں ٹھہرے جب مولانا کی خدمت میں پہنچے اور ان
کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی تو مولانا مراقب ہو گئے۔

ہمارے شیخ بھی آپ کے ساتھ مراقب ہوئے۔ اس مراقبہ میں ہمارے شیخ نے دیکھا
کہ وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود ہیں اپنے پوری پوری
خوشی صرف فرمائی اور آنحضرت کے جمالِ جلال کا خوب خوب مشاہدہ کیا جب بھی حلیہ
مبارک کا احوال کرتے وہ دولتِ بروجہ کمال سامنے آجاتی۔ اس وقت ایک درویش نے
آپ کے زانو پر ہاتھ مارے اور کہا کہ دیکھ تجھے بندہ نہ آئے ہمارے شیخ کو اس سے سخت اذیت
پہنچی۔ اسی دوران حضرت مولانا نے بھی مراقبہ سے سرائٹھایا اور ہمارے شیخ سے فرمایا تمہارا اتنا

ہی حصہ تھا۔ اس کے بعد مولانا نے پوچھا کہ گزشتہ رات تم کہاں تھے۔ انہوں نے فرمایا اپنے چچا ترکستان شیخ کے پاس۔ حضرت مولانا نے پوچھا تم کس راستہ سے آئے۔ انہوں نے فرمایا وہ گراں کے راستہ سے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ فلاں دیوار کے نیچے تم کیوں رُکے تھے۔ انہوں نے وجہ بتائی۔ اس وقت مولانا نے فرمایا کہ رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ یا وہ گراں کے راستہ سے میرے پاس آرہے ہیں اور ان لوگوں پر سبز علم کا سایہ ہے کہ جو علم ہمارے آباؤ اجداد کا ہے اور ان لوگوں نے کچھ دیر اس دیوار کے نیچے توقف کیا ہے اور وہاں ٹھہرے ہیں۔ میں نے جتنا دیکھا تم ہی لوگوں کو وہاں پایا کہ تم ہمارے طبقہ کے لوگ ہو۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ غلط نہ تھا۔

قاسم شیخ کریمی رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے زیادہ تر مشائخ جہریہ بسویہ سے استفادہ کیا ہے رحمہم اللہ سبحانہ

حضرت قاسم شیخ اسی سلسلہ جہریہ بسویہ کے رائج کرنے والے ہیں۔ اس طرح ان کا ذکر ہماری دوسری کتاب صفحات الانوار میں آتا جو ہم نے دوسرے سلسلوں کے بزرگان کے حالات میں لکھی ہے لیکن چونکہ حضرت قاسم شیخ نے مولانا خراسان سے بھی استفادہ کیا ہے اور آپ مخدوم اعظم مولانا خواجگی الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور ان سے بہرہ ور ہوئے ہیں نیز ایک مخلص نے اصرار کیا کہ یہ کتاب بھی ان کے ذکر سے خالی نہ رہے ان وجوہ کی بنا پر اس کتاب میں بھی ان کا مختصر ذکر کر دیتے ہیں اور اگر خدا کا کرم شامل رہا تو ہماری کتاب صفحات الانوار میں ان کا تفصیلی ذکر آئے گا (انشاء اللہ)

آپ کا لقب جو آپ کے اخلاص کبیش احباب کی زبان پر عام تھا وہ حضرت عزیزان ہے آپ کی صورتان نسبت حضرت حسن اٹا سے ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ ۹۱۳ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ "قطب زمان" خواجہ مولانا نوری نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نو دس سال آپ کی خدمت بابرکت میں رہے۔ بہت باطنی فیض حاصل کیا اور بڑے مجاہدے کیے۔ حضرت مولانا نوری کے انتقال کے بعد مولانا دلی و شیخ عبدالحق جہری و خدایا د شیخ رحمہم اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے

اور ان بزرگوں سے بھی فیض حاصل کیا۔

نیز جیسا کہ ذکر ہوا آپ مولانا فرسان کی خدمت کے شرف سے بھی مشرف ہوئے اور مولانا معظم خواجگی و مہمدی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے لوگوں کا بیان ہے کہ آپ میں اور مولانا خواجگی مذکور کے عظیم خلیفہ خواجہ محمد اسلام المعروف بہ خواجہ جو بیار میں بڑا کامل ارتباط و اتحاد تھا اور دونوں بزرگوں کا طریقہ تھا کہ بعض طالبانِ طریقت کو اگر ضرورت سمجھتے ایک دوسرے کے پاس بھیج دیا کرتے حضرت عزیزان کے ایک مخلص بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ جن ایام میں یہ مولانا ولی کے پاس تھے انہوں نے مراقبہ میں دیکھا کہ ایک عظیم درویش اپنا نیلگوں رومال انہیں سر پر پہنا رہے ہیں آپ نے جب مولانا ولی قدس سرہ سے اس کا ذکر کیا مولانا نے فرمایا کہ ایک ترک درویش نے ایک طالب طریقت کے جب بہت سے عجیب واردات کا حال سنا تو فرمایا۔ سین کو رکھ کر ایتار سن اگر گور کا نیمز اتیاک اویات بولور۔ حضرت عزیزان کو آپ کی یہ بات سن کر اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی۔ مولانا ولی نے اس وقت مراقبہ میں دیکھا کہ قریہ میانکال میں ایک درویش ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک عظیم بادشاہ نے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جس کا شمار مشکل ہے فلاں مقام پر پڑاؤ ڈال رہے اور مجھے آپ کو بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ مولانا ولی نے فرمایا ہم فقیر درویش لوگ ہیں عظیم بادشاہوں کے دیکھنے سے ہمیں کیا کام۔ اس درویش نے کہا اگر آپ نہ جائیں گے تو وہ بادشاہ آپ کو دیکھنے آجائے گا۔ مجبوراً مولانا چل پڑے۔ دیکھا کہ ایک وسیع میدان میں ایک بہت بڑے لشکر نے پڑاؤ ڈال رکھا ہے اور بے شمار خیمے نصب ہیں۔ آپ جب اس بادشاہ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس تخت پر حضرت عزیزان قاسم شیخ جلوہ افروز ہیں وہی نیلگوں رومال ان کے سر پر ہے اور پوشتین علی جسم پر۔ اگلے روز مولانا ولی معذرت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے یہ واقعہ سن کر آپ سے جو کچھ کہا تھا اس سے مقصود آپ کی کوئی تحقیر یا تعریف نہ تھی۔ مجھے آپ کی بزرگی کا خوب علم ہے شاید آپ کو میری بات کچھ ناگوار ہوئی تھی کہ اتنی پاک اروح کے لشکر کے ساتھ آپ خود یہاں تشریف لائے اب میں پوری طرح باخبر ہوں۔ طالبانِ طریقت کی صحبت آپ کو مبارک ہو

الغرض ان کثیر البرکت صحبتوں۔ ان شب بیداریوں خلوص نیت اور حسن مناسبت کے باعث حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو یگانہ روزگار بنا دیا تھا ترک دنیا جیک کے طالبان طریقت دور و نزدیک سے آتے اور آپ سے فیض یاب ہوتے تھے کرمینہ بلکہ بخار اور اس کے مضافات سے بھی لوگ کثیر تعداد میں آپ کے پاس آتے توبہ کرتے اللہ کی طرف رجوع ہوتے اور ذکر و مراقبہ میں مصروف ہوتے تھے۔ ایک عظیم مخلوق آپ کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے انتہا کی پستی سے اوج کمال کو پہنچی۔ آپ سے بے شمار خوارق و کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کے بعض بلند مرتبہ خلفاء نے ان کرامات کو جمع کیا ہے۔

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی ہے کہ ایک دن آپ گدھے پر سوار تنہا شہر سے صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس علاقہ میں چار مشہور ڈاکو ڈکیتی کی واردات کیا کرتے تھے کچھ صحرا نشین بکریوں کے ریوڑ والے اپنے جانور فروخت کر کے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ رہے تھے کہ ان ڈاکوؤں کو ان صحرا نشینوں سے آپ کے ادھر آنے کا علم ہوا چنانچہ ان ڈاکوؤں میں سے ایک ڈاکو آپ کے پاس آیا اور ڈانٹ کر کہا کہ جو کچھ مال و دولت سونا چاندی تمہارے پاس ہے فوراً نکالو۔ حضرت نے اپنا ہاتھ اس ڈاکو کی کمر میں ڈالا اور اس کو زمین پر گرما دیا۔ تین دوسرے ڈاکو اپنے اس ساتھی کی مدد کے لیے آگے بڑھے اور آپ پر پل پڑے آپ نے ان تینوں کو بھی جکڑا زمین پر گرایا اور ان کے پہلے ساتھی کے نیچے وبادیا ان ڈاکوؤں میں سے ایک کی پکڑی آپ نے کھولی اور تینوں کو مضبوطی سے یکجا باندھ دیا۔ ان ڈاکوؤں نے آپ کی جب اتنی قوت اور طاقت دیکھی تو وہ سخت حیران ہو گئے اور عبرت کی تصویر بن کر آپ سے فریاد کرنے لگے کہ بزرگوار معلوم ہو گیا کہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔ اس لیے کہ ہم میں سے ہر ایک اتنا طاقتور ہے کہ چند لوگ مل کر بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے آپ ہمیں کھولیں تاکہ ہم اپنے سر آپ کے قدموں میں ڈال دیں توبہ کریں اور آپ کے مرید ہوں۔ آپ نے انہیں کھولا۔ ان سب نے توبہ کی اور آپ کے مرید ہوئے۔

ان کرامتوں میں سب سے بڑی کرامت کہ متقدمین مشائخ سے بھی ایسی کرامت سننے میں نہیں آئی آپ کی وہ کرامت ہے جب ایک بار اہل توران کی ایک بلاد و آفت

نے مع درویشوں کی ایک جماعت کے اس سرزمین کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کے ساز و سامان کو تھس تھس کر دیا۔ اور اس عظیم کرامت نے وقت کے تمام مشائخ کے مقابلہ میں آپ کے امتیاز کے جھنڈے کو بلند کر دیا اور یہ ایک انتہائی نادر واقعہ ایک عجیب و ہیبت ناک معاملہ ایک انتہائی پُر سوز و درنا مہ اور ایک حیرت افزاز سرگزشت ہے۔

مختصراً یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ بخارا کے حکمران عبد اللہ خان اور سمرقند کے حاکم ابوالخیر سلطان کے درمیان جھگڑوں اور جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس سے دونوں جانب شہروں کی تباہی اور باہم مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ہاتھوں آزار کا سلسلہ چل پڑا۔ یہ دونوں حکمران حضرت عزیزان کے معتقد تھے چنانچہ قرآنی آیت الصلح خیر (صلح بہتر ہے) پر عمل کرتے ہوئے اور دونوں جانب کے امراء کے التماس پر آپ نے باہم صلح کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ بخارا اور سمرقند کے درمیان ایک مقام پر آپ نے دونوں حکمرانوں کی مجلس کا انتظام فرمایا اور دوستی قائم فرمادی۔ کلام اللہ کو بیچ میں رکھ کر دونوں حکمرانوں نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ ایک دوسرے سے بے وفائی نہ کریں گے نہ ایک دوسرے کا برا چاہیں گے۔

حضرت عزیزان نے اس اتحاد اور بھائی چارہ کے رشتہ کو مزید مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ ایک دسترخوان پر دونوں کے کھانے کھلانے کا انتظام فرمایا دونوں کو اپنے اپنے علاقوں کے لیے رخصت فرمایا اور خود کریمینہ واپس آ گئے۔ یہ عہد اور صلح نامہ ۹۸۳ھ میں ہوا۔ دو سال تک حالات صلح نامہ کے مطابق رہے۔ دو سال سے کچھ زائد مدت کے بعد بخارا کے حکمران عبد اللہ خان کی نیت خراب ہوئی۔ کچھ شیطانی وسوسہ اور کچھ فانی دولت کے لالچ کے تحت اس نے نقض عہد کیا (عہد توڑ دیا) اور سمرقند کے حکمران ابوالخیر سلطان کو دعوت کے بہانہ اپنے پاس بلایا۔ سلطان ابوالخیر کے بعض ہی خواہوں نے اسے بخارا جانے سے منع کیا کہ اس دعوت میں بد عہدی اور بد بیتی کا اندیشہ ہے۔ لیکن سلطان کا اخلاص درست اور نیت صاف تھی۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیزان کی خدمت میں ہم دونوں نے کلام اللہ کو بیچ میں رکھ کر کوئی قسم کھائی ہو اور معاملہ اس کے برخلاف ہو جائے چنانچہ اپنے ہی خواہوں کو وہ یہ جواب دے کر بخارا چلا گیا۔

جس کا اندیشہ تھا وہی ہوا اور عین دعوت والے دن عبداللہ خان کے بھائی عبداللہ سلطان نے سلطان ابوالخیر کو قتل کر دیا۔ قتل کا یہ واقعہ ۹۸۶ھ کے نصف رمضان میں ہوا۔ حضرت عزیزان کو جب اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملی انہیں سخت رنج ہوا۔ اس رمضان کے اعتکاف میں روزانہ کئی بار جلال کے عالم میں زانو پر ہاتھ مارتے اور کہتے رہے یہ کیا ہوا۔ عبداللہ نے یہ کیا کیا کہ بد عہدی اور خیانت کا ترکب ہوا۔ نہ عہد کا پاس کیا نہ قسم کا خود کو جھوٹا بد عہد اور دھوکے باز ثابت کیا اور مجھے شرمندہ کیا۔ اگر میں نہ بولوں تو سینہ میں ایک درد اٹھتا ہے اور اگر بولوں تو ڈرتا ہوں کہ میرے وجود سے ایک آگ نکلے گی جو ایک عالم کو جلا ڈالے گی۔

ماہ رمضان المبارک گزرنے کے بعد آپ کا جو مخلص بھی جانے کے لیے آپ سے اجازت چاہتا آپ اس سے فرماتے کہ ہمیں ایک اہم سفر پر جانا ہے۔ کہیں نہ جاؤ آپ کے جو معتقدین اس وقت وہاں موجود نہ تھے آپ نے ان کو بھی یہی پیغام بھجوادیا کہ آجائیں ایک اہم سفر درپیش ہے آپ کے معتقدین و اصحاب اس نئی صورت حال سے سخت حیرت میں تھے اور آپ کے زانو پر ہاتھ مارنے اور یہ کلمات ادا فرمانے سے سخت خائف یہاں تک کہ نصف ذی قعدہ کو آپ نے درویشوں کو طلب کیا اور تصریح فرمادی کہ اس بد عہدی اور عبداللہ کے قسم توڑنے کی نحوست میں ماوراء النہر کے ساکنوں پر ایک عظیم بلا آئے والی ہے ہم بھی اس عہد اور معاہدہ صلح میں درمیان میں تھے۔ تو درویش اس بلار کے بوجھ کے باربردار اونٹ ہیں اور ہم اس بلار کو اپنے اور اپنے ساتھیوں پر لیتے ہیں۔

تو اے دوستو سفر آخرت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ آپ کے سچے مخلص اور عاشق مریدوں نے سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا دہم نے سنا اور تسلیم کیا) کہا اور سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ اچانک ایک دن آئے۔ ان کے حق میں فاتحہ پڑھی جو درجہ اجابت کو پہنچی۔ بعض حضرات نے ساتھ چلنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے حکم نہیں ہے۔ تم اور کچھ دن زندہ رہو دین کا کام کرو اور بچوں اور عیال کی نگہداشت کرو۔

جب اس بلار کے ظاہر ہونے کی علامت ظاہر ہوئی تو حضرت عزیزان نے فرمایا کہ کثرت

بقا کے مسافروں کے کفن کے لیے بے رنگ و سفید کپڑا آیا ہے اور انہوں نے خانقاہ کے اوپر والے حصہ میں اس کا ڈھیر لگا دیا ہے آپ غیب بین نظر سے جس کے متعلق بھی دیکھتے کہ اس کے انتقال کا وقت قریب آگیا ہے اسے طلب کرنے اس ڈھیر سے اس کا کفن نکال کر اس کے کندھے پر ڈالتے۔ فاتحہ پڑھتے اور آنکھوں سے عبرت کے چند آنسو آپ کے چہرہ مبارک پر ڈھل آتے اور آپ فرماتے دینی بھائیو اور یقینی دوستو خاطر جمع رکھو ہم بھی ان سے ملنے والے ہیں اور یہ مصرع پڑھتے ط

ہر جا رویم از پی دوراں ہم رویم

(ہم جہاں بھی جاتے ہیں آسمان گردش سے ساتھ ہی جاتے ہیں)

جس درویش کو کفن ملتا وہ اسے اٹھاتا تنہائی میں ایک گوشہ میں جاتا وہاں ذکر و مراقبہ میں مصروف ہوتا۔ اس کی روح پرواز کرتی اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملتا۔ اس کے درویش ساتھی جب اس کی نماز جنازہ اور کفن دفن سے فارغ ہوتے تو اس قافلہ سے دوسرا درویش اسی طرح رواں دواں نظر آتا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کوئی روز و شب ایسا نہ تھا جس میں کم از کم تیس درویش اپنے خالق حقیقی سے نہ جا ملے ہوں۔ اسی اثنا میں حضرت عزیزان کے ایک منظور نظر مرید پاؤچی شیخ سبز جامہ زیب تن کیے آنکھوں میں سرمہ لگائے اور ایک خوبصورت عمامہ پہنے عجب مستی کے عالم میں پہنچے چونکہ یہ سیہ فام تھے حضرت عزیزان انہیں شفقت سے قلم کہا کرتے تھے اس روز حضرت نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا آج ہمارا قلم کیسا سجا بنا آیا ہے یہ سن کر پاؤچی شیخ پر ایک عجیب مستی اور کیفیت کی حالت طاری ہو گئی فرمانے لگے میں کیوں نہ سجا بنا آؤں کہ آج میری عید قربان ہے۔ میں اپنے حضرت پر قربان ہوں گا۔ حضرت عزیزان نے ان کی اس بات پر ایک ہنچ ماری اور جتنے درویش وہاں موجود تھے سب مضطرب ہو گئے اسی وقت سب مراقب ہوئے اور پاؤچی شیخ اسی مراقبہ میں قربان ہو گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

رحمہ اللہ سبحانہ۔

ابھی یہ ہنگامہ سرد نہ ہوا تھا کہ حضرت عزیزان کے ایک بلند مرتبہ مرید ملہ صوفی مست اونٹ کی طرح جھومتے ہتھیلی پر منہ رکے خانقاہ کے دروازہ سے باہر آئے اور فرمانے لگے

آج عصر کے وقت تک میں نے کتنے ہی درویشوں کو سپردِ خاک کیا ہے۔ اب میرا سر بھاری ہو ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اب میری باری آگئی ہے۔

سرم برتن گرافی میکند از رنج مخموری
ہمانا در سر آں نرگس مستانہ خواہم شد

(شراب کے نشہ سے میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔ شاید میں محبوب کی آنکھوں میں سما گیا ہوں)

امید ہے آپ حضرات میری سلامتی ایمان کی فاتحہ پڑھیں گے اور نظرِ شفقت فرمائیں گے۔ حضرت عزیزان نے یہاں بھی ان کی یہ بات سن کر ایک چیخ ماری اور فرمایا بسم اللہ ہم بھی عنقریب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ مدہ صوفی نے مستانہ انداز میں حضرت کی پائے بوسی کی کفن کے اس ڈھیر سے اپنا کفن اٹھایا اپنے کندھے پر ڈالا۔ خانقاہ سے آہستہ سے نکلے اور اس درخت کے نیچے مراقب ہو کر بیٹھ گئے جو خانقاہ سے باہر اہل اللہ کے ان راہنما کی نشست گاہ کے مقابل تھا۔ اپنی ابروئے مبارک کو اپنے پیرِ بزرگوار کی محراب بنایا اپنا منہ زمین پر رکھا اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے رحمہ اللہ سبحانہ۔

حضرت عزیزان کے ایک چچا زاد بھائی قاضی اختیار بخارا کے حاکم عبد اللہ خان کے مقربین میں سے تھے۔ ان کو جب اس معاملہ کی اطلاع ہوئی وہ بخارا سے کرمینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت عزیزان کے درویشوں میں سے ایک درویش انہیں ملے جن کے پاس قاضی اختیار کے لیے ایک مکتوب تھا جس میں تحریر تھا کہ تمہارے خان کی بد عہدی کی نحوست کے نتیجہ میں ماوراء النہر کے لیے جو مصیبت اور بلاء لکھ دی گئی تھی اس کو بھیلنے کے لیے ہم اپنے چند درویشوں کے ہمراہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تمہیں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس خد کے سپرد کرتے ہیں۔ جس درویش کے پاس یہ گرامی نامہ تھا انہوں نے اسے ایک جگہ رکھا اور خود دور فاصلہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے میں اس لیے تمہارے قریب نہیں آتا کہ ڈرتا ہوں میری گرمی اور آگ سے تمہیں نقصان نہ پہنچے۔ قاضی اختیار کے بعض ساتھی یہ بات سن کر ڈر گئے اور واپس لوٹ گئے۔ قاضی اختیار نے اس سفر کی رفاقت کو پسند کیا اور سرعت کے ساتھ

حضرت عزیزان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جب وہ خانقاہ کے دروازہ سے اندر آئے تو حضرت عزیزان نے فرمایا ہمیں بڑا دکھ ہے۔ حضرت ان کے ساتھ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آئے اور پہلے جو مکتوب میں تحریر کیا تھا اس کا ذکر کیا۔ قاضی صاحب نے ساتھ رہنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا بات وہی ہے کہ آپکو ہم بوڑھی والدہ کی خدمت سپرد کرتے ہیں آپ واپس چلے جائیں اور ۲۸ ذی قعدہ دو شنبہ کے دن آپ نے قاضی صاحب کو رخصت کر دیا دی قعدہ کی آخری تاریخ تھی اور بدھ کا دن کہ حضرت عزیزان کے برادر نسبتی اور بلند مرتبہ خلیفہ الورغ کا انتقال ہوا۔ حضرت عزیزان نے فرمایا کہ آپ کو گوہک کے پانی سے گزارو اور اس جگہ جسے ہم نے اپنی قبر کے لیے رکھا انہیں وہاں دفن کرو اور پرسوں جمعہ کو ہمیں بھی پانی سے گزار کر دفن کرو۔ حضرت عزیزان کے مخلص عقیدہ مندوں نے اس جملہ سے جان لیا کہ اب حضرت کی زندگی کا ایک سے زیادہ دن باقی نہیں رہا ہے۔ جب جمعہ کی شب شروع ہوئی تو حضرت نے یولوم شیخ۔ محمد سعید شیخ۔ مولانا عبدالمومن اور یولد ز صوفی جو آپ سے محرمیت کا شرف رکھتے تھے ان سب کو لیا اور حرم سر کی طرف متوجہ ہوئے جب حرم سر پہنچے تو سب اہل حرم حاضر ہوئے اور پابوسی کے شرف سے مشرف ہوئے حضرت عزیزان نے ان مذکورہ بزرگوں کے ساتھ صحبت میں بلند صوفیانہ حقائق و اسرار بیان فرمائے اور چند وصیتیں کیں۔ آپ کی حرم محترم نے اس موقع پر اپنے قلبی رنج کا اظہار فرمایا کہ ہمارے گھر میں جوان بچی ہے اس پر اور ہم سب پر رحم کیجئے اور یہ سفر نہ اختیار کیجئے۔

حضرت نے فرمایا اس جوان بچی اور تم سب کو بھی یہ سفر اختیار کرنا ہے مگر ہاں ہماری وہ تین چار سالہ بچی اور تین چار درویش جن کے ذمہ کچھ کام ہیں صرف یہ لوگ زندہ رہیں گے۔ آپ اسی شب جمعہ کو تمام رات درویشوں کے ساتھ عبادت و مراقبہ میں مصروف رہے جب صبح نزدیک ہوئی آپ نے قطب الاقطاب خواجہ مولانا نوری قدس سرہ کی قبا اور لٹنی پہنی اور وہ چٹائی جو اس دوران آپ کی مخصوص جائے نماز تھی اس پر لیٹ گئے جو درویش موجود تھے آپ نے انہیں سورۃ الیسین پڑھنے کے لیے فرمایا جیسے ہی صبح شروع ہوئی آپ

۲۱۶
کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے

آں نامہ سوز دل بہ پایاں آمد

(وہ نامہ سوز دل آخر دُوب گیا رحمتہ اللہ تعالیٰ رحمتہ واسعتہ)

اس دن برف باری کی کثرت اور انتہائی شدید قسم کی سردی کے باعث درویش حیران تھے کہ جنازہ کو کس طرح پانی سے گزاریں گے لیکن مجبوراً وصیت کے مطابق وہ جب ساحل پر پہنچے تو دیکھا کہ دریا کا پانی یخ بستہ اور سخت برف کی شکل اختیار کر گیا ہے کہ اگر بھاری سامان سے لدے ہوئے اونٹ بھی اس پر سے گزرنا چاہیں تو وہ دریا عبور کر سکیں چنانچہ وہ درویش اس تمام کام سے فارغ ہوئے اور آپ کو سپرد خاک کیا۔

آپ کے انتقال کے بعد سوائے اس ایک چھوٹی بچی اور تین چار درویشوں کے جن کے متعلق آپ فرما چکے تھے آپ کے متعلقین و متصبن میں سے کوئی ایسا نہ رہا جس کا ایک ہفتہ کے اندر اندر انتقال نہ ہو گیا ہو۔ اللہ پاک سب پر اپنا رحم فرمائے آپ کے ایک عقیدت مند بزرگ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ آخرت کے مسافر ایک ہزار سے زائد تھے۔ تین سو درویش تو خانقاہ کے تھے اور باقی وہ مخلص تھے جو خلاص کی بناء پر دوردراز سے آپ کے پاس آئے تھے اور آپ کے ساتھ رہنے کی درخواست کی تھی ان بزرگوں کے انتقال کے بعد بعض یوروں نے یہ سمجھ کر کہ یہ سب تو مر چکے ہیں ان کے گھروں میں گھس کر انکے مال و اسباب کی چوری کرنا چاہی اور اس ارادہ سے وہ ان کے گھروں میں گھس گئے لیکن وہ یا تو گھروں میں گھستے ہی مر گئے یا پھر بابر آکر اندھے ہو گئے۔

مقصد دوم — فصل سوم

اس فصل میں حضرت مولانا محمد قاضی اور ان کے تاحال خلفاء کے حالات ہیں

حضرت خواجہ احرار کے دیگر انیس خلفاء کے ساتھ اگرچہ مولانا محمد قاضی کا ذکر کتاب سرشتات عین الحیوة میں موجود ہے لیکن چونکہ ان بیس بلند مرتبہ اور مبارک ہستیوں میں حضرت مولانا محمد قاضی ہی کی ایسی شخصیت تھی جن کے بلند آثار اور جلی برکات ماوراء النہر میں باقی رہیں اور ان کے بڑے خلفاء و اصحاب کے فیض سے آج تک ایسے بزرگ ہوتے رہے ہیں جو مخلوق خدا کی ہدایت کا کام انجام دیتے رہے نیز کتاب رشتات حضرت مولانا محمد قاضی کے باقی حالات تاریخ وفات تشریح ارشادات اور کرامات کے ذکر سے خالی تھی لہذا مجھے زیادہ مناسب معلوم ہوا کہ میں حضرت مولانا کے احوال و اقوال مختصر طور پر اور بغیر بار بار لوٹے تحریر کروں اور آپ کے بعد آپ کے منتسبین کے حالات بیان کروں۔

مولانا محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ: آپ اور آپ کے والد بزرگوار مولانا برہان الدین قضا کے کام پر مامور نہ تھے بلکہ قاضی عماد الدین مسکین سمرقندی کے ساتھ آپ کو خصوصی تعلق تھا اس لیے مولانا محمد قاضی کے نام سے مشہور ہوئے صاحب تاریخ رشیدی حضرت مولانا کے مرید ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرار کے خاص مطہج کی خدمت آپ کے سپرد تھی اور آپ ایک مدت تک یہ خدمت انجام دیتے رہے حضرت خواجہ کے ساتھ آپ کی عقیدت و ارادت چونکہ انتہائی قوی تھی لہذا مطہج اور اس کی متعلقہ ضروریات کے مصارف آپ خود برداشت کرتے اور حضرت خواجہ جہاں جاتے آپ ان کے ہمراہ جاتے تھے۔

سلسلہ العارفین میں حضرت مولانا خود تحریر فرماتے ہیں کہ ترکستان میں لوگ جب قحط

کی آفت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے تھے حضرت خواجہؒ نے مجھ سے فرمایا میں چاہتا ہوں بزرگوں کے مزار پر بھوکے ترکوں کو کھانا کھلاؤں یہ خدمت میں کروں ماتم کرو گے۔ میں نے یہ خدمت کرنا پسند کی۔ چنانچہ میں روزانہ سات بکرے کٹواتا۔ سات سو روپے پکواتا اور خود اپنے ہاتھ سے ضرورت مندوں میں تقسیم کرتا۔ دیہات سے خربوزے آجاتے وہ بھی میں فقراء میں بانٹتا۔ اس کام میں میری مصروفیت اتنی بڑھی کہ رمضان میں لوگوں کو کھانا تقسیم کرتے کرتے اتنا زیادہ وقت ہو جاتا کہ حضرت خواجہؒ مسجد کے لیے اٹھتے اور میں اسی کام میں مصروف ہوتا۔ ایک رات میرے دل میں یہ خیال آیا کہ تیرے اوقات تو اسی گوشت روٹی میں گزر جائیں گے۔ تیرے کام کا کیا ہو گا اسی دوران ایک شخص میرے پاس آیا کہ حضرت خواجہؒ نے تمہیں طلب کیا ہے۔ میں خوفزدہ ہو گیا کہ میرے دل کی ناگواری حضرت خواجہؒ پر ظاہر ہو گئی ہے۔ چنانچہ توبہ استغفار کرتا ہوا میں حضرت خواجہؒ کے پاس آیا جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ اکابر خواجگان قدس اللہ ارواحہم جب کسی سے امید رکھتے ہیں اسے کسی خدمت میں مشغول کر دیتے ہیں۔

تسمیہ نیز آپ نے فرمایا کہ ہر کسی کو عالم غیب سے اس کے مجاہدہ، ریاضت اور اس کے عمل کے مطابق فیض پہنچتا ہے۔ ایک خادم جو کسی جماعت کی خدمت میں مشغول ہے اس ریاضت و مجاہدہ کے مطابق بھی اسے فیض پہنچتا ہے جو اس نے کی نیز اس کے مطابق بھی کہ اس کی خدمت سے دوسروں کو نفع پہنچا جن بزرگوں کو نفع پہنچا ان کی طرف سے بھی اس نفع کی نسبت سے اسے فیض ہو گا اور حدیث میں جو آیا ہے۔

سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ

(کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہے) اس سیادت و سرداری کا یہی مفہوم ہے۔ حضرت مولانا محمد قاضی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ کے اس ارشاد کے بعد میں نے خدمت کرنے سے کبھی بھاری پن محسوس نہیں کیا۔ اور میں جتنی خدمت کرتا اپنے آپ کو پر تقصیر محسوس کرتا۔

حضرت مولانا کی اپنی تحریر اور صاحب تارتخ رشیدی کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہؒ کی مرضی کے خلاف مولانا نے ایک سفر اختیار کیا۔ اگرچہ مولانا اس غلطی پر جلد

ہی متنبہ ہو گئے تھے اور لوٹ آئے تھے۔ حضرت خواجہؒ سے معذرت کی تھی اور حضرت نے ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے انہیں معاف بھی کر دیا تھا۔ تاہم مولانا انتہائی ندامت اور حیا کے باعث حضرت خواجہ کے سامنے نہ ہوتے تھے اور جب بھی حضرت خواجہ کی مجلس ہوتی تو یہ اس کے اطراف میں پھر کرتے اور مجلس سے باہر بیٹھ کر رویا کرتے حضرت خواجہؒ جب بھی تصوف کے اسرار و معارف بیان فرمایا کرتے چاہتے کہ مولانا بھی موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ کا یہ معارف حقائق کا بیان عروج پر تھا کہ حضرت خواجہ نے پوچھا مولانا محمد کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا کہ باہر بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھ سے اتنا بڑا قصور ہو گیا ہے۔ میں اس واقعہ کے بعد بھلا کہاں اس مبارک مجلس کے لائق رہا مجھے تو بس یہی سعادت کافی ہے کہ حضرت کے پڑوس میں جگہ مل جائے اور دور سے ہی حضرت کا دیدار کر لیا کروں۔ وہ یہ کہتے ہیں اور نار و قطار رونے لگتے ہیں حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ان سے کہو ہم چاہتے ہیں وہ حسب سابق ہمارے سامنے رہا کریں۔ اگر ان سے کوئی چیز ہوئی ہم نے درگزر کر دیا اگر ہم سے کوئی غلطی ہوئی وہ معاف کر دیں۔

مولانا یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اسی موقع پر حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ان بزرگوں کے مقامات عالیہ میں ایک مقام فتوت و جوانمردی ہے وہ یہ کہ گنہگاروں اور مجرموں کے ساتھ اس طرح پیش آؤ کہ انہیں عذر خواہی نہ کرنا پڑے اور حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ مجلس سے اٹھے اور حرم سرا کی طرف متوجہ ہوئے یہ عاجز آپ کے پیچھے تھا۔ آپ بزرگوں کی باتیں سناتے جاتے یہاں تک کہ مسئلہ توحید پر گفتگو شروع کی اور بلند معانی بیان فرمائے۔ قریب تھا کہ میری عقل میں کچھ سوالات ابھرنے لگتے اسی اثناء میں آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان باتوں کے باوجود تم نحو کو شریعت کے کتنا قریب پاتے ہو یعنی کیا تمہارے نزدیک ان بزرگوں کی باتوں سے توحید کے شرعی مفہوم کو تقویت ملتی ہے میں نے عرض کیا تقویت ملتی ہے اور کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ فرمایا تمہیں مبارک ہو۔ اب تمہیں چاہیے یہ باتیں سنو اور پھر آپ نے گفتگو شروع کر دی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ آپ توحید سے مغلوب ہیں۔ آپ اسی طرح گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حرم سرا پہنچ گئے۔ اب

ایسی جگہ آگئی۔ جہاں ہم پردہ کے خیال سے رک گئے۔ میں جب وہاں رکا تو آپ نے فرمایا آجاؤ اور اس طرح ہم پردہ نشینوں میں آگئے۔ مجھے بڑی وحشت ہوئی اور حضرت نے نہ پھوڑا۔ اچانک آپ آئے۔ جب معلوم ہوا تو میں جلدی سے حرم سے باہر آگیا اس کے بعد آپ نے دوسرے کو حرم راز بنایا جَزَاكَ اللهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ۔ یہاں مولانا کا کلام ختم ہوا۔ حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد مولانا تاشقند تشریف لے گئے ایک مدت کے بعد جب وہاں حالات خراب ہوئے تو آپ بخارا آگئے۔ بخارا کا حکمران آپ کا مرید ہو گیا۔ ناقل کا کہنا ہے کہ وہ جو مقولہ ہے۔ النَّاسُ عَلَى دِينِ مُلُوكِهِمْ۔ کہ لوگ اپنے حکمرانوں کے طریق پر ہوتے ہیں تو مولانا کے ایک صاحب دل مرید نے کہا کہ بخارا کے حاکم کے مرید ہونے کے باعث درویشوں میں اتنا شغل بڑھا کہ وہ لذت پھر نہ ملی۔ ۹۱۶ھ میں قزلباش کے غلبہ کے باعث خوارزم کے اطراف اور بخارا کے قریب علاقوں میں حالات جب خراب ہوئے تو مولانا دوبارہ تاشقند واپس آ گئے اور یہیں ۹۲۱ھ میں ستر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ صاحب تارخ رشیدی مرزا حیدر گورگان نے آپ کی تاریخ وفات کو حضرت خواجہ عبید اللہ کے فوراً بعد لکھا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہ۔ نیز صاحب تارخ مذکور نے آپ کی کچھ کرامات بھی بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے اس نے لکھا کہ سلطان کی ہمیشہ سے میری شادی کرنے کی خواہش تھی مگر سلطان کے اُمراء اور درباریوں میں سے کوئی رضامند نہ تھا یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ کامیابی کی کوئی صورت نہیں۔

جب میں حضرت مولانا کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کا تم سے نکاح کر دیا ہے۔ کتنا بھی دوسرے لوگ اس شادی کو روکنا چاہیں انہیں فائدہ نہ ہو گا۔ آپ کے یہ کلمات فرمانے کے چند ہی روز بعد کچھ ایسا سلسلہ بنا کہ آخر کار یہ نکاح ہو گیا حضرت مولانا کے چند ارشادات یہاں تبرکاً نقل کیے جاتے ہیں۔

نسمہ: فرمایا حیرت دو طرح کی ہے ایک فلسفیوں اور منطقوں کی حیرت اور دوسرے باری تعالیٰ کے جلال و جمال کے مشاہدہ کی حیرت۔ فلسفیوں اور اہل استدلال کی

حیرت مذموم اور بری ہے کہ وہ مشکوک کے باہم ٹکرائے اور جھگڑوں دلیلوں کے باہم تعارض سے پیدا ہوتی ہے اور یہ طریقہ قابل بھروسہ نہیں ہے اور ان کے مشاہدہ جلال و جمال کی حیرت محمود و

ولپسندیدہ ہے کہ وہ جلال کی تجلیات اور جمال کی روشنی و چمک کی عطا و بخشش ہے سالک ان کی لامحدود قوت و غلبہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور ان کے اور اک و تلاش میں ایسا متحیر ہوتا ہے کہ اسے الفاظ نہیں ملتے کہ اس حیرت کو بیان کر سکے۔
 آپ نے فرمایا کہ سالک جب طبیعت کی تاریکی کی پستی اور خواہش نفس سے کلیتہً نسیمہ : آزاد ہو جاتا ہے اس کے دیدہ بصیرت سے پردہ ہٹ جاتا ہے۔ قرآنی آیت ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص ۲۸)

(بجز اس کے سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں)

اس قرآنی آیت کا راز اس کی بنیادی سے پردہ دور کر دیتا ہے اور جیسا کہ فرمایا :

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (قصہ ۱۶)

(اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ)

اس ارشاد کا جمال توحید کے جائے ظہور سے اس پر جلوہ گر ہوتا ہے اور جیسا کہ فرمایا

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولُوْا فَثَرَّ وَجْهُ اللَّهِ (بقرہ ۱۱۲)

اور اللہ ہی کی ملکوت ہیں (سب جہتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس تم لوگ جس طرف منہ

کرو (ادھر ہی) اللہ کا رخ ہے۔

اس کے معنی سالک پر آشکارا ہوتے ہیں اور اس کی زبان مرتبہ باری کے بارے میں اس طرح

مترنم ہوتی ہے۔

چہ غیر و کجا غیر و کر نقش غیر

سوی اللہ واللہ مافی الوجود

”غیر اللہ بھلا کیا چیز ہے۔ وہ کہاں ہے اور اللہ کے علاوہ کسی کا نقش کون

سا ہے، وجود تو صرف اللہ کا ہے۔“

اور جیسا کہ قرآنی ارشاد ہے۔ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ

الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ابراہیم ۲۶)

(اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا و آخرت

میں مضبوط رکھتا ہے)

اس مقام پر اس آیت مبارکہ کے نور کا پر تو سا لکین طریقت کے قلوب کو اطمینان بخشتا ہے اور سوء ظن، حول و انحاد اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے بچا کر مقام عبودیت میں راسخ و مستحکم کرتا ہے۔

نسمہ: آپ نے فرمایا طالب طریقت کو چاہیے کہ پوری پوری کوشش صرف کرے۔ اپنی جان لگا دے اور ایک لحظہ بھی بیکار نہ گزارے اور صحیح ایمان اور کامل یقین کے ساتھ شریعت کے راستہ پر سچائی کا قدم رکھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ باطن کا پردہ برفراں ہو جائے۔ اس کے قلب پر پڑتا رہے اتباع سنت میں اس کا قدم جتنا راسخ ہوتا جائے گا اتنا ہی حقیقت زیادہ صاف و پاکیزہ ہوتی جائے گی۔ عالم ملکوت کے عجائب اس پر منکشف ہوتے جائیں گے اس اتباع سنت کی برکت سے اس کے باطن کو عالم ملکوت سے انجذاب حاصل ہوگا اور اس کے نتیجہ میں الہی نور کی ایک شعاع پیدا ہوگی جو اس کی رہبری کرتی رہے گی۔ نہ اسے ذکر الہی سے بغیر آرام لینے دے گی اور نہ غیر اللہ کے بارے میں متفکر ہونے دے گی۔ جیسے جیسے یہ نسبت قوی اور یہ تعلق مضبوط ہوگا۔ اور اللہ پاک کی عنایت سے مقدس ارواح اس پر ظاہر ہوں گی ایسا ہو جائے گا کہ مقید جہاں خیال نفس جزئی ہے مطلق کے ساتھ متصل ہو جائے گا جہاں خیال نفس کلی ہے۔ اس طرح اتباع سنت پر ثبات قدم رہنے کے باعث مکاشفات کے اعلیٰ درجات تک ترقی کرے گا یہاں تک کہ اسے حق الیقین حاصل ہو جائے گا۔

نسمہ: آپ نے فرمایا جب سالک طریقت کے راہ کی تمام رکاوٹیں اور موانع دور ہو جائیں اور معارف و حقائق جمع ہو جائیں تو سالک میں تجلیات بلا نہایات کے فیض کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر لحظہ اس کے شوق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور تکالیف کی قلفت اس سے کلیتہً دور ہوتی جاتی ہے دوسرے الفاظ میں اس سے بیشتر وہ جو کچھ یہ تکلف قبول کرتا تھا اب وہ خود بخود ایک خاص ذوق پیدا ہو جانے کی بنا پر قبول کرتا ہے طبعاً اس سے محبت کرنے والا بن جاتا ہے اور اس کا نفس اس کے رنگ میں رنگا چلا جاتا ہے۔

نسمہ: آپ نے فرمایا سنت نبوی کے کمال اتباع کے ذریعہ جو بھی حضرات مشائخ کی ارواح کے ساتھ اتصال حاصل کر لے گا محب کی خاصیت اس میں پیدا ہو جائے گی اور وہ محبوب و مراد کا مرتبہ پالے گا۔ تمام مشائخ کی ارواح علی الترتیب کسی نبی کی روح کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہیں اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اللہ کی محبت سب میں سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے۔

حضرت مولانا نے سلسلۃ العارفین اربعین کے دیباچہ میں پیری مریدی کے آداب کے بیان میں دو باب تحریر فرمائے ہیں جن کا جاننا اور جن کی رعایت کرنا پیروں اور مریدوں کے لیے ضروری ہے۔ چونکہ یہاں اس کا نقل کرنا باعث طوالت ہوتا اس لیے اسے ترک کر دیا ہے۔ ان دو ابواب کے خاتمہ پر حضرت مولانا نے سلف صالحین میں سے چند اولیاء کرام کی بعض مفید حکایات بھی نقل فرمائی ہیں۔ اللہ پاک طالبانِ طریقت کی جانب سے انہیں بہترین جزاء عنایت فرمائے۔

حضرت خواجہ اصرار قدس سرہ کی زبان مبارک سے جو معارف و ارشادات عالیہ نقل ہوئے ہیں ان میں ہے کہ ایک دن آپ نے حکایت بیان فرمائی کہ سلطان العارفین قدس سرہ کے والد بزرگوار کے دور میں ایک یہودی کے پاس ایک بزرگ کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ ان بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایک یہودی کے پاس اٹھنا بیٹھنا کیوں رکھتے ہیں۔ ان بزرگ نے جواب دیا میں اس یہودی میں بہت اچھے اخلاق دیکھتا ہوں۔ ان دونوں کا نہ ملنا جلتا یہاں تک بڑھا کہ وہ بزرگ ایک مرتبہ اس یہودی کے گھر تشریف لے گئے اس یہودی نے آپ کے سامنے کھانا لاکر رکھا۔ ان بزرگ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا ہم اجنبیوں اور بیگانوں کا کھانا نہیں کھاتے۔ اس یہودی نے کہا کہ یہ میری مرقت کے خلاف ہو گا کہ میرا کوئی دوست میرے گھر آئے اور کھانا کھائے بغیر ہی چلا جائے تو اب میں اس بیگانگی کو بیگانگی و ہم رنگی سے بدلتا ہوں۔ یہ کہا اور وہ مسلمان ہو گا۔

اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی درج ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے امام غزالی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ایک صحرا و بیابان میں ہیں گدڑی جس میں پیوند لگے ہیں ریب تن ہے

دامن کوہ سامنے پیروں میں نکلیں ہیں۔ میں نے بغداد میں ان کا وہ شان و شوکت کا حال بھی دیکھا تھا جب وہ درس دیا کرتے اور ان کی مجلس میں بڑے بڑے امراء اور علماء کا جم غفیر ہوا کرتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے خیر الانام اور اللہ کی بہترین مخلوق کیا بغداد کی تدریس اس سے بہتر نہ تھی حضرت نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا:

لَمَّا بَزَغَ بَدْرُ السَّعَادَةِ فِي فَلَكِ الْأَمْرَاتِ احْتَجَبَتْ شَمْسُ
الْأُصُولِ فِي مَعَارِفِ الْوُصُولِ -

(جب سعادت و نیک بختی کا چودھویں کا چاند ارادت کے فلک پر روشن ہوتا

ہے تو اصول کا سورج معارف و وصول میں چھپ جاتا ہے)

اور سیاست مدن و امور مملکت کے بارے میں حضرت مولانا محمد کا مریزا حیدر کے نام ایک رسالہ ہے۔ انتہائی مختصر و مفید۔ اس رسالہ میں یہ چند اقوال ہیں۔

نکسہ: اگر کسی مسلمان سے کوئی لغزش یا تقصیر صادر ہو جائے جس کا معاف کرنا ممکن ہو تو سلطان کے لیے معاف کر دینا اس کی شان کے زیادہ لائق و مستحق ہے الا اگر

یہ کہ اس معاف کرنے میں دین کا کوئی نقصان لادم آتا ہو۔ اسی صورت میں معاف نہ کرنا چاہیے۔ اسی رسالہ میں ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت شیخ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا

اور کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ آپ نے فرمایا اے امیر! حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایک سرائے ہے

جسے دوزخ کہتے ہیں تجھے خدا نے اس دوزخ کا دربان مقرر کیا ہے اور تجھے تین چیزیں دی ہیں

ایک مال دوسرے شمشیر اور تیسرے کوڑا تاکہ تو محتاجوں کو مال دے کہ وہ اضطراری حالت

میں حرام و مشتبہ چیزوں کے التزام سے بچ سکیں اور تاکہ شمشیر سے تو ظالموں کا قلع قمع

کر سکے اور تاکہ تازیانہ اور کوڑے سے بدکاروں کو ادب سکھائے۔

اگر تو ایسا کرے گا تو خود بھی نجات پائے گا اور مخلوق کے لیے بھی نجات کا سامان کرے

گا اور اگر اس کے برخلاف کرے گا تو سب سے پہلے تو دوزخ میں جائے گا اور دوسرے

لوگ تیرے پیچھے پیچھے وہاں جائیں گے۔

خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ: آپ مولانا محمد قاضی کے فرزند رشید اور خلیفہ
سعید تھے والد بزرگوار کے بعد آپ کے والد

کے بیشتر مرید آپ ہی کے سایۂ تربیت میں رہے اور جمعیت و حضور سے بہرہ ور ہوئے
مولانا امیر علی ہرویؒ اپنے رسالہ میں آپ کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں کہ ایک عالم کے
مذہب زادہ، طالبین و صادقین کے مقتدی و رہنما حضرت میرک قطب الدین احمد نیر صاحب
نارنج رشیدی نے بھی آپ کی منقبت میں چند سطور لکھی ہیں۔

مولانا حمید الدین تاشقندی رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مولانا محمد قاضی کے انتہائی
باہمت و سرکردہ اصحاب میں سے تھے

مقامات مولانا خواجگیؒ میں لکھا ہے کہ مولانا حمید الدین (اللہ ان کے ذکر کو بڑھائے) نے فرمایا
کہ ایک بار ہمارے مولانا حضرت شیخ ابوبکر قفال قدس سرہ کے مزار مبارک کی زیارت کے
لیے تشریف لے گئے اس شب میں مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت
شیخ قدس سرہ نے مولانا خواجگیؒ کو شراب کے ۹ مٹکے اور چند تیر مرحمت فرمائے شراب کے
تین مٹکے اور چند تیر مجھے بھی دیئے کسی دوسرے وقت حضرت مولانا خواجگیؒ کی خوش طبعی کے
طور پر میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ رحمہ نے یہ شراب کے مٹکے جو آپ کو عنایت فرمائے
اس میں اس عاجز کا حصہ کیسے۔ آپ نے فرمایا تین شراب کے مٹکے جو تمہیں دیئے ہیں اسی
پر بس نہیں ہے۔

مولانا حمید الدینؒ کہتے ہیں مجھے مولانا خواجگیؒ کے اس کشف سے اپنی کیفیت اور
اس واقعہ کی صداقت معلوم ہو گئی۔

اس فقرہ اتم الحروف کو ایک دوست نے یہ واقعہ سنایا کہ سمرقند میں ایک درویش پر
ایک کیفیت طاری ہوئی وہ قلعہ کی دیوار پر آیا اور اس نے یہ شعر پڑھا

ہر کہ بہ جہاں ز اہل فنا خواہد بود

آنکہ پایندہ و باقسیت خدا خواہد بود

”دنیا میں جو بھی مقام فنا کے حصول سے اہل فنا میں سے ہو گا خدا جو پایندہ و

باقی ہے اس کی صفت بقا کے پر تو سے وہ بقا حاصل کر لے گا،

اس درویش نے قلعہ کی دیوار پر یہ شعر پڑھا اور نیچے گھرا اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ علمائے اس درویش کے اس طرح گرنے اور مرجانے کی حقیقت کے بارے میں بڑی بحث کی اور آخر یہ بات طے ہوئی کہ اس درویش سے حالت شکر میں اگر یہ حرکت سرزد ہوئی اور ایک خاص کیفیت اس کی مقتضی ہوئی تو وہ معذور ہے اور اسے اس پر اجر ملے گا ورنہ مشکل ہے۔ جس دوست نے یہ واقعات بیان کیا انہوں نے بتایا کہ اس درویش کو مولانا محمد قاضی کے ایک خلیفہ سے نسبت تھی اور اللہ ہی حقیقت حال زیادہ جانتا ہے۔

شیخ حمید الدین ہروی رحمۃ اللہ علیہ: یہ حضرت مولانا محمد قاضی کے صاحبزادے خواجہ قطب الدین احمد کے اجازت یافتہ

مریدوں میں سے تھے۔ آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ آخری عمر میں بیت اللہ الحرام اور روضۃ سید الانام و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے شرف سے مشرف ہوئے وہاں سے جب واپس ہوئے تو ساحلی شہر سورت میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ احمد آباد میں ایک سید احمد جعفر تھے بڑے صاحب علم و صاحب حال۔ سادات بخاریہ و مشائخ سہروردیہ و چشتیہ و قادریہ سے بہرہ ور بھی تھے۔ انہوں نے شیخ حمید الدین ہروی سے طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی ان سید احمد جعفر کے ایک رسالہ میں دیکھا وہ تحریر فرماتے ہیں کہ قطب العالم سید برہان الدین کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے بھی انتساب صحیح تھا اس سلسلہ کی تعلیم انہوں نے شیخ رکن الدین شیرازی سے حاصل کی۔ انہوں نے سید شریف جرجانی سے اور سید صاحب نے خواجہ علاؤ الدین عطار سے رحمہم اللہ۔ نیز سید احمد جعفر نے رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی نسبت سے بھی بہرہ ور تھے اس طرح کہ آپ کو یہ نسبت حضرت شیخ سلطان الدین سے حاصل ہوئی اور انہیں حضرت احمد مولانا سے اور انہیں بابا کمال جندی سے اور انہیں شیخ ابوالجناں نجم الدین کبریٰ سے (رحمہم اللہ سبحانہ)

مخدوم مولانا خواجگی الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ: آپ کا اسم گرامی احمد تھا آپ کا تعلق کاسان سے تھا جو فرغانہ کے شہر

میں سے ہے۔ آپ کی ظاہری نسبت شیخ برہان الدین قلیج سے تھی آپ مشہور اکابر عظام میں سے تھے بلکہ عظیم سادات کرام میں سے نسبت معنوی آپ کو حضرت مولانا محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ حضرت مولانا کے ملنے سے پیشتر مولانا خواجگی و بہقنت و تنگدستی کی زندگی گزارتے تھے بڑے صاحب فضل و تقویٰ تھے۔

جب مولانا محمد قاضی کی گرمی صحبت کی اس علاقہ میں دھوم ہوئی اور ترک و ناجیک دور و نزدیک سے پورے شوق و محبت سے آپ کے آستانہ کے گھر جمع ہونا شروع ہوئے تو حضرت مخدوم مولانا خواجگی امکا سانی نے تھوڑی ہی صحبت میں رسوخ طلب خلوص نیت ذاتی استعداد اور حضرت مولانا محمد قاضی کی تربیت و شفقت کی نظر کی برکت سے ان اکابر سلسلہ کی نسبت و حضوری کا وافر حصہ حاصل کر لیا اور اپنی قابلیت کی سر زمین میں اس نسبت کا وہ تخم بویا کہ جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا۔

آپ کے فضائل کے سلسلے میں لکھا ہے کہ آپ جب حضرت مولانا محمد قاضی کی خدمت میں مشغول تھے حضرت مولانا نے آپ کی فضیلت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا۔

شاہباز بلند پروازے آمدہ می خواہد ماہا برسد

مشیخت بنشانند و تربیت ادبر ماہا جب و لازم شد

(ایک بلند پرواز شاہین آیا ہے اور چاہتا ہے کہ ہمیں درویشی کے تخت پر بٹھا دے)

اس کی تربیت ہمارے ذمہ لازم و ضروری ہے

شیخ حمید الدین تاشقندی جیسا کہ ان کے حالات میں گزرا حضرت مولانا محمد قاضی کے مخلصین میں سے تھے۔ ایک دن انہوں نے حضرت مولانا خواجگی کو فرماتے ہوئے سنا:

”ہر چہ در ہر درہ ہزار عالم است در وجود خود مشاہدہ میکنم“

(جو کچھ کہ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے میں اس کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہوں)

شیخ حمید الدین تاشقندی نے استفسار و تعجب کے انداز میں یہ بات حضرت مولانا محمد قاضی کے سامنے عرض کی کہ ایک شخص اٹھارہ ہزار عالم کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہے آپ نے پوچھا یہ بات کس نے کہی۔ شیخ حمید نے فرمایا مولانا خواجگی نے حضرت مولانا محمد قاضی سے

فرمایا اچھا یہ بات ان کی ہے اور ہاں ان کی یہی حالت ہے۔ ایک مدت سے وہ اس مقام پر فائز ہیں۔ لیکن پیری مریدی کے آداب کی بنا پر وہ ہمارے سامنے ان کا اظہار نہیں کرتے۔

اور حضرت مولانا خواجگیؒ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاضیؒ کی موجودگی میں مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیب حضرت مولانا محمد قاضیؒ کی طرف کیا اور مجھے دے دیا۔ اس سیب کی مہک سارے عالم میں پھیل گئی اس کشف کو میں نے حضرت مخدوم مولانا قاضیؒ کے سامنے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تجھ سے ایسی نسبت کا ظہور ہو گا جس سے سارا عالم متاثر ہو گا۔

قاضی شاہ ایک بڑے متقی عالم تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کا سان تشریف لائے۔ بیان معارف کے دوران آپ نے ارشاد فرمایا۔

ازین زمین بوی مردے می آید کہ نام او احمد خواجہ بود

کہ اس زمین سے ایک ایسے مرد صالح کی خوشبو آتی ہے جس کا نام احمد ہو گا۔ نیز بابا حاجی ایک روشن ضمیر درویش ہوئے ہیں جنہیں حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت کا شرف حاصل رہا ہے۔ خواجہ احرار قدس سرہ کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ جو بات قاضی شاہ کی اوپر بیان ہوئی ایسی ہی بات انہوں نے حضرت خواجہ احرارؒ سے حضرت مولانا خواجگیؒ کے متعلق نقل کی ہے۔

حضرت مولانا خواجگیؒ اپنے پیر بزرگوار کے انتقال کے بعد طالبین طریقت کے افادہ کی طرف متوجہ ہوئے بہت تھوڑی مدت میں ہی بڑی تعداد میں فقراء و علماء اور اس دور کی برآوردہ شخصیتیں ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئیں۔ جن دنوں آپ جنت نشاں شہر سمرقند میں تشریف فرما تھے۔ اس شہر کے اطراف میں دریا کے کنارے ایک ایسا پرفضا مقام تھا جہاں بید کے درخت ایک لطیف منظر پیش کرتے تھے وہ جگہ حضرت مولانا خواجگیؒ کو اس قدر پسند آئی کہ آپ نے اسے ہمیشہ کے لیے اپنی جائے اقامت بنالیا اور ۹۴۹ھ میں اپنے انتقال کے وقت تک وہیں مقیم رہے اور آج اسی مقام پر آپ کی

قبر شریف بھی ہے۔ یہ جگہ آپ کے اور آپ کے صاحبزادگان کے بابرکت قیام کے باعث آج ماوراءالنہر کی مشہور آبادیوں میں سے شمار ہوتی ہے، اور وہ بیدار بید کے درختوں کی بستی کی جاتی ہے۔

اپنے شوق، قوی جذبہ وقت کے تقاضہ اور طالبین طریقت کی استعداد و مناسبت کے پیش نظر حضرت مولانا خواجگی نے بعض امور رخصت کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ متعلق کر دیا۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد آپ نے استغفار کو محاسبہ یومیہ کا لازمی حصہ قرار دیا بلند آواز سے انتہائی درد اور سوز کے ساتھ اور بڑے نیاز و گداز کے عالم میں آپ کلمہ استغفار کھینچ کر ادا کرتے آپ اور آپ کے مریدین ننگے سر ہوتے اور پُر درد اشعار پڑھتے۔ سب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوتا۔ ان میں سے بعض نے اسی لیے شہد کی نماز کو باجماعت ادا کرنا شروع کیا اور اونچی اونچی آوازیں نکالنا اور وجد میں آنا اور سماع حق سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر نے عزیمت اختیار کرنے کے باعث دور رہنا پسند کیا تھا مولانا خواجگی اور ان کے مریدین نے اس کو اپنا معمول بنایا اور اس پر لب کشائی کی اور بارہا ایسا بھی ہوتا کہ مولانا خواجگی وجد کی حالت میں اپنے مریدین کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے آپ ان میں سے بعض کو اپنی آغوش میں کھینچ لیتے اور اپنا ہونٹ اس کے ہونٹ پر رکھ دیتے اور اسے بدعست و بے حال کر دیتے اور جب حضرت خواجہ محمد عبداللہ کے فرزندگان میں سے مشہور قول کے مطابق خواجہ عبدالحق نے ان رخصتوں کے بارے میں اعتراض کیا تو مولانا نے صرف اتنا کہا کہ ”المامور معذور“ جس کو حکم ہوا وہ معذور ہے۔ نیز عجیب کیف کے عالم میں کہا کہ ہمارے خواجگان کا طریقہ بڑا جامع ہے اس میں صحو بھی ہے سکر بھی سکون بھی ہے اضطراب بھی۔ بہر بھی سر بھی اور رخصت بھی ہے عزیمت بھی اس میں سب کچھ ہے خواجہ علی رامینی اور امیر سید کلاں کے یہاں اگر جہر ہے تو حضرت خواجہ بہاؤ الدین اور خواجہ احرار رحمہم اللہ کے یہاں نفاذ۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ حالت جذب میں ایک مرتبہ آپ نے مخدوم زادہ صاحب سے کہا میں چاہتا ہوں ہر گوشہ میں میرا ایک سوختہ جاں ہو جو مخلوق کو گرم کرتا رہے۔

آج بھی مولانا خواجگی کے منتسبین آپ کے اسی طریقہ پر کاربند ہیں اور مولانا کو مخدوم اعظم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دوسرے سلسلوں کے کچھ لوگ خود کو خواجہ احرار یا خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہما کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حضرت خواجگی کے اسی خاص طریقہ کو اپنائے ہوئے ہیں اور مولانا خواجگی کے اسی طریقہ کو طریقہ 'دہ بید' (بید کے درخت کی بستی کا طریقہ) کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو بھی صاحبِ دلان صادق الحال کرتے ہیں بغیر نیت اس میں خیر نہ ہوگی۔

لیکن یہ جو آپ کے بعض منتسبین کہتے ہیں کہ یہ امور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تکمیل کے لیے ہیں یہ محل نظر ہے اس لیے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اخفاء ہے یعنی ذکر اذکار چھپانا اور اخفا کی تکمیل بھلا اظہار سے کیسے ہو سکتی ہے یعنی ذکر اذکار کو خوب دکھا دکھا کر اور باطن بلند و اکیا جائے۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا طرہ امتیاز عزیمت پر عمل کرنا ہے تو اس کی تعلیم بھلا رخصت سے کیسے ہو سکتی ہے یعنی ان چیزوں پر عمل کرنے سے جن کی صرف بہ وقت ضرورت اجازت ہوتی ہے۔

بایں ہمہ حضرت مولانا اس سلسلہ کے اکابر میں سے تھے۔ آپ کی صحبت کی برکت سے بہت سے علماء اور فضلاء صاحبِ احوال بلکہ صاحبِ کمال و اکمال بنے۔ بقول ایک مؤلف جس نے آپ کے فضائل بیان کیے ہیں کہ آپ کے دامنِ دولت سے ساٹھ خلفاء کا ظہور ہوا ہے اس عظیم خانوادہ کے بعض وہ حالات جو ہمیں مخلصوں کے رسائل سے بہ صراحت ملے ہیں ہم انہیں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

حضرت مولانا کی بہت سی کرامات مشہور ہیں کہ آپ کے بعض مریدین نے انہیں قلب بند کیا ہے۔ ان میں سے ایک وہ جس کا وقوع کے بعد آپ نے اظہار فرمایا کہ لکھا جاسکتا ہے اور اگر لوگ اس وقت موجود ہوتے تو خود دیکھ لیتے وہ یہ کہ ایک کمزور خاتون کا چند ماہ کا بچہ رحم میں مر گیا۔ دائیاں اس بچہ کو رحمِ مادر میں نکالنے میں ناکام ہو گئیں۔ اس خاتون کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو اس کی ماں جو حضرت مولانا کی عقیدہ مند تھی روتی آہ و زاری کرتی بے قراری کے عالم میں حضرت مولانا کے پاس آئی اور گھر چلنے کی درخواست کی۔ مولانا اس خاتون کے گھر

تشریف لے گئے اور مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ گرمی غیرت سے آپ پسینہ پسینہ ہو گئے
ناگاہ آپ نے ایک چرخ ماری اس چرخ کے ساتھ ہی وہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آگیا۔
حضرت مولانا نے تبسم فرمایا اور کچھ ارشاد فرمایا۔

میں نے ایک فاضل کی کتاب میں دیکھا
کہ سلطان معنی آگاہ شاہ ظہیر الدین محمد بابر نے ہندوستان میں ایک جنگ کے دوران حضرت
خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا تصور قائم کر کے حضرت سے امداد و اعانت طلب کی۔ اسی
دوران کیا دیکھتا ہے کہ ایک سفید پوش سوار نمودار ہوا اور اس سوار کے نمودار ہوتے ہی بابر
کے لشکر کو فتح نصیب ہوئی بابر نے اس سفید پوش سوار کا حلیہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور
اس حلیہ والے شخص کے بارے میں پوچھنا شروع کیا لوگوں نے بتایا کہ اس صورت و شکل اور حلیہ
کے بزرگ تو مولانا خواجگی ہی ہیں۔ بابر نے اس فتح کی خوشی میں بہت سے تحفے اور درہم و دینار
حضرت مولانا کی خدمت میں بھیجے اور ایک خط لکھا جس میں یہ اشعار تھے

در ہوائے نفس گمراہی صانع کردہ ایم

پیش اہل اللہ از اطوار خود شرمندہ ایم

یک نظر بر مخلصان خستہ ات کن تاکہ ما

خواجگی سامانہ اکنوں خواجگی رابندہ ایم

درہم نے گمراہ نفس کی تکمیل خواہشات میں عمر ضائع کر دی۔ اپنے اطوار پر ہم اہل اللہ
کے سامنے شرمندہ ہیں۔ اے خواجہ اپنے خستہ حال معتقدوں پر ایک نظر ہو جا
ہم آپ ہی کے تھے اور ہمیشہ آپ ہی کے رہیں گے

سلوک کے آداب اور حکمرانوں کی نصیحتوں پر مشتمل حضرت مولانا کے چند رسائل ہیں۔ یہاں
ان سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

نغمہ: آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے جس طرح شب قدر کو راتوں میں پوشیدہ کر رکھا ہے
تاکہ لوگ تمام راتوں کی شب بیداری کا پاس کریں اسی طرح اس نے عبادات میں
اپنی خاص رحمت اور گناہوں میں اپنے غصہ کو چھپا رکھا ہے تاکہ اس کے بندے تمام طاعات

۲۲۱
بجلائیں اور گناہوں سے اجتناب کریں۔

نسمہ: آپ نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔
خَيْرُ الْأَعْمَالِ آدُومُهَا۔ ۱۷

(بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے)

اگر تو کبھی عمل کرے اور کبھی نہ کرے تو وہ ایسا ہے جیسے کسی شخص نے کئی دیگوں کے اوپر ایک دیگ رکھ دی اور نیچے آگ جلا دی کہ کھانا پک جائے۔ وہ یہ آگ جلا کر کسی دوسرے کام کے لیے چلا گیا۔ پھر کچھ وقت بعد آیا اور مزید لکڑیاں اس دیگ کے نیچے رکھ کر چلا گیا۔ پھر آیا اور اسی طرح مزید لکڑیاں رکھ کر چلا گیا۔ اگر وہ ہزار سال تک اسی طرح لکڑیاں رکھتا جائے اور آگ جلاتا رہے اس کا وہ کھانا ہرگز نہ پکے گا۔

نسمہ: حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات متقصدین کے لیے جو منافع اور فائدے ہیں ان کے متعلق آپ نے فرمایا کہ پیر اپنے مریدوں کے لیے طبیب حاذق ہوتے ہیں اور مرید معنوی مریض پیر اپنی گفتگو سے مرید کو شفا بخشتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام کو اپنے بندوں کے لیے شفا کہا ہے فرمایا:

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (۱۷/۸۲)

(اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہے) راقم الحروف کو اللہ تعالیٰ بعد غفلت کی بیماریوں سے دور رکھے عرض کرتا ہے کہ ہر سالک و صاحب دل کی یہ بات نہیں ہے بلکہ حضرت مولانا کی مراد ایسے عارف ربانی کا کلام ہے جو متعلق بہ اخلاق النبیہ ہو کہ اس کا کلام الہی کلام کا آئینہ ہو۔

نسمہ: آپ نے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق کہ

ادباً محتاج و ماعحتاج نہ

عاشقان را بہ ازیں معراج نہ

۱۷ معلوم ہوتا ہے۔ الفلا اس حدیث کا اختصار ہے جو شکاۃ میں اس طرح ہے:

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ آدُومُهَا وَإِنْ فَتَلَّ - متفق علیہ (شکاۃ (۱۲۴۲)

(وہ ہمارا محتاج ہے اور ہم اس کے محتاج نہیں۔ عاشقوں کے لیے اس سے بہتر معراج نہیں فرمایا کہ یہ کلام ایسے عارف کا ہے جو مقام فنا کے بعد بقا راہم کے مشرف سے مشرف ہوا ہے اور اس میں محض ذات باری مع جمیع صفات تعالیٰ و تقدس جلوہ گر ہے۔ پس اس مقام میں حق تعالیٰ اپنی بے زبانی کی زبان سے عاشق کو خطاب کرتا ہے کہ وہ عاشق ہمارا محتاج ہے۔ ہم اس کے محتاج نہیں اور حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے رسالہ میں اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

حَقِيقَةُ الذِّكْرِ عِبَادَةٌ عَنْ تَجَلِّيَةِ سُبْحَانِهِ لِذَاتِهِ
بِذَاتِهِ فِي عَيْنِ الْعَبْدِ مِنْ حَيْثُ الْمُتَكَلِّمِ -

(حقیقت ذکر یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات بندہ کی ذات میں جلوہ گر ہو بہ حیثیت متکلم)

نسمہ : عارفین سے جو بعض اسرار بلند کا ظہور ہوتا ہے اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ان عارفین کو بعض حالات کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے وہ ایسے مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ ان کے مناسب حال و استعداد بے اختیار ان سے ان باتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ بہ حق گویند از حق گویند و در حق گویند

(وہ حق کہتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں اور حق کے بارے میں کہتے ہیں)

نسمہ : آپ نے فرمایا جتنے ذاتی و صفاتی کمالات ہیں ان کا ظہور سب سے پہلے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اتباع سنت کے بہ قدر یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے قلوب مبارک ان کمالات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

نسمہ : آپ نے فرمایا جب عاشق کا دل جمال محبوب کا آئینہ بن جاتا ہے اور محبوب کو بھی عاشق کے ساتھ ایک طرح کی صورت ارادت پیدا ہو جاتی ہے تو یہی وہ چیز ہے جسے بزرگ المراد مرید کہتے ہیں کہ جس کا ارادہ کیا وہ ارادہ کرنے والا بن گیا ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اس کا عکس بھی وہی ہے جو اس معنی کے مطابق اس کے برخلاف

منہوم ہوتا ہے۔ دقیق و پنہاں ہونے کے باعث اس کا ادراک بھی سہل نہیں۔

نسمہ: حضرت مولانا کے مریدین انکسار و تواضع کے باعث سرنگار کہتے تھے۔ بعض

حضرات نے آنجناب کو ملامت کیا تو آپ نے فرمایا حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گناہ صادر ہونے کے بعد برہنہ کر دیا تھا اگر ان کے فرزند بھی اپنے باپ کی نسبت سے اپنے گناہ کے بعد ننگے ہو جائیں تو بھلا عیب کہاں اور ملامت کیسی ہے

مکن عیب درویش بے غریب دوست

کہ غرق ست زان میزند پا و دست

دیچارے درویش میں عیب نکالنے کو پسند نہ کر۔ وہ غرق ہے اس لیے ہاتھ پاؤں مار رہے

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ الْحَرُّ

(اچھا ہے وہ مال جو اچھے آدمی کے لیے ہے)

وہ اچھا مال ایک آزمائش ہے جو حضرت آدمؑ نے اپنے فرزندوں انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے لیے چھوڑا ہے اور آزمائش ایک رتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے دنیا کے اس کنوئیں میں اپنی جانب سے ڈالا ہے تاکہ یوسف ہمت اسے تھام لیں اور اس کی جانب ہوں۔

نسمہ: عاشقوں پر جو بلائیں اور مصیبتیں آتی ہیں ان کے بارے میں اور اس بارے میں کہ کسی کو بھی گریہ و نالہ اور جوش و خروش غم سے چھٹکارا نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھو

حضرت داؤد علی نبینا علیہ السلام جیسے اولو العزم پیغمبر کا گریہ و نوحہ اس درجہ کو پہنچا تھا کہ لکڑی و پتھر اور کوہ و دشت اور جانور تک ان کا نوحہ سن کر نوحہ کرتے تھے اور آپ اپنے امتیوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مل کر نالہ کرتے یہاں تک کہ مرغ بسمل کی طرح ان کے درمیان تڑپتے تا آنکہ حضرت سلیمان علیہ السلام آکر انہیں اٹھایا کرتے۔ اور آنسو آپ کے رخسار مبارک پر ڈھک آتے آپ ان آنسوؤں کو اپنے اعضاء پر ملتے اور فرماتے یہ پانی بڑا مبارک ہے

سہ توجہ دانی قدر آب دید گاں عاشق نالے کوچوں نا دید گاں

لہ الادب المفرد للإمام البخاری، حدیث رقم ۳۰۰۔ و مسند الشہاب (۱۳۱۵)

رتوان آنسوؤں کی قدر کیا جانے۔ تو تو ایک روٹی کا عاشق ہے ایک نابینا کی مانند
 حالت سکر میں چند باتیں اور چند کلمات عالیہ غالباً حضرت مولانا کی زبان پر آگئے تھے بعض
 سخن چیں معترضین نے یہ بات سلطان وقت تک پہنچادی مولانا کو جب اس شکایت کی خبر
 ہوئی تو مولانا نے وضاحت کے لیے بادشاہ وقت کو وہ کلمات لکھے اور فرمایا کہ طابین
 طریقت کی تعلیم و تلقین کے لیے ان کی استعداد کی مناسبت سے ان کلمات کے سوا چارہ
 نہیں ورنہ یہ عاجز اپنی عام صحبتوں میں حتی الامکان ان چیزوں سے احتراز کرتا ہے لیکن
 کبھی کبھی مجبوراً یہ کلمات درمیان میں لانے پڑتے ہیں۔

آہن رہا بے جذب حریقان کثور حروف

ورنہ دریں طریق ز گفتار فارغیم !

دکھی کبھی حریفوں کا دل پھینچنے کے لیے ہم رکاب کا سہارا لیتے ہیں ورنہ اس راستہ

میں ہم گفتگو سے فارغ ہیں

آپ نے فرمایا درویشوں کی بات سننے کے لیے ایسی ہستی درکار ہے جو تمام اوصاف
 بشریت سے خالی اور فانی ہو یعنی صفت فنا کی آشنا اور اس سے متصف اسی لیے وہ لوگ جو
 ان صفات سے متصف نہیں درویشوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور اگر کوئی صاحب حال
 نہ ہو لیکن سچائی اور اخلاص سے درویشوں کی باتیں کرتا اور انہیں سنتا ہو تو وہ کیفیات سے
 متصف ہونا جائے گا۔

نہم : حضرت مولانا عبدالقادر دانشمند حضرت مولانا محمد رومیؒ کے مرید تھے انہوں نے
 حضرت مولانا سے مسجد مفاک میں پوچھا کہ بعض بزرگوں کا یہ کلام کہ :

”دل از دشمن برگیر و دوست را طلبیدن چه حاجت است“

(دشمن کا دل تقام۔ دوست کو چاہنے سے کیا حاصل)

کیا درجہ نہایت کی نشاندہی کرتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کلام مبتدی اور متوسط کے حال کے
 مناسب ہے کہ جسے نفی سے بہت حصہ ملا ہو لیکن بالآخر وہ مرتبہ اثبات کو نہ پہنچ پایا ہو اور
 پھر آپ نے یہ شعر پڑھا

ہر کوئی فراوان شد و اثباتے نیست

گرچہ بنیاست ولے صاحب مرتے نیست

(جس کوئی کا بہت سا حصہ ملا لیکن اثبات کا حصہ نہ ملا وہ اگرچہ بنیاست ہے مگر صاحب بنیاست نہیں)
حضرت مولانا کے عظیم فرزند اور عالی مقدار خلفاء ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض کے حالات
اس کتاب میں انشاء اللہ قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہوں گے۔ باللہ التوفیق۔

خواجہ کلاں و ہبیدی رحمۃ اللہ علیہ؛ آپ کا اسم گرامی محمد ہے۔ آپ حضرت
مولانا خواجگی کے دوسرے ہونہار فرزند

ہیں۔ پہلے فرزند حضرت مولانا محمد خواجہ تھے۔ حضرت خواجہ عبدالقادر انہی بڑے فرزند مولانا
محمد خواجہ کے صاحبزادے تھے اور کاسان میں اپنے وقت کے بڑے شیخ اور مفتی تھے۔
حضرت خواجہ کلاں اپنے والد بزرگوار کی حیات میں ہی بلند درجات طے کر چکے تھے
اپنی وفات کے قریب آپ کے والد ماجد نے اپنے اکثر مریدوں کو آپ کے حوالہ کر دیا تھا اور
فرمایا تھا اے فرزند خواجہ محمد! تمہیں مبارک ہو کہ آج رات بہت سی ارواح طیبہ پاک رو جس
جمع ہوئیں اور کہنے لگیں کہ تمہارے اس فرزند کو ہم فقار کا خادم بناتے ہیں اور انہوں نے
فاتحہ پڑھی آپ چونکہ عالی ہمت تھے آپ نے اس پر قناعت نہ کی۔

اس نعمت کی مزید طلب کے لیے آپ نے حضرت خواجہ محمد اسلام المعروف بہ خواجہ جو بیار
کی طرف رجوع کیا جن کے حالات انشاء اللہ عنقریب بیان ہوں گے۔ حضرت خواجہ نے
انکساری کا اظہار فرمایا اور کہا کہ تمہارے والد بزرگوار نے مجھے تمہاری اطاعت کا حکم فرمایا ہے
حضرت مخدوم زادہ نے پھر انکساری اور اصرار کے ساتھ فرمایا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مجھے
مولانا کا حکم ہے کہ آپ کی بات مانوں۔ ناچار آپ نے حضرت مخدوم زادہ کی بات مان لی۔
اور اس طرح خواجہ کلاں و ہبیدی نے اس سلسلہ عالیہ کے بقیہ حالات بھی حاصل کر لیے
حضرت خواجہ نے بیس سال کی مدت انتہائی تواضع و انکسار اور انتہائی مسکینی کے ساتھ
گزاری جو درحقیقت انتہائی عفت و بند اقبالی کی زندگی تھی اور مختلف طرح کی دینی خدمات
انجام دیں۔ خواجہ محمد اسلام بھی چونکہ خواہشمند تھے کہ مخدوم زادہ اس سلسلہ کی پوری پوری خدمت

بجائیں آپ نے ان کے ساتھ وہی مشفقانہ سلوک کیا جو ابتداءً حضرت خواجہ احقر قدس سرہ نے میر عبد الاقل قدس سرہ کے ساتھ کیا تھا۔ اسی لیے حضرت خواجہ جو بیار نے فرمایا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ مخدوم زادہ صاحب اپنے والد بزرگوار کے مزار منیع الانوار پر تشریف لائیں ہوں اور طالبین طریقت کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں تاکہ ہم جیسے بہت سے لوگ حضرت سے مستفید ہوں۔ چنانچہ حسب الحکم حضرت مخدوم زادہ نے وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔

کئی سال تک طالبین طریقت آپ سے فیض یاب ہوتے رہے آپ کو کمال درجہ کا عجز و انکسار اور سوز و نیاز حاصل تھا۔ وجد و سماع سے آپ کو بڑی رغبت تھی۔ چنانچہ آپ جب سفر پر ہوتے تو گویوں اور نے لواظوں کی ایک جمعیت آپ کے ہمراہ ہوتی۔ ان میں سے درویش رقص و سماع میں مصروف ہوتے۔ خواجہ اسحاق کے سوا تمام بھائیوں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ سے مستفید ہوئے آپ کے معتقدین میں سے ایک درویش کا بیان ہے کہ ایک دن آپ اہل اللہ کی صحبت اور ان کی مبارک نظر پڑ جانے کے متعلق واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک بزرگ کے بارے میں میں نے سنا کہ ایک چڑیا یا ایک کوسے پر انہوں نے نظر جمائی لوگوں نے اس کا راز معلوم کرنا چاہا تو ان بزرگ نے فرمایا شاید اس پرندہ پر کسی اللہ کے پیارے کی نظر پڑی ہو یا اس پرندہ نے انہیں دیکھا ہو۔ میں چاہتا ہوں اس نظر کا کچھ حصہ مجھ پر بھی پڑ جائے آپ کا انتقال سلمہ میں ہوا اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیے گئے آپ کے کئی فرزند اور خلفاء اپنے اپنے وقت کے مقتدی ہوئے بعض اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور بعض اب بھی طالبین طریقت کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

خواجہ دوست رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مولانا خواجگی کے چوتھے فرزند تھے اس لیے کہ آپ کے اور خواجہ کلاں کے درمیان خواجہ صدیق نامی ایک اور فرزند تھے وہ اپنے بڑے بھائی کی طرح مسند ارشاد پر نہ بیٹھے تھے اور یہ خواجہ دوست بڑے صاحب حالات و جذبات تھے اور ان کے مزاج میں بڑی انکساری تھی یہ اپنے والد بزرگوار سے تعلیم طریقت کے لیے مجاز تھے۔

خواجہ اسحق دہبیدی رحمۃ اللہ علیہ: آپ مخدوم اعظم مولانا خواجگی احمد علی کے پانچویں
 فرزند تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے بعد آپ
 کی تربیت واجازت اور طریقت کی تعلیم مولانا لطیف اللہ نے مکمل کی جو آپ کے والد محترم
 کے خلیفہ معظم تھے جیسا کہ ان کے حالات کی تفصیل میں انشاء اللہ جلد آئے گا۔ آپ
 کا جسم بہت پھیلا ہوا اور بڑا بارعب تھا اور آپ کی مبارک ڈاڑھی اتنی لمبی چوڑی تھی کہ
 جب آپ بیٹھا کرتے تو وہ آپ کے کاندھوں اور آغوش میں پھیل جاتی تھی اور بسا اوقات
 ایسا ہوتا تھا کہ دیکھنے والے کی نظر میں آپ کی یہ ظاہری مہیبت ہی اسے آپ کے حلقہ ارادت
 میں آنے پر آمادہ کرتی تھی۔ جیسا کہ مشہور قول ہے۔

الظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ -

(انسان کا ظاہر اس کے باطن کا پتہ دیتا ہے)

یہ بات آپ کے حق میں پوری طرح صادق آتی تھی۔

آپ ماوراء النہر سے کاشغر و ختن کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں بے شمار نیک طہنیت
 و پاک باطن حضرات نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مرتبے پائے۔ کاشغر کا حاکم محمد خان بھی آپ
 کے مریدوں میں سے تھا۔ اس علاقہ میں حضرت خواجہ اسحقؒ سے اس سلسلہ کی بہت اشاعت
 ہوئی۔ آپ دیوانہ اشتر کو جو آپ کے مریدوں میں سے تھے اور مجذوب صاحب حال اور کثیر الوحدہ
 تھے وہاں چھوڑ کر اپنے وطن واپس آئے اور ختلہ میں وہیں انتقال فرمایا۔ قریہ سفید کوہ میں
 ایک قریہ ”وہ بید“ ہے۔ والد کے بعد وہیں آپ کی سکونت تھی اور آپ وہیں مدفون ہیں آپ
 کے منتسبین کی زبانی میں نے سنا ہے کہ جب حضرت خواجہ اسحق دہبیدیؒ نے ترکوں کے شہر
 سے ماوراء النہر واپسی کا ارادہ کیا تو بعض ترکوں نے نا سبھی کی بنا پر محبت و خلوص کے جذبہ
 سے مغلوب ہو کر ارادہ کیا کہ آپ کو وہیں شہید کر ڈالیں تاکہ وہی آپ کا مزار بن جائے اور
 ان کے اور ان کے صاحبزادگان کے لیے وہ ایک متبرک زیارت گاہ بن جائے۔ جب یہ بات
 حضرت خواجہؒ کے کانوں میں پہنچی تو اگرچہ آپ شہادت کے متمنی تھے مگر آپ کی شفقت نے
 گوارہ نہ کیا کہ مسلمان کسی مسلمان کا خون بہانے کے مرتکب ہو جائیں چنانچہ آپ نے ان لوگوں

کو اپنے پاس بلا کر نصیحتیں فرمائیں اور اس فعل کی قباحت سے آگاہ کیا۔

خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ: آپ مولانا خواجگیؒ کے ساتویں فرزند تھے اس لیے کہ آپ کے اور خواجہ اسحقؒ کے درمیان خواجہ ابراہیم نامی ایک فرزند تھے جن کا تاشقند میں انتقال ہوا۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین کی تربیت آپ کے والد بزرگوار کے بعد آپ کے بھائی حضرت خواجہ کلاں نے کی۔ آپ کے مزاج میں انتہاء درجہ کی انکساری تھی۔ آپ کو کمال نسبت حاصل تھی۔ ایک مدت تک طابین طریقت بلخ میں آپ سے فیض یاب ہوتے رہے پھر آپ بلخ سے تاشقند تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ مولانا خوردرحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی آپ کے عقد میں تھیں ان نیک طبیعت خاتون سے آپ کے ایک فرزند خواجہ جانی ہوئے جو آج بھی اپنے چچا زاد بھائی حضرت خواجہ ہاشم کی خدمت میں پاکیزگی قلب اور حصول مراتب عالیہ میں مشغول ہیں آپ نے اپنے دادا بزرگوار کے حالات اور ان کی کرامات کے بارے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے جس کا نام خلاصۃ المقامات رکھا ہے مولانا دوست صحاف حافظ ابراہیم اور مولانا باقی کے انہی حالات کے بارے میں جو رسائل ہیں خلاصۃ المقامات انہی کا انتخاب ہے جن پر آپ نے نظر ثانی کی ہے۔

خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی مولانا خواجگیؒ کے فرزند تھے۔ انتہائی سادہ مزاج اور متین۔ اپنے والد بزرگوار اور بھائیوں کی نسبت کے پوری طرح آشنا تھے۔ خواجہ محمد امین آپ ہی کے فرزند ہیں جو انتہائی فرشتہ صفت بزرگ ہیں اور آجکل شہر بلخ میں طابین طریقت ان کی صحبت اور ان کے طریقوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حضرت خواجہ کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہے۔

مخدوم اعظم کے خواجہ حسن نامی ایک اور فرزند بھی ہیں جو شہر بلخ میں سکونت پذیر ہیں خواجہ ہاشم جو اپنے چچا زاد بھائی سے صاحب اجازت ہیں آپ کے فرزند ہیں اور اب حضرت مولانا خواجگی احمد کے خلفاء کا حال بیان کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ سُبْحَانَہٗ وَعَوْنِہٖ

(اللہ سبحانہ کی مشیت اور اس کی مدد سے)

حالات خلفاء مولانا خواجگی

مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ: آپ کی جائے پیدائش اور وطن مالون قریہ چست ہے جو اخلاقت کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات

ہے آپ نے سمرقند میں حضرت مولانا عصام الدین اور دیگر علماء وقت سے علم حاصل کیا فارغ التحصیل ہونے سے پیشتر حق تعالیٰ کی عنایت سے ایک شدید جذبہ آپ میں پیدا ہوا جو کشاں کشاں آپ کو حضرت مولانا محمد قاضیؒ کی خدمت میں لے گیا یہاں آپ رجوع الی اللہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت مولانا محمد اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تو آپ نے حضرت مولانا خواجگی کے دامان دولت سے وابستگی اختیار کر لی۔ آپ ہمیشہ ان کی خدمت میں رہا کرتے۔ اس کے باوجود کہ آپ خود صاحب علم و فضیلت تھے آپ ہمیشہ مولانا خواجگیؒ کی سواری کی لگام تھام کر پیادہ چلا کرتے حدیث شریف میں آتا ہے۔
مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ سَرَفَعَهُ اللَّهُ

(جس نے اللہ کی خاطر تواضع و انکساری اختیار کی اللہ پاک نے اسے بلند کیا)
 چنانچہ حضرت مولانا لطف اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بشریت کی پستی سے نکال کر فرشتوں کی بلندی پر پہنچایا۔ مولانا دوست صحاف علیہ الرحمۃ آپ کی قوت تصرف کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے مولانا لطف اللہ کی شان میں کچھ بے ادبی ہو گئی جس کے باعث وہ مجھ سے آزرہ خاطر ہو گئے اور مجھ سے میرے احوال سلب کرنے چاہے میں نے یہ محسوس کر لیا اور فوراً حضرت مولانا نظام الدین خاموش علیہ الرحمۃ والا طریقہ اختیار کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی پناہ میں آگیا اور اس طرح مولانا لطف اللہ کے غصہ سے بچا اس واقعہ کے بعد ایک دن میں خلوت میں حضرت مخدوم مولانا خواجگیؒ کے پاؤں داب رہا تھا کہ اچانک مولانا خواجگی نے فرمایا کہ بھائی تم نے خوب کیا کہ مولانا لطف اللہ کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں چلے گئے اور میری طرف متوجہ نہ ہوئے کہ تمہیں ان سے

چھڑانا میرے لیے بہت مشکل تھا۔ حضرت مولانا خواجگی کے انتقال کے بعد مولانا لطف اللہ
سمرقندی مسند ارشاد پر بیٹھے۔ بہت سے ہم رتبہ اکابر نے بھی آپ کی طرف رجوع کیا اور
برکتیں حاصل کیں۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ سلسلہ کبرویہ کے بعض اکابر نے دائروں پر مشتمل ایک
نقش بنایا تھا جس میں اپنے سلسلہ کے درویشوں کے نام لکھے تھے۔ حضرت مولانا لطف اللہ
کی نظر سے یہ نقش گزرا تو آپ نے دیکھا کہ ایک بڑا دائرہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دائرہ ظاہر کیا گیا ہے اور اس دائرہ کے بالمقابل اتنا ہی بڑا اور خوبصورت دائرہ ہے جو امیر المؤمنین
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دائرہ ظاہر کیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ کی پشت
پر حضرات شیخین ابوبکر صدیق و عمر فاروق اور حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے
دائرے ہیں لیکن یہ دائرے بہت تنگ چھوٹے اور بے رونق ظاہر کیے گئے ہیں۔
مولانا لطف اللہ نے دائروں کا یہ نقش دیکھ کر فرمایا کہ اس طرح دائرے کھینچنا کوئی اچھا
کام نہیں ہے۔ کوتاہ نظر جب اسے دیکھیں گے تو اس سے پہلے دوسرے اور تیسرے خلیفہ
یعنی حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر چوتھے خلیفہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل جانیں گے اور خاص طور پر ایسے وقت جبکہ اہل تشیع مسلمانوں
کے شہروں میں اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔

سلطان ابوسعید خاں اس سلسلہ کبرویہ میں مرید اور اہل سلسلہ کا عقیدہ مند تھا۔ کچھ
شریپندوں نے مولانا لطف اللہ کے الفاظ بدل کر اس کے کان بھرے۔ اس بے ادب نے
مولانا لطف اللہ کی زبان کاٹ ڈالنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ اس گستاخ کے حکم پر مولانا
کی زبان کاٹ دی گئی۔ صاحب دوائر لکھتے ہیں مولانا زبان کٹنے کے بعد بھی اپنے سابق
طریق پر طالبین طریقت کو ارشاد و تلقین فرمایا کرتے تھے حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے الطاف سے
مولانا لطف اللہ کو نوازے۔ سلطان ابوسعید خاں کو مولانا لطف اللہ کے ساتھ گستاخی
کرنے کی یہ سزا ملی کہ وہ اس واقعہ کے بعد بہت جلد مر گیا۔ اور اس کی سلطنت بھی اس کے
بعد اس کے بچوں سے چھین کر دوسروں کے قبضے میں چلی گئی۔

دشمنی اہل خرد جز دشمنی باخوش نیست

(اہل اللہ کے ساتھ دشمنی کرنا درحقیقت اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے)

اس واقعہ کے بعد حضرت مولانا اپنے وطن واپس آ گئے اور وہیں ۱۹۴۹ء میں انتقال فرمایا۔
حضرت مولانا نے سلوک و جذبہ کے موضوع پر اور بعض اکابر کے اشعار کی تشریح
کے سلسلے میں چند رسالے لکھے ہیں۔ انہی میں عارف رومیؒ کے اس شعر کی تشریح پر بھی
ایک رسالہ ہے ۵

می گفت در بیاباں رند دہل دریدہ

عارف خدا ندارد او نیست آفریدہ

”بیابان میں ایک مست درویش بہ بانگ دہل کہتا تھا کہ عارف کا خدا نہیں
وہ مخلوق نہیں“

فرماتے ہیں کہ ”بیابان“ سے مقام حیرت مراد ہے اور ”رند“ ایسے شخص کو کہتے ہیں
جس نے اپنی ہستی کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی میں مٹا دیا ہو ”دہل دریدہ“ سے مراد یہ ہے
کہ اس رند کی ہستی کی ہیبت و سختی ختم ہو چکی ہے اور ”عارف“ اسے کہتے ہیں جو مقام
فنا پر فائز ہو یعنی کامل فنا کے شرف سے مشرف اور ”آفریدہ نیست“ سے مراد یہ ہے کہ
وہ قطرہ تھا دریا میں مل گیا اور عین دریا سے مراد خدا تعالیٰ کی ذات ہے کہ وہ دوسروں کو
پیدا کرنے والا ہے مخلوق نہیں۔

۲۔ خواجہ خواوند محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : آپ کی نسبت ظاہری چھ واسطوں
سے خواجہ حسن عطار کے توسط

سے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمہما اللہ تک پہنچتی ہے۔ آپ نے نسبت معنوی
کی تکمیل حضرت خواجہ اسحق دہ بیدیؒ کی خدمت میں رہ کر کی پھر سفر اختیار فرمایا اور
ہندوستان تشریف لائے اور کشمیر میں طریقہ نقشبندیہ کی ترویج کی اور خانقاہ تعمیر کی۔ کچھ
عرصہ بعد آپ لاہور تشریف لائے اور وہیں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ سبحانہ۔

۳۔ خواجہ محمد اسلام رحمۃ اللہ علیہ : آپ خواجہ جوہر بابر کے نام سے مشہور ہیں اہل

کہ آپ کی جائے پیدائش و رہائش موضع جو بیار ہے جو بخارا میں ہے اللہ پاک اسے
اور مسلمانوں کے تمام شہروں کو فتنوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے۔ آپ حضرت مولانا
خواجگی کے اجلہ اصحاب میں سے تھے۔ ایک فاضل تحریر فرماتے ہیں کہ آپ مولانا خواجگیؒ
کے پر بھائی تھے۔ آپ مولانا محمد قاضی کے مرید تھے۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا خواجگیؒ سے
وابستگی اختیار کر لی۔

آپ نے مولانا خواجگیؒ کی تربیت و صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ آپ کی نسبت
ظاہری خواجہ ابوبکر بن سعد سمیٹنی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے جو کبار متقدمین سے تھے اور جنہوں
نے ۳۶ھ میں حلت فرمائی۔ سیمتن شہر بخارا کے قبلہ کی جانب ایک قصبہ کا نام ہے۔
"دوار فی السماء الاکابر" کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد اسلام کو امیر سید کلال کے صاحبزادے
امیر حمزہ کے بعض اصحاب کی صحبت حاصل رہی ہے رحمہم اللہ مگر یہ بات کچھ زیادہ معتبر معلوم نہیں
ہوئی اس لیے کہ حضرت امیر حمزہ کا انتقال ۸۸ھ میں ہو چکا تھا۔ اور خواجہ محمد اسلامؒ کا وصال
۹۷ھ میں ہوا اور ان کی عمر اندازاً انی سال تھی لیکن ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ نے
ایام طفولیت میں کسی درویش کو دیکھا ہو اور انہوں نے جوانی کے ایام میں حضرت امیر کی
صحبت کا شرف حاصل کیا ہو اور اس درویش کی عمر ایک سو دس سال سے متجاوز ہو۔
مختصر یہ کہ حضرت خواجہؒ اپنے وقت کے عارفین میں سے تھے۔ بہت سے طالبین
طریقت آپ کی نظر و صحبت کی برکت سے صاحب حضور و باطن بن گئے۔ ایک عزیز نے
لکھا ہے کہ مخزن اسرار یقینی قاسم شیخ کرینی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض طالبین طریقت کو حضرت
خواجہ جو بیارؒ کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا کہ اس قفل کی چابی ان کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت
خواجہ کا عجیب طریقہ یہ تھا کہ اکثر شکار پر رہتے اور شکار پر جانے کے لیے انتہائی قیمتی
گھوڑوں پر سوار ہوتے۔ شکار کے لیے باز شاہین اور اسی طرح کے شکاری پرندے آپ کے
ساتھ ہوتے اور شکار تو درحقیقت بہانہ تھا۔ اس طرح آپ کئی دن صحراؤں اور کشتزاروں
میں بسر کرتے اور اس سے آپ کا مقصد ستر حال اور رفع تعین ہوتا اور وجود کے بوجھ سے
تسخیف اور ہلکا پن۔ چنانچہ نفحات الانس میں عبدالرحیم اصطخری سے منقول ہے کہ آپ

سلطان کے شکاریوں کے ساتھ شکار پر تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ قصبہ سمیت ہی مدفون ہوئے جو شہر مذکور بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔

خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ: المعروف بہ خواجہ کلاں جو بیار۔ آپ خواجہ

جو بیار کے فرزند رشید تھے۔ چونکہ ماوراء النہر کا حاکم عبداللہ خاں اور بعض امراء آپ کے والد ماجد کے مرید تھے آپ کے پاس تحفہ میں دی ہوئی جاگیریں تحفے تحائف اور بڑا مال و دولت ہو گیا لیکن حضرت خواجہ صاحب احترام کو معنوی فقر کا پورا پورا حصہ ملا تھا۔ آپ ظاہراً اغنیاء کی لیکن حقیقتاً اولیاء اللہ کی سیرت کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے آپ ہمیشہ فقرا و غرباء اور محتاجوں کے متعلق بڑے فکر مند رہتے اور ان کے حالات سے اپنے آپ کو باخبر رکھتے اور ایک لمحہ بھی ان کی خدمت کیے بغیر آرام سے نہ رہتے۔ اس تمام مال و دولت اور جاگیر کے باوجود بھی درحقیقت آپ کا دل ان تمام چیزوں کی محبت سے پاک تھا۔ آپ دل کے بڑے زاہد تھے اور درحقیقت اس مال و دولت کے پس پردہ زہد کا جو حسن ہے آپ اسے آشکارا فرماتے تھے اور یہ اسی طرح جیسے حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کہ آپ کی سلطنت بھی تھی اور آپ کے پاس مال و دولت بھی لیکن اس کے باوجود آپ کو کمال زہد حاصل تھا اور آپ کا دل خدائے ذوالجلال کے علاوہ ہر چیز سے خالی تھا حضرت خواجہ محمد سعیدؒ کا ۹۹۲ھ میں انتقال ہوا اور آپ اپنے والد کے پہلو میں دفن کیے گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا دوست رحمۃ اللہ علیہ: آپ اٹسکت سے تعلق رکھتے تھے۔ جب قطب

رہانی حضرت مولانا خواجگی کا سانی کا آفتاب ارشاد اس علاقہ میں روشن ہوا تو مولانا دوست انوار دوست کے اقتباس کی غرض سے ان کی طرف لپکے اور حضرت مولانا خواجگی کی صحبت اختیار کی جب مولانا اعظمؒ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو مولانا دوست نے انتہائی عاجزی و ادب کے ساتھ مولانا لطف اللہ کی طرف رجوع کیا جو مولانا خواجگی کے اعظم خلفاء میں سے تھے آپ اس وقت دارالاسلام بلخ تشریف لے آئے تھے اور یہیں کی اقامت اختیار کر لی تھی اور یہیں طالبانِ طریقت

کو فیض یاب فرماتے تھے اور بہت لوگ آپ سے بہرہ ور ہوئے تھے کہ جن میں سے بعض کے احوال اس کتاب میں انشاء اللہ بیان ہوں گے۔ آپ نے اسی شہر میں ۱۳۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر شریف بلخ میں بیرون شہر مشہور ہے اور مرجع خلافت ہے رحمۃ اللہ سبحانہ۔ اس عاجز نے آپ کا ایک رسالہ دیکھا تھا جس کا موضوع تھا اس سلسلہ عالیہ کے اسرار و اطوار یہ بہت عمدہ رسالہ تھا مگر افسوس کہ میں جب یہ اوراق لکھ رہا تھا تو اس رسالہ کو بڑا ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ ورنہ اس رسالہ سے یہاں ان کے چند اقوال نقل کرتا اپنے مرشد کے اشارہ پر مولانا دوست نے اپنے مرشد کے کچھ ارشادات اور کچھ کرامات تحریر فرمائی تھیں۔

ایک فاضل نے مولانا دوست کے حالات کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ میں نے اس میں یہ واقعہ دیکھا کہ شادی صوفی نام کے ایک درویش تھے جو بڑے قوی جذبہ کے مالک تھے انہوں نے فقر کے بھی تمام مراحل طے کیے تھے۔

یہ درویش مولانا دوست کی محفل میں آئے۔ لوگ ان کے گرد جمع ہو کر انہیں دیکھنے گئے ایک سرد آہ ان کے سینے سے نکلی اور انہوں نے مولانا سے کہا وہ بڑا اچھا وقت تھا کہ صحاف کی دکان پر آپ اس طور طریق اور لوگوں کے اس مجوم سے آزاد تھے مولانا نے کہا جو آپ نے فرمایا وہ صحیح ہے اور مولانا رونے لگے۔

مولانا کے خلفاء میں سے ایک بزرگ سے میں نے سنا کہ مولانا فرماتے تھے کہ توحید و جود کا مجھ پر غلبہ تھا اور میں اپنے حضرت مخدوم کے آستانہ پر تھا۔ ایک دن عجب جوشِ سکر کا عالم ہوا۔ قریب تھا کہ میری زبان سے بھی انا الحق کا وہی کلمہ نکلے جو حضرت منصور نے جوشِ سکر کے عالم میں ادا کیا تھا کہ میرے مخدوم میری اس حالت پر مطلع ہو گئے۔ انہوں نے زور سے ایک نعرہ بلند کیا جو حقیقت میں درپردہ تھا مجھ پر توجہ تھی کہ ایک طرح کا تصرف آپ کا یہ نعرہ بلند ہوتے ہی میرا وہ جوشِ سکر ختم ہو گیا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ بابا تاشقندی کا وہ قصہ جو عنقریب آ رہا ہے اور مولانا دوست کا یہ قصہ حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں کہ جن دنوں منصور نے انا الحق کا نعرہ بلند کیا ان دنوں میں حضرت خواجہ

عبدالخالق عجدانی کے معنوی فرزندوں میں سے کوئی ہوتا تو منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتے
یعنی وہ بزرگ تصرف کے ذریعہ منصور کو اس مقام سے واپس لے آتے حالت سکر سے
حالت صحو میں اور حالت تلویں سے حالت تمکین میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن
سمرقند میں حضرت مخدوم کے ہمراہ میں حمام جا رہا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ہمارے
مخدوم کا مبارک وجود جو بار امانت کا حامل ہے آیا یہی وجود ہو گا۔ میں نے فوراً دیکھا کہ آپ
کا وجود بڑا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ آپ کا سر مبارک پورے حمام پر چھا گیا۔ میں مجسم
نیاز و انکساری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کا وجود آہستہ آہستہ چھوٹا ہونا شروع
ہوا یہاں تک کہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا۔

مولانا خوردرحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی حضرت مولانا خواجگیؒ کے بڑے خلفاء میں سے
تھے۔ حضرت مولانا خلفاء میں جذبات و غلبات کی زیادتی
کے باعث آپ کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ لوگوں کا کہنا ہے ایک دن حضرت مولانا
خواجگیؒ اپنے خلفاء و معتقدین کے ہمراہ ایک کھیتی پر گزر رہے تھے اچانک مولانا خوردر کے
سر میں شورش شروع ہوئی اور آپ نے اپنے عصا سے کھیت کے پودوں کو مارنا اور کرانا شروع
کر دیا۔ درویشوں نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا لیکن حضرت مولانا خوردر باز نہ آئے حضرت
مولانا خواجگیؒ اس اثناء میں مراقب ہوئے اور ایک لحظہ بعد سر اٹھایا اور فرمایا ہمارے دیوانہ
نے ان کو دیکھ لیا ہے۔ جب معتقدین نے آپ سے اس کاراز دریافت کرنا چاہا تو مولانا
خواجگیؒ نے فرمایا آج سلطان عبداللہ خان جو نیک بادشاہ اور اہل سنت و الجماعت کا حامی
ہے خراسان میں قزلباش کے سپاہیوں سے نبرد آزما ہے اور اس جنگ میں درویشوں کی
امداد و اعانت کا طلب گار ہے۔ ہمارے دیوانہ کو اس کی یہ امداد و اعانت طلب کرنا معلوم
ہو گیا ہے اور وہ دشمن کے سپاہیوں سے لڑائی میں مصروف ہے اور اس طرح یہ دیوانہ
سلطان عبداللہ خان کی امداد و اعانت کر رہا ہے۔ چند دن بعد حضرت مولانا خواجگیؒ کی
بتائی ہوئی خبر صحیح ثابت ہوئی اور پتہ چلا کہ اس روز جنگ تھی۔
بلخ کا حکمران پیر محمد خان حضرت مولانا خواجگیؒ سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اس نے

حضرت سے درخواست کی کہ آپ اپنے ایک صاحب عظمت خلیفہ کو شہر بلخ میں متعین فرمادیں تاکہ اس شہر کے طالبین طریقت اس کی صحبت سے فیض یاب ہوں۔ حضرت مولانا خواجگی نے اس عظیم کام کے لیے مولانا خور و کوہ پسند فرمایا اور انہیں بلخ بھیج دیا۔ مولانا خور و جب اس شہر میں پہنچے تو تھوڑے ہی دنوں میں ایک کثیر مخلوق آپ کے ہاتھ پر سیت ہوئی اور تعلیم طریقت سے فیض یاب ہوئی کہتے ہیں جب خاص و عام کا ہجوم آپ کی خلوت و تنہائی میں مزاحم ہوا تو ایک دن آپ نے تنگ دل ہو کر ایک غزل کہی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

سودائے جاناں داشتم از خلق پنہاں داشتم

اما دریغا فاش شد بر ہر طرف افسانہ ام

(مجھے محبوب کی جدائی کی دیوانگی ہے۔ میں یہ دیوانگی مخلوق سے پوشیدہ رکھتا تھا مگر افسوس اب اس راز کا پردہ فاش ہو گیا ہے اور میں ہر طرف ایک افسانہ بن گیا ہوں)

آپ ۹۹۰ھ میں بلخ میں اس عالم فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی آخری آرامگاہ بھی اسی شہر بلخ میں ہے۔ آپ نے بھی دنیا میں بڑے صاحب مرتبہ خلفاء چھوڑے جن میں بعض کا ذکر اس کتاب میں انشاء اللہ آگے آئے گا۔

اس عاجز نے ایک درویش کو دیکھا جو آپ کے خلفاء میں سے تھے اور جن کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ کمال جذبہ و حالت کے مالک تھے میں نے ان سے اس نعمت کے حصول کی ابتداء کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک شب میں حضرت مولانا کے پاؤں دابتا تھا کہ اسی شب اس نعمت سے فیض یاب ہوا۔ میں نے حضرت مولانا کا ایک رسالہ دیکھا جس میں تحریر تھا کہ جو طریقہ اللہ پاک کی طرف پہنچانے والے ہیں ان میں ایک طریقہ توجہ کلبے اور بغیر جذبہ توجہ ممکن نہیں ہے۔ دوسرا طریقہ صحبت کا ہے جو نزدیک ترین راہ ہے مگر اس کے لیے جس کا سلوک بطریق جذبہ ہو۔

اسی رسالہ میں آپ نے دوسری جگہ لکھا ہے کہ ذکر کا نتیجہ وجود بشریت کی فنا ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جن چیزوں نے تیرے دل میں گھر کر رکھا ہے اور تجھے ان سے

محبت و لگاؤ ہے۔ مثلاً بیوی بچے اور ایسی ہی دوسری چیزیں ان کی محبت تیرے دل میں ٹھنڈی ہو جائے۔ سرد پڑ جائے۔

مولانا میر محمد کا شغری رحمۃ اللہ علیہ ! آپ بھی حضرت مولانا خواجگیؒ کے عظیم خلفائے سے تھے آپ نے جب مولانا

خواجگی سے وطن واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت مولانا نے فرمایا یہ ہم سے دور رہنے کا وقت نہیں۔ اتفاق کی بات کہ کوئی ایسی مجبوری ہوئی کہ مولانا میر محمد کو مجبوراً کا شغری جانا پڑا وہاں بہت لوگ آپ کے مرید ہو گئے جب حضرت مخدوم اعظمؒ نے سنا تو فرمایا ان کے لیے یہ اچھا نہ تھا مگر اب کیا ہو۔ کچھ مدت بعد مولانا میر محمدؒ کا وصال ہو گیا۔ انتقال سے پیشتر آپ نے ایک درویش سے کہا: حضرت مخدوم برہم ہیں اور فرماتے ہیں ہمارے پاس آ جا وہ درویش یہ سن کر حیران ہوا جب مولانا کی وفات ہو گئی اس درویش نے حضرت مخدوم کی خدمت اختیار کی۔ اچانک اس کے دل میں خیال گزرا کہ مولانا کی قبر کو کھولا جائے جب کھولا تو دیکھا مولانا کی میت درست اور سلامت تھی۔ وہ اسے ایک کھال میں لپیٹ کر لے آیا۔ اس درویش کا کہنا ہے کہ جب بھی کسی منزل پر میں مولانا کی میت کو رکھتا تو دیکھتا کہ آپ کا چہرہ قبلہ کی جانب ہے اور آپ مراقبہ کی حالت میں بیٹھے ہیں جب میں حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا تو ہمارے دوست میر محمد کو ہمارے پاس لے آیا۔ بڑا اچھا کیا اور جس جگہ بعد میں حضرت مخدوم دفن ہوئے آپ نے مولانا کے متعلق حکم دیا کہ اسی جگہ دفن کیا جائے۔

مولانا بابا میر رحمۃ اللہ علیہ ! جامع مقامات حضرت مولانا خواجگیؒ آپ کو خلف الخلفاء کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت مخدوم سے میرے بیعت ہونے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن کچھ طالبان علم کے ساتھ میں آپ کے باغ میں تھا کہ میں نے حضرت مولانا خواجگیؒ کو دیکھا کہ آپ حالت مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ میں آکر کچھ دیر تک آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ میں نے بے اختیار بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیئے۔ بیعت کے بعد مجھ سے آپ کے بغیر نہ رہا جاتا تھا اور میں آپ سے کچھ حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ کئی سال تک اپنی پشت پر

لکڑیاں اٹھا کر لٹا رہا اور حضرت کے آستانہ پر جھار رہا۔ ہمیشہ گریہ و زاری کیا کرتا۔ میری وجہ سے میرے عزیز آنحضرت سے بے ادبی کرتے خصوصاً میرا ماموں جو جلد ہی قتل کر دیا گیا۔

خواجہ بابائے تاشقندی رحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی حضرت مولانا دہ بیدی کے

امام ابو بکر قفال کے ہمسیاروں اور شیخ خواوند ظہور رحمہم اللہ سبحانہ کی اولاد سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ابتداءً خواجہ بابا حضرت مولانا کی خدمت میں پہنچے۔ چونکہ اچھی استعداد کے مالک تھے پھر اہل ارشاد کی عنایات کی برکتیں کافی کچھ حاصل کیا لیکن ایک مجلس میں حضرت مولانا کے حضور کچھ بے ادبی کے مرتکب ہو گئے۔ جس سے ان کی طبیعت میں گرانی پیدا ہو گئی۔ اس کے سبب خواجہ بابا کی حصول طریقت کی راہ میں خلل پڑ گیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا:

”خواجہ بابا شہباز تیز پر بود لیکن بنا بر فقدان او بے پر ہائش بریدیم“
 (خواجہ بابا ایک بلند پرواز شاہین تھا لیکن ادب نہ ہونے کے باعث ہم نے اس کے پر کاٹ دیئے)

خواجہ بابا نے اس تقصیر کی تلافی کے لیے بہت کوشش کی اور مرشد کے آئینہ دل سے وہ غبار کچھ دور بھی ہو گیا لیکن مرشد کی پہلی جیسی عنایت انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہو سکی۔ اس راہ طریقت کے ایک دیوانہ کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ روٹی اور تازہ کھانے کی طرح ہے۔ یہ تازہ کھانا جب ٹھنڈا ہو گیا تو دوبارہ اسے کتنا ہی گرم کر د اس میں پہلی سی لذت کبھی نہ پیدا ہو سکے گی۔ تاہم خواجہ بابا بڑے صاحب حالات و جذبات تھے ان سے منقول ہے فرماتے ہیں جن دنوں میں تاشقند میں تھا اور ہمارے حضرت مخدوم سمرقند میں تھے مجھ پر توحید کا غلبہ ہوا اور ایک دن اس حد تک زیادہ ہوا کہ انا الحق کا نعرہ مجھ سے بلند ہوا۔ اسی وقت ایک سبز پوش بزرگ ظاہر ہوئے اور مجھے پکڑا اور جھنجوڑا اور چلے گئے اس کے بعد میری طبیعت کو سکون حاصل ہو گیا اور وہ کیفیت جاتی رہی۔ جب میں نے ان بزرگ کے متعلق سوچنا شروع کیا تو میرے ذہن نے کہا کہ وہ تو حضرت مخدوم ہی تھے جو اس صورت اور اس لباس میں ظاہر ہوئے تھے۔ مجھے اس حالت سے دوسری حالت میں لے آئے تھے۔

حضرت شیخ قاسم قالینی رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر ایک صاحب دل درویش نے اس عاجز سے فرمایا کہ میں جب دیار ہند کی طرف متوجہ ہوا تو اس سفر کے باعث میرے شیخ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ ابھی میں راستہ میں تھا کہ وہ ایک دن خواب میں مجھے دکھائی دیئے خواب میں انتہائی غصہ کی حالت میں انہوں نے میرے پاؤں پر عصا مارا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا پاؤں پر ورم تھا اور وہ سخت درد کر رہا تھا۔ اس ورم اور درد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ میں صاحب فراش ہو گیا۔ خواجہ بابا کی دید کا شرف مجھے بچپن میں حاصل ہوا تھا وہ مجھ پر شفقت رکھتے تھے۔ حالت کشف میں دیکھا وہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ لے صاحبزادے! تو ہمارا ممنون ہے کہ ہم نے تیرے شیخ سے تیری نقصیر کی معافی چاہی اور تیرے پاؤں کا درد دور کیا۔ تاکہ آئندہ جانے کا جو تیرا عزم ہے تو اسے پورا کرے۔ میں یہ سن کر رونے لگا اس رات کی صبح میں جب اٹھا تو میرے پاؤں کا وہ ورم اور درد ٹھیک ہو چکا تھا۔ خواجہ بابا کا مزار حضرت شیخ ابوبکر قفال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب ہی ہے رحمۃ اللہ۔

خواجہ عبدالرحیم اخسکتی رحمۃ اللہ علیہ آپ بھی حضرت مولانا خواجگی کا سانی تھے

انتہائی مخلص احباب میں سے تھے مزارج میں انتہائی انکساری تھی۔ اپنا حال دوسروں سے ہمیشہ چھپایا کرتے۔ مولانا خواجگی سے آپ نے بہت کچھ حاصل کیا ان کے بعد مولانا لطف اللہ سے بہرہ مند ہوئے۔ مسند مشیخت کے جلوس سے اجتناب فرمایا کرتے اور خاموشی کو بڑا پسند کرتے تھے ایسا اکثر ہوتا کہ مجلس میں اکابر گفتگو کرتے اور خواجہ عبدالرحیم سے بھی بات کرنے کی درخواست کرتے لیکن حضرت خواجہ فرمایا کرتے ہر

”چوں مارا نوبت دادہ شد مادر نوبت خود خاموش میباشیم“

(جب یہ نوبت ہم تک پہنچی تو ہم اپنی باری پر خاموش رہیں گے)

حضرت مولانا خواجگی کا یہ پسندیدہ طریقہ تھا کہ اپنی خانقاہ والوں سے فرمایا کرتے کہ بجائے ”تنہا تنہا رہنے کے لوگ دود کی جوڑی بن کر رہیں اور باہم محبت بڑھائیں چنانچہ اسی پر عمل کرتے ہوئے خواجہ عبدالرحیم اور مولانا دوست باہم محبت و الفت کے رشتہ میں جڑے ہوئے تھے اور یہی خصوصیت تھی جس کی بناء پر مولانا دوست نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے بعض مریدوں

کو وصیت کی تھی کہ ان کے بعد وہ خواجہ عبدالرحیم کی صحبت اختیار کریں۔
 چنانچہ ان میں سے بعض مثلاً درویش سبزا اور قاسم شیخ قالیانی وغیرہ ان کی خدمت میں
 پہنچے اور ان کی صحبت اختیار کی اور بہرہ مند ہوئے آپ کی وفات ۹۸۵ھ میں ہوئی آپ کے
 ہونہار فرزند خواجہ عبدالحکیم قاسم شیخ قالیانی کے مرید اور منظور نظر تھے۔ بزرگوں کی نسبت سے
 انہوں نے بڑا حصہ پایا تھا ایک دن انہوں نے اس عاجز سے فرمایا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا
 کہ اپنے والد بزرگوار کی روحانیت سے پوچھوں کہ آپ کس راہ پر تھے تاکہ میں بھی وہی راہ اختیار کروں
 اسی فکر میں متوجہ ہوا اور مجھ پر حالت کشف طاری ہوئی دیکھتا ہوں کہ والد بزرگوار تشریف لائے
 ہوئے ہیں اور میں آپ سے وہی بات پوچھ رہا ہوں اور آپ فرما رہے ہیں اے صاحبزادے!
 ہمارے پاس لوہے کے ٹکڑے تھے ہم نے انہیں آئینہ بنایا اور اب اس میں دیکھ رہے ہیں
 ہم جیسے ہیں رحمہ اللہ سبحانہ۔

آپ شیخ خواوند ظہور کی اولاد سے ہیں اور
خواجہ محمد علی انہ سکتی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت مولانا خواجگی رحمہ کے منظور نظر مرید
 حضرت مخدوم کے ساتھ اپنی وابستگی کا واقعہ سناتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ یہ وابستگی اس
 طرح قائم ہوئی کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ اصرار قدس سرہ کا سان کے پل کے
 سرے پر بیٹھے ہیں میں نے آپ کے پاس آکر آپ کو سلام کیا آپ نے محبت و شفقت سے میرے
 سلام کا جواب دیا اور مجھے ایک جانب لے جا کر فرمایا تم آئے خوش آمدید۔ میں اپنے اندر آپ کی عنایات
 کی ایک مٹھاس محسوس کرنے لگا۔ مجھے اب انتظار ہوا کہ دن نکلے تو اس جگہ جاؤں اور اپنا
 چہرہ اس مقدس جسم سے ملوں۔ مجھے توفیق ہوئی اور میں ادھر جانے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ اس جگہ اسی
 ہیئت اور اسی طریقہ سے حضرت مخدوم بیٹھے ہیں میں نے سلام کیا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا
 آپ نے سلام کے جواب کے بعد وہی کچھ کیا اس کے بعد آپ مجھے گھر لے گئے اور میں آپ سے
 بیعت ہوا مختصر یہ کہ آپ حضرت مخدوم کی عنایت کی برکات سے بہرہ مند ہوئے اور آپ کے
 خلیفہ بنے۔ وطن واپس آئے اور تعلیم طریقت میں منہمک ہو گئے اور وہیں سفر آخرت اختیار کیا۔
 نزع کے وقت مولانا دوست صحافت اور مولانا بابا میر آپ کے سر ہانے موجود تھے آپ نے ان

سے فرمایا میری طرف سے یہ دو شعر حضرت مخدوم کے حضور عرض کرنا ہے

دل می رود ز دستم صاحب دلال خدا را
دردا کہ راز پنہاں نخواہد شد آشکارا
کشتی شکستگانیم اسے باد نثر بر خیز
باشد کہ باز بنیم اس یار آشنا را

راے دل والو! خدا را میرا دل ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے۔ ایک درد ہے جس سے پنہاں راز آشکارا ہو جاتا ہے۔ میری کشتی ٹوٹ پھوٹ رہی ہے۔ اے موافق تیز ہوا چل۔ تاکہ میں اس دوست آشنا کو پھر دیکھ لوں

آپ نے یہ شعر پڑھا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ جب یہ دو حضرات مولانا دوست صحاف اور مولانا بابا میر حضرت مولانا معظم کی خدمت میں پہنچے اور یہ دو شعر پیش کیے مجلس میں ایک آہ و بکا پھوٹ پڑی اور لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

خواجہ حسن نزاری رحمۃ اللہ علیہ : خواجہ محمد علی ظہور نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ

حضرت خواجہ احرار قدس سرہما کے خاندان میں آپ کی رشتہ داریاں تھیں۔ بزرگوں کے مسلک کے سالک اور ممالک اسرار کے مالک کے الفاظ سے آپ نے ان کی تعریف کی ہے اور چند عظیم اولیاء اللہ میں ان کا شمار کیا ہے۔ یہ شعر بھی آپ ہی کا بتایا ہے۔

ماہیا نیم کہ از قعر بحار ملکوت

دم زناں سلسلہ جنبان بکنار آمدہ ایم

ہم ملکوت کے دریاؤں کی گہرائیوں میں سانس لینے والی مچھلیاں تھے، جو گردش کرتے کرتے کنارے پر آ لگیں

آپ کی عبارت کے سیاق و سباق سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کی مراد وہی شخصیت ہے

جن کے وہ حالات بیان کر رہے ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ حسن نزاریؒ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ آپ درویش
مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ قوی حال بلکہ شیخ صاحب کمال تھے۔ آپ نے مخدوم مولانا
 خواجگی سے کسب معرفت کی تھی اور آپ کے بعد مخلوق خدا کو خدا طلبی کی ترغیب دیتے تھے
 یہ شعر آپ ہی کا ہے۔

اے کہ زاب حیات پاک تری ہر دم از مارواں چہ میگذری
 "اے ہر وہ شخص جس کی زندگی پاکیزہ طور پر ہو کیسا خوش نصیب ہے۔ ہمارا ہر سانس گزرتا ہے
 کیسا گزرتا ہے"

نیز خواجہ حسن نے درویش ہاشمی سمرقندی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ مخدوم خواجگی کے
 مخلصوں میں سے تھے۔ حضرت مخدوم کی مبارک محفل میں ایک دن آپ نے اپنا یہ شعر پڑھا
 خلق زباں بہ دعویٰ عشقت کشودہ اند

اے من غلام آنکہ دلش بازباں مکیست
 ایک کثیر مخلوق نے تیرے عشق کے دعویٰ کے لیے زبان کھولی ہے۔ میں تو اس کا غلام ہوں
 جس کا دل بھی زبان کا ساتھ دے

آپ کے ساتھ حضرت مخدوم بے حد خوش تھے اور آپ پر کرم کی بڑی نظریں رکھتے تھے۔

مولانا میر فاضل علی کند بادامی رحمۃ اللہ علیہ : کند بادام بلاد فرغانہ کا ایک قصبہ
 ہے۔ مولانا میر فاضل بھی حضرت

مولانا خواجگی کے صاحب احوال مریدوں میں سے تھے۔ آپ کے بعد مولانا لطف اللہ سے بھی تربیت
 حاصل کی تھی۔ کئی سال تک فرغانہ کی حدود میں مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ مولانا علیم علامہ تاشقندی
 جو حافظ کوہکی کے نام سے مشہور ہیں اور جو مولانا عصام الدین کے کبار تلامذہ میں سے ہیں اور جن
 کی کئی خوبصورت تصانیف ہیں وہ آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ میر فاضل کو معلوم ہوا
 کہ حافظ کوہکی کو خواتین کی صحبت بڑی پسند ہے۔

اس پر میر فاضل نے حافظ کوہکی کو لکھا: **كَشْرَةُ مُبَاشَرَةٍ النِّسَاءِ**
تَمْنَعُ مِنَ الدِّيمَانِ (عورتوں سے میل جول

کی زیادتی ایمان سے روکتی ہے)

میر خٹائی جو بڑی ریاضتوں والے بزرگ اور بڑے عجیب حالات کے درویش تھے اور جو مظاہر جمیلہ کے اسرار کے آشنا تھے وہ بھی میر فاضل علی کے مرید تھے رحمہم اللہ سبحانہ۔

میر محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ: آپ بھی حضرت مولانا خواجگی کے مخلص اور منظور نظر تھے جب آپ کی والدہ کا انتقال ہوا تو مولانا خواجگی نے اپنے

مریدوں سے کہا کہ ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ پڑھیں۔ بارہ ہزار کی تعداد میر محمد صالح کے لیے مقرر ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر سے نماز عصر تک ان بارہ ہزار کو ایک حبس نفس میں پڑھ لیا۔ اور دوستوں سے کہا کہ حضرت مخدوم کو بتادیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کوئی تعجب نہیں کہ جب ستر آدمی اسرار الہی سے پیوست ہو جائے تو پھر زمانہ اور وقت کا معاملہ نہ مشکل رہتا ہے نہ محال۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنی مدت میں کہ پاؤں ایک رکاب سے دوسری رکاب میں لے جاتے پورا قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے۔

عشق راطی لسان است کہ صد سالہ سخن

دوست با دوست بہ یک چشم زدن میگوید

(عشق کو زبان کی منزلیں طے کرنے میں یہ کمال حاصل ہے کہ سو سالہ بات ایک دوست دوسرے دوست سے پلک جھپکتے کہہ دیتا ہے)

خواجہ شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کی اولاد

مبارک کے مجاور۔ آباؤ اجداد کے جذبہ سے آپ کو حصہ ملا ہے پھر حضرت مولانا خواجگی کی نظر و صحبت سے کامل حصہ ملا۔ حضرت مولانا خواجگی نے بخانا جانے سے پیشتر فرمایا کہ میں حالت کشف میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے مزار پر انوار پر گیا۔ مزار مبارک کے ارد گرد خس و خاشاک کوڑا کرکٹ ہے۔ میں نے چاہا کہ بھاڑ دوں کہ صاف کر دوں۔ اتنے میں ایک نوجوان ایسی ایسی داڑھی والا آگے آیا اور اس نے کہا میں حضرت کی اولاد میں سے ہوں۔ جھاڑو مجھے دے دیں اور اس نے میرے ہاتھ سے جھاڑو لے لی اور دینی شروع کر دی۔ لوگوں میں خیال آرائیاں ہوئیں کہ وہ

نوجوان بھلا کون ہو سکتا ہے مخلصین نے عرض کیا کہ وہ نوجوان حضرت خواجہ شاہ ہیں کہ حضرت ہمیشہ ان کے پاس جانے کے متمنی رہتے ہیں جب حضرت مولانا خواجگی بخارا تشریف لائے تو خواجہ شاہ کے یہاں اترے اور آپ نے شناخت کر لیا کہ یہ وہی نوجوان ہیں جو انہیں خواب میں دکھائے گئے تھے۔ خواجہ شاہ بھی آپ کے ساتھ انتہائی نیاز مندی اور انکساری کے ساتھ پیش آئے اور آپ کی خدمات بجالائے۔ جس دن حضرت مولانا خواجگی بخارا اور نواحی علاقوں میں مزارات کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے خواجہ شاہ پیدل آپ کے ہمراہ تھے۔ دل پریشان اور روتے جلتے تھے۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ جہاں کے مزار مبارک پر تشریف لائے اور طریقت کی تعلیم کی درخواست کی۔ حضرت مولانا خواجگی نے فرمایا

تنور گرم ست خامسوز مشوید
(تنور گرم ہے۔ اوپر سے پکے اور اندر سے کچے نہ ہو)

اور حضرت خواجہ احمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت کے بعد خواجہ شاہ کو بیعت کیا اور طریقہ کی تعلیم دی۔ اس بیعت کے بعد خواجہ شاہ کی دلی پریشانی جذبہ اور وہ حالت درد و محبت درست ہوئی۔ اور دل حاضر کے مشاہدہ سے آپ پر ایک رقت طاری ہوئی۔ پھر مولانا خواجگی حضرت خواجہ بزرگ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گئے اور خواجہ شاہ پیدل آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں ایک گدھا موجود تھا مولانا خواجگی نے خواجہ شاہ سے فرمایا اس پر سوار ہو جائیں آپ نے اطاعت کی اور اس پر سوار ہو گئے جب حضرت خواجہ اسحاق کلابادی کے مزار پر پہنچے آپ نے فرمایا۔

امروز با شما آں معاملہ کر دیم کہ حضرت خواجہ بزرگ
بہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہما۔ کردہ بودند امروز
چندیں ہزار حجب طے کر دید

(آج ہم نے تمہارے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت خواجہ بزرگ بہاؤ الدین نقشبند بخاری نے حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہما اللہ کے ساتھ کیا تھا۔ آج تم نے کئی ہزار حجاب طے کر لیے ہیں)

حضرت خواجہ شاہ اس پر شکر بجالائے اور اس کے بعد فرمایا۔ اس وقت کیا عجیب حالت اور کیا بے خودی تھی جو مجھ پر طاری ہوئی۔

مولانا سعید سکونی رحمۃ اللہ علیہ : خواجگی کے خلفاء میں شمار کیا ہے۔ آپ صاحب دوا نے آپ کو بھی حضرت مولانا

ظاہری علوم میں مولانا عصام الدین کے شاگرد تھے۔ اور ممتاز محقق علماء میں آپ کا شمار تھا۔ بڑے طویل عرصہ تک مولانا کے ساتھ رہے ان کی خدمت کی اور نسبت حاصل کی۔

مولانا خواجگی کے مقامات کے بیان کے ذیل میں لکھا ہے کہ ایک دن مولانا سعید سکونی میر ابو الصفا اور چند دوسرے علماء مولانا کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتفاقاً اس روز قبض و بستی کی درمیانی حالت محسوس ہوئی مولانا اٹھے اور ایثار کیا۔ اہل مجلس نے بھی ایسا ہی کیا۔ صحبت گرم ہوئی اور حضرت مخدوم انتہائی خوشی کے عالم میں تھے اور حاضرین وجہ کے عالم میں اور رو رہے تھے۔ ان دو عالموں نے بھی ایثار کیا۔ باہم معانقہ کیا اور روئے اور کہا افسوس عمر قیل و قال میں گزر گئی اور ہم اصل مقصود سے دور رہے۔

بے غم عشق تو صد حیف ز عمر یکہ گذشت پیش ازیں کاش گرفتار غمت می بودم
صد افسوس کہ تیرے عشق کے غم کے بغیر ایک عمر بیت گئی۔ اے کاش ہم اس سے پہلے تیرے غم میں گرفتار ہو گئے ہوتے؟

یہ سن کر حضرت مخدوم نے اپنے کپڑے ان عزیزوں کو دے دیئے۔

میر ابو الصفا ان میر ابو البقاء کے بھائی ہیں جو مشہور عالم اور صاحب تصانیف بزرگ ہیں میر ابو البقاء حضرت شیخ نور الدین محمد خوانی کے مرید تھے اور میر ابو الصفا حضرت مولانا خواجگی کے۔ حضرت مولانا سعید سکونی نے انہی سال کی عمر میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے عمان کا راستہ اختیار فرمایا۔ ان ایام میں چونکہ راستہ محفوظ نہ تھا۔ پُر خطر تھا اس لیے آپ وطن واپس ہو گئے۔ ہندوستان اور کابل میں سلاطین و خوانین و علماء نے آپ کے قدمِ مینت لزوم کو غنیمت جانا اور انتہائی توقیر و احترام کے ساتھ پیش آئے۔ شہزادہ حکیم مرزا چونکہ درویشوں کے ساتھ چونکہ بڑی محبت رکھتا تھا اس نے چند دن آپ کو کابل میں روک لیا۔ اسی شہر کابل میں ۹۱۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور اس علاقہ کے مشہور بزرگ خواجہ عبدالصمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے صفہ قبر میں مدفون ہوئے۔ قاضی نظام بدخشان نے آپ کے قابل

شاگردوں میں سے تھے اور کابل میں بڑی عزت کے مالک تھے اور بڑی شان کے بزرگ سمجھے جاتے تھے جب مولانا سعید سکونی سفر حج سے واپس لوٹے تو انہوں نے انہیں اپنے یہاں مدعو کیا اور ہر طرح کے نونوں تھنے اور ہلایا ان کی نذر کیے۔ آٹھ خادم لائے اور خود ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا اس خادم کو بھی حضرت مولانا کے غلام ہونے کی عزت حاصل ہے۔

حافظ حسین رحمۃ اللہ علیہ : وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم مسجد مٹاک میں حالت اعتکاف میں تھے۔ اچانک آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا مبارک مسجد کی چھت تک پہنچ گیا ہے اور ساری مسجد آپ سے پڑ ہو گئی۔ میں نے یہی سمجھا کہ اس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے۔ آپ کے معتقد ایک اور درویش بھی تھے۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ حافظ حسین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت مخدوم کے خاص حجرہ میں آیا۔ میں نے آپ کی دونوں ابرو کے درمیان ایک سیاہ خط دیکھا۔ دوسرے دن میں نے چاہا کہ پوچھوں۔ چنانچہ جب میں آیا تو آپ نے پوچھا کیا چاہتے ہو کہ میں نے کہا آپ کو تو معلوم ہے فرمایا اسے خطِ نبوی کہتے ہیں۔

حافظ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ : آپ حافظ حسین مذکور کے شاگرد تھے اپنے استاد سنی تھیں۔ توفیق الہی سے ہدایت نصیب ہوئی اور مخلصین میں سے ہو گئے۔ ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے اور حضرت کی عنایات آپ کو حاصل رہیں۔ آپ نے ان کی بعض کلمات نیز بعض ارشادات و حالات کو قلمبند کیا ہے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس دنیا سے وہ چیز لے جاؤ جو وہاں نہیں ہے مگر وہاں اس کی بڑی قدر و قیمت ہے اور وہ چیز درد و سوز ہے۔ آپ حضرت مولانا رومی کے یہ اشعار بہت پڑھا کرتے تھے۔

علم نیست آن جلئے کہ اسرار هست
طاقت روحانیاں بسیار هست

سوزِ جان و دردِ دل می بسر ہے
زانکہ این آنجا نشان ندہد کسے

رجہاں اسرارِ ادرا علوم باطن ہیں وہاں قیل و قال نہیں۔ ویسے زاہد و طاعت
گزار بہت ہیں۔ وہاں کے لیے روح کا سوز اور دل کا درد ساتھ لے لے کہ یہ
وہاں کم ہے)

پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ : آپ مجذوب تھے اور قوی حال کے مالک۔ اچانک
آپ پر حضرت مولانا خواجگی کی محبت کا غلبہ ہوا۔ ایک

رات ایک درویش تشریف لائے اور آپ ساری رات عاشقانہ اشعار پڑھتے رہے اور
نالہ و فریاد کرتے جلتے یہاں تک صبح ہو گئی۔ جب حضرت مولانا خواجگی کی خدمت میں پہنچے
تو مولانا نے یہ مصرع پڑھا :

مقصد بالائے بام است نزد بان می باید

(مقصود بالا خانہ پر ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے سیرٹھی کی ضرورت ہے)
اور فرمایا :

سر خود بریدہ زیر پائے باید نہاد

(اپنا سر کاٹ کر کے ان کے قدموں تلے رکھ دے) اس پر اس مجذوب درویش نے
برجستہ کہا :

چہ یک سر اگر ہزار سر باشد بریدہ بہ زیر پاکتم

(ایک سر کیا اگر ہزار سر ہوں تو وہ بھی کاٹ کر قدموں تلے رکھ دوں) اور یہ بات انہوں
نے کچھ اسے سوز و گداز سے کہی کہ حضرت مولانا خواجگی پر کیفیت طاری ہو گئی اور پیر رومی کو محبت
سے گلے لگا لیا۔ پیر رومی حضرت مخدوم کے انتقال کے بعد تشریف لائے اور یہ شعر پڑھا :

دل بالغمزہ بردی رخ خود نمی نمائی ز کجاست جویم اے جاں ز کہہ پر سمت کجائی

(اے محبوب آنکھ کے اشارے سے تو نے دل تو لے لیا مگر اپنا چہرہ نہیں دکھاتا میں تجھے
کہاں ڈھونڈوں۔ وہ کون سی سمت ہے جہاں تو مجھے مل جائے)

شیخ دلابادی مودن رحمۃ اللہ علیہ : آپ اس سلسلہ کے اصفیاء میں سے تھے۔ آنار فناء آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ حضرت مولانا خواجگی آپ کو بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں جب حصول طریقت کی خواہش مرے دل میں پیدا ہوئی تو میں بے سرو سامان ہر جانب گھومتا پھرتا اور مرشد تلاش کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات حضرت خواجہ بزرگ بہاؤ الحق والدین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے پہلو میں ایک اور درویش تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا انہیں تلاش کرو۔ میں جب خواب سے بیدار ہوا تو دل میں حضرت مولانا خواجگی کی طرف کشش محسوس کی۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا تو ان کو وہی شکل و صورت والا پایا جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔

میر علیہ رحمۃ اللہ علیہ : آپ بخارا میں رہائش پذیر تھے اور پرچون فروشی کرتے تھے اور اس لباس میں خود کو چھپایا ہوا تھا۔ بڑے پاکیزہ قلب کے مالک تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا خواجگی کے ساتھ کامل درجہ کا اخلاص رکھتے تھے۔ ایک موقع پر فرمایا :

ماہمہ ریزہ چین خوان نوال اودیم
(ہم تو بس مولانا خواجگی کے عطا و بخشش کے دسترخوان کے ریزے چننے والے ہیں)
ایک درویش حضرت مولانا خواجگی کے ساتھ بخارا سے سمرقند کی طرف سفر پر تھے کہ میر علیہ نے ان سے فرمایا کہ اے برادر! کیسی خوش نصیبی ہے کہ مولانا خواجگی تجھے اپنا رفیق سفر بنائیں گے انشاء اللہ تجھے استقامت نصیب ہوگی اور حضرت مخدوم کی بہت تعریف کی۔ ان درویش کا بیان ہے کہ میں جب حضرت مخدوم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ہماری بہت تعریف کی ہے اور میر علیہ نے میرے بارے میں بھی جو کچھ کہا تھا آپ نے وہ سب بتا دیا۔

مخدوب رومی رحمۃ اللہ علیہ : آپ حضرت شیخ ابراہیم مصری کے مرید تھے مگر حضرت مولانا خواجگی سے کامل عقیدت رکھتے تھے اور انہیں پریمیاں کہا کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال آپ کی خدمت میں رہے۔ ہمیشہ مست اور

محبت سے مغلوب رہتے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے رہتے۔ مولانا خواجگی کو مولام (یا میرے آقا) کہہ کر پکارتے۔ مولانا کے مریدوں کا بھی بڑا ادب کرتے اور ان کے ساتھ اخلاص سے پیش آتے اور فرمایا کرتے:

”چوں من اگر از پیر خود جدا نید آں زمان قدر پیر شتا سید۔“
(میری طرح اگر تم اپنے پیر سے دور ہو تب اپنے مرشد کی قدر پہچانو گے)
ایک مدت بعد حضرت مولانا سے اجازت چاہی اور روم تشریف لے گئے۔

مجدوبہ عارفہ: سنگراک کے قریب یہ عارفہ رہائش پذیر تھیں اور غائبانہ حضرت مولانا خواجگیؒ سے اخلاص رکھتی تھیں۔ باطنی حالات بلند تھے چنانچہ سلسلہ تشریف حمدانیہ کے ایک بزرگ درویش سلیمان بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن سنگراک کے قریب تھے بادل کڑک رہے تھے اور بجلی چمک رہی تھی ہم ایسے موسم کے باعث مع ساتھیوں کے ان مجدوبہ عارفہ کے خیمہ کی طرف آئے۔ یہ مجدوبہ اپنے بہت سے عقیدتمندوں اور خادموں کے ساتھ باہر تشریف لائیں۔ آپ کی شخصیت کا عجیب رعب تھا اور ایک عجیب کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ مجدوبہ نے ہم سے پوچھا کہ تم حضرت مولانا خواجگیؒ کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں۔ انہوں نے فرمایا میں سترہ سال سے ان سے بیعت ہوں۔ آپ ہم پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ ہر روز و شب دو مرتبہ ظاہر ہوتے ہیں اور مشکلات مراحل دور فرماتے ہیں اور اب جبکہ ان کے انتقال کو سات سال گزر چکے ہیں ان کا ہمارے ساتھ اسی طرح معاملہ ہے کہ اسی شکل و صورت اور اسی سیرت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ درویش سلیمان فرماتے ہیں اس مجدوبہ عارفہ کی باتیں سن کر مولانا خواجگیؒ کے ساتھ ہماری عقیدت صحیح ہو گئی۔

دس بزرگ: مولانا حمید الدین تاشقندیؒ مولانا بابا حجرہؒ میر قاری شاہ خیمہؒ میر فرخؒ مولانا یادگارؒ شیخ ذوالنونؒ مولانا یوسف علی آہنگرانیؒ مولانا قاسم کاتبؒ شیخ قربان اشتر بانؒ اور مولانا خواجہ محمد شریفؒ اند جانی رحمہم اللہ۔ یہ دس بزرگ بھی حضرت مولانا خواجگیؒ کا سانی کے یاران صاحب وقت و حضور میں سے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے بزرگ اور ایک کثیر جماعت حضرت مولانا کی صحبت سے ذوق و حال کو پہنچی تھی اور

انہوں نے مرتبہ کمال حاصل کیا تھا۔ راقم الحروف کو چونکہ ان کے حالات کی تفصیل نہیں مل سکی ہے اس لیے محض ان کے نام ذکر کر دینے پر اکتفا کیا ہے

بسما ہیاں کاندیں بھر ژرف

نماند زیشاں نہ ناسے نہ حرف

اس گہرے سمندر میں کتنی ہی پھیلیاں ہیں جو ایسی ختم ہوئیں کہ نہ ان کا نام باقی رہا نہ نشان (حضرت مولانا خواجگی کی کرامات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ شیخ مصلح الدین نجندی قدس سرہ کے مزار مبارک پر نو دن تک رہے اور خوب خوب برکتیں سمیٹیں۔ حضرت شیخ مصلح الدین اپنے وقت کے قطب تھے مولانا فرماتے ہیں مجھ پر جب بھی جذب و تصرف کی کیفیت غالب ہوتی حضرت شیخ بے حد توجہ اور عنایت فرماتے۔ اس کے بعد مولانا اٹھے اور چھ درویشوں کو اپنی طرف کھینچا اور آغوش میں لے لیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ تمام چھ حضرات آگے چل کر بڑے مرتبہ کے بزرگ ہوئے اور بڑے کمال کو پہنچے۔

جامع مقامات نے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا خواجگی کی مجلس میں ایک طالب علم بھی آیا کرتا تھا۔ مجلس میں وقت سماع جو چھینیں بلند ہوتیں اور شور اٹھتا یہ طالب علم اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر اس کی نقلیں اتار کرتا اور اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اپنی عادت کے مطابق ایک دن وہ اسی غرض سے اس مجلس میں آیا ہی تھا کہ اتفاقاً حضرت مولانا خواجگی کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس بابرکت نظر نے اس طالب علم میں ایک جذب کی کیفیت پیدا کر دی اور وہ حضرت کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ روتا جاتا تھا اور توبہ کرتا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ حضرت کا سچا مرید ہو گیا اور بڑا صاحب احوال ہوا۔ ایک دن حضرت مولانا نے اس کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ میاں ہم نے سنا ہے تم توبہ کرنے سے پہلے ہماری بڑی نقلیں اتار کرتے تھے۔ تمہاری عقل کرنے کی قوت بھی خوب تھی۔ اس نے بڑا کرشمہ دکھایا۔ جاؤ خوب نقلیں اتارو اور اپنے انہیں طالب علم ساتھیوں کے پاس جاؤ اور انہیں اجانت سے سرفراز فرمایا۔ رحمہم اللہ سبحانہ رحمۃ واسعہ۔

بیان حالات اصحاب خلفاء مولانا خواجگی کا سانی: اور اب ہم ان بزرگوں

کے حالات بیان کرتے ہیں جنہوں نے حضرت مولانا خواجگی کا سانی کے خلفاء و اصحاب رحمہم اللہ سے فیض حاصل کیا اور یہ نعمت انہیں پہنچی۔ **بِعَوْنِ اللَّهِ وَتَوْفِيقِهِ**۔

آپ مولانا لطف اللہ
مولانا اکبر شیر غانی المعروف بابن مبین رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر

خليفة تھے بڑے صاحب وجد و ذوق اور بڑے صاحب حسن سیرت و اخلاق جیسا کہ مولوی معنوی حضرت مولانا رومی نے فرمایا۔

من آن معنی ام کہ در سخنان من جلوہ گراست

(میں وہ معنی ہوں جو میری باتوں میں جلوہ گر ہے)

ذوق و وجدان کے آثار اور عشق و عرفان کے اسرار معرفت کے شناساؤں پر ظاہر ہیں۔ ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اس معنوی تجارت کی سیاحت کے دوران حضرت مولانا شیر غانی کی صحبت شریف میں بھی پہنچے ہیں اور ان کے طریقہ کو بڑا پسند فرمایا ہے چنانچہ آپ کے حالات کے تحت انشاء اللہ تفصیل آئے گی۔

حضرت مولانا شیر غانی کئی سال شہر بلخ اور اس کے اطراف میں طالبان طریقت کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔ بہت سے مستفیدین آپ کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ حاجی ابراہیم جو درویش ہروی کے نام سے مشہور تھے آپ کے منظور نظر مریدین میں سے تھے۔ انہوں نے پیدل کامل توکل و فقر کے ساتھ حجاز کا سفر اختیار کیا اور کئی جج کیے تھے۔ اب برہان پور میں ان کے پاس زندگی گزار رہے ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے راقم الحروف سے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک دن ایک شخص مولانا کے دسترخوان پر حاضر ہوا۔ شروع میں حضرت نے ان کے ساتھ خوش اخلاقی کا معاملہ کیا لیکن اس شخص نے تکبر و غرور کا مظاہرہ کیا اور کھانے سے کبھی کبھی ہاتھ کھینچتا۔

مولانا نے جب اس کا کبر دیکھا تو اس نے منہ پھیر لیا آپ کی طبیعت پر بڑی گرائی ہوئی۔ درویشوں نے یہ دیکھا تو اس کو مجلس سے باہر نکال دیا۔ وہ جب جانے لگا تو اس نے اندر دیکھا اور تکبر و عناد کے باعث معذرت تک نہ کی۔ اس نے چاہا کہ اپنے وطن لوٹ جائے۔ لیکن راستہ میں مرگیا اس کی لاش کئی دن تک — وہیں پڑی رہی۔ کوئے اور گدھ اسے کھاتے رہے۔ کہتے ہیں کہ عبد اللہ خان کا

لڑکا عبدالمومن خان جوان تھائی بد مزاج شہزادہ تھا اور ناراض ہونے کے بہانے ڈھونڈا کرتا تھا۔
حضرت مولانا کے پاس آیا اور کرامات کا مطالبہ کیا۔ مولانا نے فرمایا اے خان میری کون سی کرامت
بھلا اس سے بہتر ہوگی کہ میں ایک ایسے مزارع کا لڑکا ہوں جو آپ کی رعایا ہے۔ اس
دیہات میں میرے والد سے زیادہ کم رتبہ کوئی نہیں اور پھر حق سبحانہ و تعالیٰ آپ جیسے عظیم الشان
بادشاہ کو مجھ جیسے دکھیا کی کٹیا میں لے آیا۔ خان کو مولانا کا یہ انداز گفتگو بے حد پسند آیا اور وہ
خوش ہو گیا۔

مولانا شبر غانیؒ کی غزلیات کا دیوان جس میں آپ نے اپنا تخلص ابن یمن رکھا ہے مشہور
ہے۔ آپ کی مثنوی ہفت مجلس بھی بہت مشہور ہے۔ "آتش گاہ" اور "سوختگان مہجور" بھی
آپ کی غزلیات کے مجموعے ہیں یہ غزل بھی آپ کی ہے۔

ہر صورتے کہ در نظر آمد نمود اوست
آہ این چہ آتش است کہ از عشق بر فروخت
فارغ و نقش صورت اغیار تا ابد
ابن یمن چو چنک شد از بار غم شنو
ایں ناہائے زار صدائے سرود اوست

(جو صورت بھی نظر آتی ہے اسی کی نشاندہی کرتی ہے۔ تمام کائنات اسی کے وجود
کا مظہر ہے۔ آہ! عشق نے یہ کیسی آگ لگا دی ہے۔ جس شعلہ نے ہر دو جہاں جلا
ڈالے وہ اسی کا ہر دہے۔ ابد تک وہ صورت اغیار کے نقش سے فارغ ہے
حیرت ہے کہ وہ جمال نشین اس کا شہود ہے۔ ابن یمن اب جبکہ غم سے بو بھل ہو
گیا ہے تو سنو کہ یہ ناہائے زار اس کے ہی سرود کی صدا ہیں)

حضرت مولانا شبر غانیؒ کا انتقال ۸۷۱ھ میں وصال ہوا۔ آپ کی قبر مبارک شبر غان میں ہے۔ آپ
کے بعض عالی نسب مرید ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر انشاء اللہ سبحانہ آگے آئے گا۔

بعض حضرات نے آپ کو عباسی اور
مولانا پائندہ محمد انیسویں رحمتہ اللہ علیہ بعض نے علوی کہا ہے۔ آپ نے

رفع تعین کے لیے خود کو پوشیدہ رکھا اور خود کو ملا پائیدہ کہا کرتے تھے۔ آپ حضرت مولانا خور
 کے کامل خلفاء میں سے تھے۔ کہتے ہیں حضرت مولانا خور دتک رسائی سے پہلے آپ بطریق
 اولیت حضرت خواجہ بزرگ بہاؤ الدین رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے
 تھے ان کی عنایات و تربیت آپ کے ساتھ ہی تھی۔ پھر جب حضرت مولانا خور د کی خدمت
 میں پہنچے تو چونکہ پہلے سے تربیت نصیب ہو چکی تھی بہت تھوڑی مدت میں آپ نے بہت
 کچھ حاصل کر لیا۔ قابل فخر شہر بخارا کے طالبان طریقت کے افادہ کے لیے مولانا خور د نے ان کا
 انتخاب کیا اور انہیں مجاز بنایا۔ چنانچہ ان کی ہدایت پر یہ بخارا گئے۔ بیس سال سے زیادہ مسجد
 مناک میں تجرد و لغو کی زندگی گزاری۔ بڑے ذوق و شوق سے وجد و سماع میں مصروف رہتے
 پیری مریدی کے آداب اور اس سلسلہ عالیہ کے ذکر و مراقبہ کے طریق میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا
 چونکہ حضرت خواجہ بزرگ سے آپ کو حصہ ملا تھا اس لیے آپ حضرت خواجہ کے خاص طریقہ یعنی
 عزیمت کا التزام اور زہمت سے دوری کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ ایک دن کسی کام کے سلسلے
 میں کہ درپیش تھا حاضرین میں سے کسی نے کہہ دیا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے۔ مولانا
 یہ سن کر براؤ زخمی ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اس جائز پر عمل کرنا ہمارا کام نہیں۔ یعنی ہمارا مطلوب اور
 معمول اولویت ہے اور عزیمت کہ کیا بہتر ہے اور کیا حکم ہے لیکن اپنے مشائخ کے اتباع میں
 آپ زہمت پر بھی عمل کرتے تھے۔ اور حفاظ الحان کے ساتھ اور بالجہر آپ کی مجلس میں قرآن کریم
 کی تلاوت کیا کرتے اور اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے معتقد صوفی سماع و رقص میں بھی
 مشغول ہوتے تھے۔ آپ کی خود بھی کبھی کبھی بلند آواز سے چیخ نکل جایا کرتی تھی اور آپ بھرا
 کرتے تھے۔ آپ ایک مرد با حضور تھے۔ مسجد و محراب کے علاوہ آپ کا کوئی گھر نہ تھا۔ آپ کو
 جو بھی تحفے یا بدایا ملتے آپ ان سب کو فقراء و حفاظ میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ میں نے سنا
 ہے کہ کبھی کبھی آپ پرانے کپڑے کندھے پر ڈالتے اور بانار لے جاتے انہیں بیچتے اور اس طرح
 اپنی روزی حاصل کیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی درویش اس کام میں ان کی مدد کرنا چاہتا تو وہ اسے
 منع کر دیا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ ان پر یہ صادق آیا تھا عَاشَ حَمِيدٌ اَوْ مَاتَ سَعِيدٌ
 کہ وہ پاکیزہ قابل تعریف انداز میں زندگی گزار گئے اور سعید و نیک بخت ہو کر مرے (موت)

جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ستر سال تھی۔ رحمۃ اللہ سبحانہ۔

ان کے معتقدین میں سے ایک درویش نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کھانا تناول فرما رہے تھے اور قریب ہی ایک مولہ دانے چگ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر آپ واقعاً اللہ کے ولی ہیں تو اس مولہ کو اپنے پاس بلائیں وہ پرندہ آپ کے پاس آئے اور آپ روٹی کے ٹکڑے اس کی طرف ڈالیں اور وہ چگے۔ بس میرے دل میں یہ خیال آنا تھا کہ آپ کے باطن میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ آپ نے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے اور اس پرندہ کی جانب ڈالے وہ پرندہ آپ کے نزدیک آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس پرندہ سے فرمایا آ اور چگ کہ دوست ہمارا امتحان کرنا چاہتے ہیں۔ لوگ باہر آگئے اور اسی سوچ میں پڑ گئے کہ آخر یہ کون بے ادب ہے جو اس بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ مجبوراً میں نے اقرار کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی حضرت مولانا کے منتسبین نے آپ کی کرامات جمع کی ہیں لیکن جیسا کہ مقولہ ہے۔ اَلْقَلِيلُ يَكْدُ عَلَى الْكَثِيرِ (کہ تھوڑا بھی زیادہ کی نشاندہی کرتا ہے) ہم نے آپ کی ایک کرامت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے کیونکہ اس کتاب میں ہمارا طریقہ کثیر کرامات کا بیان کرنا نہیں ہے۔ حضرت مولانا کے بعض صاحب دل دوست بلکہ کامل خلفاء ہوئے ہیں جن میں سے بعض اسی دنیا سے گزر چکے ہیں اور بعض تاحال قابل فخر شہر بخارا میں موجود ہیں ان میں سے بعض کے مختصر حالات اس کتاب میں انشاء اللہ آئیں گے۔

آپ بھی مولانا غورد کے خاص الخاص خلیفہ

مولانا زرسون قاضی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور صاحب جذبہ و شورش۔ سماع

اور رقص سے کافی شغل رکھتے تھے اور کبھی کبھی وجد کی حالت میں اپنی ٹوپی آسمان کی طرف اڑاتے تھے۔

زاں راہ اگر گردی صبا بر تارک جان افگند

نختم از شادی گلہ بر فرق ایوان افگند

(جس راہ سے اگر آپ گزر جائیں تو گویا باد صبا کسی جان دینے والے پر گزر جاتی ہے)

اگر آپ میری خوش بختی سے خوش ہو جائیں تو بڑے بڑے محلات پر میرا بخت گلہ کرنے لگ جاتا ہے
 کئی سال بلخ میں رہنے کے بعد ۱۱۸۷ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور ایک سال بعد
 حرمین محترمین زادہما اللہ تعالیٰ شرفہما کے لیے روانہ ہوئے اور ۱۱۸۸ھ میں قبل اہل کے کہ ج
 کرتے مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ ایک بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے فرمایا کہ مولانا ترسون
 قاضی نے مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔ میں نے ان کے لیے لسان الاسرار حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
 کے دیوان سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا۔

بر آستانِ جانان گمر توں نہادن گلبانگ سر بلندی بر آسمان توں زد
 (اگر محبوب کے آستانہ پر سر رکھ دینا ممکن ہو جائے تو سر بلندی و ترقی کا نعرہ آسمان تک پہنچ
 جانا ممکن ہو جاتا ہے)

ایک اور بزرگ سے جو مولانا قاضی سے بڑا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی بات پر اعتماد کیا
 جاسکتا ہے میں نے سنا کہ ایک لڑکے کو اس کے والدین قاضی صاحب کے پاس لائے جو اگرچہ
 پانچ چھ سال کا ہو گیا تھا مگر بول نہ سکتا تھا۔ اس لڑکے کے والدین نے مولانا قاضی سے درخواست
 کی کہ دعا فرمائیں کہ لڑکا بولنے لگے۔ مولانا نے پوچھا کہ اس لڑکے کا کیا نام ہے۔ والدین نے نام
 بتایا۔ آپ نے وہ نام لے کر جیسے ہی لڑکے کو پکارا اس نے فوراً جواب دیا اور پھر آہستہ آہستہ
 بولنے لگا یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد بالکل صحیح ہو گیا اور خوب بولتا تھا۔

مولانا قاضی ترسون نے بھی بہت سے مرید اور یاران صاحب معنی چھوڑے جن میں خواجہ
 تاشقندی کا مختصر ذکر گزر چکا ہے۔ اور مولانا صالح بدلی ہی کہ لاہور میں شوق و حضور کی زندگی گزاری
 اور اسی شہر میں ۱۱۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ رباعی آپ ہی کی ہے۔

خوش آنکہ بہ دردِ عشق خشنود بود . پیوستہ بہ ترک بود و نابود بود
 سوز بہ تفراق و آہے نہ کشد . چون تنفس کہ در گرفت کم دود بود
 (وہ خوش نصیب ہے جو دردِ عشق سے سرشار ہو۔ ہمیشہ مقام فنا و بقا پر فائز ہو
 فراق میں جل رہا ہو اور آہیں نہ بھرے اس چیز کی مانند کہ جل رہی ہو اور کم دھواں دے)
 مولانا ہروی بھی جو شہر بلخ میں تھے مولانا ترسون قاضی کے خلیفہ تھے اور درویش حیدر طالقانی

اور خواجہ یار محمد جو فتح پور میں تھے اور وہیں انتقال فرمایا اور مولانا یار محمد جو ہرات کے قصبہ قرزودہ میں تھے رحمہم اللہ سبحانہ۔

صاحب دوائر فرماتے ہیں کہ آپ شیخ یوسف ترک رحمۃ اللہ علیہ: خواجہ محمد اسلام کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ

کے ثمرن صحبت سے پہلے آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل و صورت والا جوان ایک کھڑکی میں بیٹھا کچھ کاغذ کے ٹکڑے آپ کی جانب پھینک رہا ہے اور ان کاغذ کے ٹکڑوں پر اسم جلیل ذات یعنی لفظ اللہ لکھا ہوا ہے۔ آپ یہ دیکھنے کے بعد اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور کئی سفر کیے یہاں تک کہ ایک دن قابل فخر شہر بخارا میں حضرت خواجہ جوہر یار کو دیکھا اور فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی نورانی شکل و صورت والے جوان ہیں جن کی انہیں تلاش ہے۔ آپ نے ان سے جب تلقین ذکر کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ اسم مبارک اللہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے قُلِ اللّٰهُ شَوَّ ذَرَهُوْا رَآپ کیئے اللہ پھر انہیں چھوڑ دیجئے) آپ نے اس پر عمل کیا۔ ذکر اسم ذات کی آپ سے تلقین حاصل کی اور سیر و سیاحت چھوڑ کر آپ کی صحبت کو اختیار کیا اور بلند مقامات کو پہنچے۔ آپ نے ۹۶۳ھ میں انتقال فرمایا اور بخارا سے ایک فرسنگ کے قریب وہ لو میں مدفون ہوئے۔

آپ حضرت مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے آپ سے خواجہ عبید کابلی رحمۃ اللہ علیہ: اجازت و نصرت کے بعد سلطان محمد حکیم مرزا کے عہد

میں کابل میں طالبان طریقت کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لے آئے۔ ایک مذہبی فرمان کے تحت سلطان نے آپ کو صوبہ تبت میں لوگوں کی تربیت کے لیے بھیجا۔ وہیں آپ نے انتقال فرمایا اور تبت ہی میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ مثنوی مولانا روم پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا اور آپ کی مجلس میں زیادہ تر اسی مثنوی کے اشعار پڑھے جاتے تھے ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے آپ ہی کی خدمت میں آکر توبہ فرمائی اور رجوع ہوئے تھے جیسا کہ انشاء اللہ آپ کے حالات میں اس طرف اشارہ آئے گا۔

آپ حضرت مولانا دوست صحاف کے جلیل القدر خلیفہ تھے درویش سبیر رحمۃ اللہ علیہ: اور شیخ شرمندہ کے لقب سے مشہور۔ جب کوئی آپ سے

اس لقب "شرمندہ" کے متعلق پوچھتا تو آپ فرماتے کہ یہ عاجز اپنے خدا کے سامنے اپنے کیے پر شرمندہ ہے اس لیے یہ لقب پایا۔ کہتے ہیں اس سلسلہ عالیہ میں آپ کے داخل ہونے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آپ عام طریق پر کسب زندگانی میں مصروف تھے کہ ایک دن بخارا مزارات کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اسی دوران آپ کو خیال آیا کہ مزارات پر شیرینی تقسیم کرنے کے لیے انہیں درہم و دینار کی ضرورت ہوگی۔ انہیں اگرچہ یقین تھا کہ ان کا کیسہ خالی ہے پھر بھی آپ نے اسے زیارت جانے سے پیشتر ساتھ لے لیا۔ جب مزار پر پہنچے تو مزار کے خدام کے اطمینان کے لیے کیسہ میں ہاتھ ڈالا۔ آپ کی حیرانی کی حد نہ رہی جب آپ نے کیسہ کو سونا چاندی سے بھرا ہوا پایا۔ اس سونا چاندی نے آپ کو دنیاوی سونا چاندی کی قید سے آزاد کر دیا اور یہ سب کام چھوڑ چھاڑا اب آپ کو ایک دوسری ہی دھن سوار ہو گئی چنانچہ آپ شہر بلخ میں حضرت مولانا دوست کی خدمت کے لیے آگئے لیکن آپ جب بھی مولانا کی خدمت کے لیے خانقاہ میں داخل ہونا چاہتے مولانا فرماتے اسے باہر نکال دو۔ آپ چنانچہ کفش دوزوں یعنی موچوں کے پاس رہے یہاں تک کہ ایک دن مولانا کو ہدایت ہوئی کہ ایک سبز فام درویش ہے اس خانقاہ میں اس کا مطلوب و مدعی پورا ہونا ہے۔ اس بنا پر ہماری تربیت موقوف ہوئی حلقہ کے ایک اور درویش جو سبز رنگ تھے سمجھے کہ شاید اشارہ ان کی جانب ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک چرخ بلندی۔

مولانا نے اشارہ سے کچھ فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس سے مراد تم نہیں ہو۔ ایک دن مولانا اپنی پاکی میں بیٹھے کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ درویش سبز یعنی جن کا ذکر موضوع گفتگو ہے۔ آئے اور پاکی کا پایا اپنے کاندھے پر رکھا اور قوت اور پورے ذوق و شوق سے مولانا کو منزل پر پہنچا دیا۔ حضرت مولانا نے اس دن تصریح فرمائی کہ وہ درویش سبز فام آپ ہیں۔ اور آپ کو آغوش میں لے لیا اور اپنی برکات سے شاداب فرمایا اور خلافت عطا فرمائی لیکن آپ غایت بے تعین کے باعث پیری مریدی کے امور میں مصروف نہ ہوئے اور کامل فقر و تفرّد اور غربت و تجرد کی زندگی گزاری عراقین کے راستے آپ حرمین معترین زاد ہما اللہ شرفا کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے اور ایک گدھا آپ کی سواری بھی خود ہی سواری کی خدمت بھی کرتے تھے

ایک میلے پھٹے پرانے لباس میں ملبوس اور سر پر پھٹا پرانا عمامہ۔ کتنے ہی سال آپ نے ایک لباس اور ایک دستار میں گزار دیئے۔ آپ ایک بے تکلف زندہ تھے چنانچہ کبھی کبھی آپ راستہ ہی میں بیٹھ جاتے جو سب لوگوں کی گزرگاہ ہوتی اور اپنی ٹوپی و دستار اپنے سر کے نیچے رکھ لیتے۔ اور کبھی یہ سب چیزیں گدھے پر رکھ دیتے اور پیدل صحرا سے شہر کی طرف چل پڑتے۔ لوگ ہر طرف سے آپ کی طرف آتے اور برکت کا حصول چاہتے اور آپ سب سے بے نیاز اپنے راستہ پر رواں رہتے۔ آپ کے حجرہ پر قفل تھا لیکن چابی نہ تھی۔ جب سفر حجاز سے واپس آئے تو مسجد مغاک میں اترے اور متعدد سال اسی طرح گزار دیئے اور یہیں انتقال فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ چند مردے حضرت مولانا پائندہ اخسکتی کی خدمت میں لائے اور کہا کہ انہیں زندہ کر دیجئے۔

حضرت مولانا پائندہ اخسکتی نے تواضع اور انکساری کا اظہار فرمایا کہ وہ نہیں کر سکتے لیکن جب ان کا اسرار حد سے بڑھ گیا تو مولانا نے کہا کہ اچھا جب آپ فرماتے ہیں تو اپنی توجہ کو بھی شامل رکھیے۔ تاکہ آپ کی توجہ سے یہ مردے زندہ ہو جائیں۔ چنانچہ دونوں نے توجہ شروع کی اور وہ چند مردے زندہ ہو گئے۔ حضرت درویش سبزواری کے معتقدین سمجھتے تھے کہ یہ مردے ان کی توجہ سے زندہ ہوئے اور حضرت مولانا پائندہ کے مخلصین اسے حضرت مولانا کی توجہ کی کرامت تصور کرتے تھے۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ ان میں سے کس بزرگ کی توجہ کی کرامت تھی یا یہ دونوں حضرات کی مشترکہ توجہ کا نتیجہ تھا۔

آپ حضرت مولانا دوست کے خاص مریدوں میں سے **حافظ خیابانی رحمۃ اللہ علیہ** تھے۔ فنا کا غلبہ تھا اور آپ انکساری سادہ لوحی اور

متانت کی سچی تصویر تھے۔ ۱۰۱۲ھ میں ہندوستان کے راستہ بیت اللہ شریف اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی پر بلخ شریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ دہلی میں ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان سے ملاقات کی تھی اور ان کے طریق فنا احد خاموشی کو پسند فرمایا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ بھی حضرت مولانا دوست کے مرید **قاسم بیخ قالیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد درویش سبزواری

سے تربیت حاصل کی۔ حضرت قاسم شیخ کریمانی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ شروع میں ہاتھ کی محنت سے روزی حاصل کرتے اور دیر پردہ قالین بننے کا کام کرتے اور خود کو پوشیدہ رکھتے تھے کہتے ہیں کارخانہ جہان کے ایک بزرگ آپ کی دوکان پر تشریف لائے اور فرمایا یہاں ایک مرد بزرگ کی خوشبو آتی ہے۔

ان بزرگ نے قاسم شیخ قالینی سے ملاقات کی۔ آپ کو مخلوق خدا کی دستگیری و افادہ کی ترغیب دی اور اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کیا۔ آپ کے طالبان طریقت بڑے صاحب جذبہ تھے اور مجلس میں شورش و تلویں بہت تھی آپ اسی لیے اکثر اپنے مریدوں کے ساتھ گلی کوچوں میں پھر ا کرتے۔ کبھی کبھی گردن میں کوزہ ڈال لیتے اور ننگے سر ننگے پیر بازار میں نکل جاتے۔ ذکر و سماع کی مجلس میں اپنے مریدوں کے پاؤں میں سر رکھ دیتے اور آپ کا کوئی مرید اگر کوئی پاؤں کھینچنا چاہتا تو آپ اس سے گرائی خاطر محسوس کرتے۔ کہتے ہیں ایک دن آپ ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔ ایک راہ گیر اپنا اونٹ ساتھ لیے جا رہا تھا۔ جب اس اونٹ نے قاسم شیخ قالینی کو دیکھا وہ آپ سے ایسا مانوس ہوا کہ مستانہ وار آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ مولانا قلی محمد بھی جو اتفاقاً وہاں نکل آئے تھے انہوں نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو وہ بھی اونٹ کے ساتھ ساتھ ہو لیے۔ اسی دوران حضرت قاسم شیخ قالینی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مولانا قلی محمد کی طرف منہ کر کے یہ شعر پڑھا ہے

شتر را کہ شور و طرب در سرست اگر آدمی را پناشد خراست

رجب ایک اونٹ بھی اس چیز سے ہیجان کی حالت میں ہے اور انتہائی خوش ہے تو اگر انسان کی یہ کیفیت نہ ہو تو بھلا اس میں اور گدھے میں کیا فرق ہے؟ مولانا قلی محمد پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اس حال و قال کے مشاہدہ سے آپ کے مرید ہو گئے آپ کی صحبت اختیار کی اور بڑا فیض حاصل کیا اور اتنا مقام حاصل کیا کہ آج سمرقند میں آپ کے جانشین ہیں حضرت مولانا خواجگی امکانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ قاسم قالینی سے خصوصی تعلق تھا اور ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب بھی وہ سمرقند جاتے یا تو انہی کے گھر اترتے یا پھر انہیں اپنے پاس بلا لیتے۔

ایک دن ایک مجلس میں حضرت مولانا امکنگی شیخ قاسم قالینی۔ مولانا عصمت اللہ اور دوسرے صاحب دل درویش رحمہم اللہ تشریف رکھتے تھے کہ مولانا امکنگی رحمہ نے شیخ قاسم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کہتے ہیں دو پانی پلانے والے ماشکی چلے جاتے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائی جو پانی تمہارے پاس ہے مجھے دو کہ میرا دل اپنے پانی سے بھر گیا ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ آپ اپنی ذوق برکات سے ہمیں حصہ عنایت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت شیخ قاسم قالینی پر سکر کی کیفیت طاری ہو گئی اور بڑے جذبہ سے انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

ایں دم کہ در رکاب توام خونِ مین بریز ترسم کہ مرگ اماں نہ دہد تادم دگر
داب جبکہ میں آپ کی رکاب میں ہوں آپ میرا خون بہا ڈالئے۔ مجھے ڈر ہے
موت بھی مجھے اماں نہ دے گی۔ یہاں تک کہ دوبارہ زندہ کیا جاؤں

یہ شعر پڑھ کر آپ کی پیچ نکل گئی اور آپ نے جست لگائی۔ اہل مجلس میں سے ایک اور درویش جو آپ کے سامنے ہی بیٹھے تھے ان کی بھی پیچ نکل گئی۔ یہی جذبہ و شوق تھا جس سے دونوں اہل دل درویش سرشار تھے۔ اسی کیفیت و جذبہ میں حضرت مولانا امکنگی رحمہ نے اپنی دستار کا ایک حصہ پھاڑا اور حضرت شیخ قاسم کے سر پر باندھ دیا۔ مولانا نے دوسرے درویش کے سر پر بھی اسی طرح اپنے عمامہ کا ایک حصہ باندھا۔ کہتے ہیں مولانا عصمت اللہ کو بھی اہل اللہ سے کافی حصہ ملا تھا آپ والدہ کی طرف سے چونکہ خادم شیخ کی اولاد سے تھے اس لیے مشائخ جہر یہ آپ کی خدمت میں بڑی کثرت سے آتے اور اٹھنا بیٹھنا رکھتے تھے اور مولانا کے والد جناب محمود سرخست کی اولاد سے تھے جو ماوراء النہر کے مشہور عالم اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ مولانا عصمت اللہ کی بھی کئی تصانیف ہیں۔ رحمہم اللہ سبحانہ۔

آپ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کے
خواجہ حسن خالد رحمۃ اللہ علیہ خاندان سے تھے اور مولانا دوست صحاف کے

منظور نظر مرید تھے۔ علم سے آپ کو خاصا حصہ ملا تھا اور حسن اخلاق اور انکساری میں تو آپ کی نظیر نہ تھی۔ ظاہری جاہ و سلطنت بھی آپ کو پوری طرح حاصل تھی اس لیے کہ نصیر الدین ہمالیوں

بادشاہ انا اللہ برہانہ کی صاحبزادی آپ کے عقد میں تھیں۔ امور مملکت بشیر محمد حکیم میرزا کے ہاتھ میں تھے جو درویشوں اور عالموں سے بڑی محبت و شفقت رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے کام حضرت خواجہ حسن خاں کی صوابدید پر چھوڑے ہوئے تھے۔ کیا صاحب حیثیت لوگ اور کیا کم حیثیت والے کیا درویش و مساکین اور کیا امراء سب ہی آپ کی صحبت یا برکت میں رہتے۔ جب بھی کوئی مجلس میں آتا یا مجلس سے جاتا آپ اس کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ایک درویش کہتے ہیں ایک دن میری خواہش ہوئی کہ میں بھی حضرت خواجہ کی طرح آداب مجلس کی رعایت کروں اور آپ کی طرح اظہار تواضع کروں۔ چنانچہ ۴۳ بار میں نے ایسا کر لیا تو میری قوت جواب دے گئی۔ حضرت خواجہ کو جب محسوس ہوا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ تم یہ درد میری نہ پالو۔ یہ ہمارا کام ہے۔

یہ حضرت خواجہ ہی کی برکت اور شفقت تھی کہ ان دنوں شہر کابل بھی عارفین اور درویشوں کی کثرت کے باعث ہرات اور سمرقند کی طرح ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ شہزادہ محمد حکیم مرزا حضرت خواجہ حسن خاں کا انتہائی احترام کرتا اور آپ سے بے حد ادب کے ساتھ پیش آتا تھا۔ ایک رات ایسا ہوا کہ حضرت خواجہ کا ایک خادم باغ میں تھا۔ ادھر شہزادہ اپنے چند خادموں اور امار کے ساتھ اسی باغ میں آیا۔ وہاں جب شہزادہ اور وہ خادم باہم مقابل ہونے لگے تو شہزادہ کے خادموں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کا خادم ایسا نہ کرے اور اسے سمجھایا کہ وہ سواری سے نیچے اتر آئے اور شہزادہ کی رکاب میں چلے۔ وہ خادم بھی عجب مست و غولیش پرست تھا اور خود کو شہزادہ سے کم نہ سمجھتا تھا اس نے سختی و درشتی کے ساتھ کچھ بیہودہ کلمات بادشاہ کے لیے کہہ دیئے یہ رات کا واقعہ تھا جب صبح ہوئی تو یہ بات حضرت خواجہ کو معلوم ہوئی۔ آپ بے حد رنجیدہ ہوئے اور سلطان کو لکھا کہ سننے میں آیا ہے کہ اس کم نصیب نے شاہی خدام کے ساتھ بے ادبی کا معاملہ کیا ہے۔ میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ جناب جس طرح مناسب خیال کریں اسے تنبیہ فرمائیں مرزا نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضرت سلامت ایک ہی آستانہ کے دو کتے اگر کہیں لڑ پڑیں اور باہم نزاع کرنے لگیں تو حضرت اس کے باعث رنجیدہ نہ ہوں۔ والسلام اور شہزادہ اس خادم کو سزا دینے کے درپے نہ ہوا۔ خلا اس شہزادہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ محمد حکیم مرزا کے انتقال

کے ایک سال بعد یعنی ۹۹۴ھ میں حضرت خواجہ نے بدخشاں میں وفات پائی۔ آپ کی میت کو بدخشاں سے بخارا لے گئے اور آپ کے جدِ مجد حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس سرہ الاقدس کے قدموں میں دفن کیا۔

مقالہ دوم - مقصد اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الذِّیْنَ اصْطَفٰ ۝

ابعد کتاب نسمات القدس من حقائق الانس کا یہ دوسرا مقالہ ہے۔

ہمارے مرشد حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے شیخ بزرگوار خواجہ باقی باللہ سے لے کر قدوہ الکبار ناصر الدین عبید اللہ المعروف بہ خواجہ اعرار قدس اللہ اسرارہم و افاض علینا برکاتہم تک جو بزرگ گزرے ہیں ان کے حالات کے بیان میں۔

ہمارے مرشد اور ان کے شیخ رحمہما اللہ کے مریدین و منتسبین اگر اس مقالہ عالیہ وابدیہ کو "مقامات باقیہ و احمدیہ" کا نام دینا چاہیں اور اسے ایک علیحدہ کتاب کی شکل دے دیں تو یہ بھی مناسب ہو گا۔

اور یہ مقالہ تین مقصد پر مشتمل ہے۔

یہ مقصد حضرت مولانا محمد زاہد وحشیؒ اور ان کے منتسبین
مقصد اول - مقالہ دوم : رحمہم اللہ کے حالات کے بیان میں ہے۔ حضرت خواجہ
محمد باقی باللہ طاب ثراؤ تک۔

حضور کے مصنفات میں وحشیؒ ایک موضع ہے
مولانا محمد زاہد وحشی رحمۃ اللہ علیہ اسے وحشوار بھی کہتے ہیں۔ مولائے بزرگ حضرت
خواجہ امکنی قدس سرہ کے بعض اصحاب و فرزندگان سے ہیں نے سنا ہے کہ مولانا محمد زاہد حضرت مولانا
معظم یعقوب چرنی قدس سرہ کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ اس سلسلہ عالیہ کے اذکار کی
تلقین اور اطوار کی تعلیم آپ نے حضرت مولانا یعقوب چرنیؒ کے بعض ان اصحاب سے حاصل کی تھی
جو اس علاقہ میں اس خدمت میں مشغول تھے چنانچہ اس تلقین کے بعد وہ اپنے اوقات کو ذکر
سے معمور رکھتے اور عزلت و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن جیسے ہی حضرت خواجہ اجازؒ
کی تربیت و ارشاد کا غلغلہ بلند ہوا اور یہ آواز آپ کے کانوں تک پہنچی آپ نے فوراً عزلت

و گوشہ نشینی کو خیر باد کہا اور حضرت خواجہ احرار کے آستانہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔
 راہد بہ بہشت خلوت و دامن ز پاکشید چوں از بہار دامن صحرار بہشت شد
 (جیسے ہی دامن صحرار موسم بہار کے باعث جنت نظر ہوا زاہد نے گوشہ نشینی کے
 آٹھ پردوں سے قدم باہر نکالا۔)

میں نے بعض بزرگوں کے رسائل میں اسی طرح دیکھا ہے۔ حضرت خواجہ احرارؒ کو جیسے ہی
 مولانا زاہد کی آمد کی اطلاع ہوئی آپ شہر سمرقند کے قریب ایک موضع میں مولانا کے استقبال کے
 لیے تشریف لائے اور اس عاجز کے نزدیک اس طرح استقبال کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ مولانا زاہد
 کو مولانا یعقوب چرنی سے قرابت کا فخر حاصل تھا۔ اور اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کا یہ پسندیدہ
 طریقہ رہا ہے کہ وہ خود خواہ کتنے ہی بلند درجات پر فائز ہو جائیں ان بزرگوں کے ساتھ ہمیشہ
 انتہائی انکساری کے ساتھ پیش آتے ہیں جن کی برکات صحبت کی نسبت سے وہ مستفید ہوئے
 ہوں۔ ان بزرگوں کے فرزندگان بلکہ ان حضرات تک کے ساتھ بھی وہ اسی خاکساری کا اظہار
 کرتے ہیں جن کی ان بزرگوں کے ساتھ تھوڑی سی بھی نسبت رہی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد
 ہوا ہے جو اسی کی وضاحت کرتی ہے جن میں فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَحَبَّ مُحِبِّوَيْتِهِ وَمَا يُشَبِّهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

(جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کی پسندیدہ چیزوں سے اور اس سے مشابہ یا متعلق چیزوں
 سے بھی محبت کرتا ہے)

ہمارے مرشد حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک موقع پر لکھا ہے۔

نسمہ: یہ صحیح نہیں کہ کوئی اس عالم کو عین حق سبحانہ سمجھے اور اس بناء پر اس عالم کی محبت
 میں گرفتار ہو جائے۔ بس اس قدر محبت کافی ہے کہ دنیا کو اس کے حکم سے جانے

اور اس کی مخلوق سمجھے اور محض اس نسبت کی بنا پر اسے دوست رکھے۔

بہ جہاں خرم از انم کہ جہاں خرم از دست

خوش دلم از ہمہ عالم کہ ہمہ عالم از دست

(میں دنیا سے اس لیے خوش ہوں کہ دنیا اس سے خوش ہے۔ سارے عالم سے میں اس

لیے غموش دل ہوں کہ یہ سارا عالم اسی کی مخلوق اور اسی کے حکم سے ہے۔
 مولانا زاہد نے بھی حقیقت کو پایا اور حضرت خواجہ احرار رحمہ کے ہم آغوش سعادت
 و کمالات ہو گئے۔ ماضی میں جو کچھ وقوع پذیر ہوا اور جو کچھ بھی اب تک حاصل کیا تھا
 مولانا نے وہ حضرت خواجہ کے گوش گزار کیا۔ راہ سلوک کے مزید فوائد۔ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ
 کے مزید دقائق حضرت خواجہ سے حاصل کیے مجاز ہوئے اور خلفاء میں ایک ممتاز مقام حاصل
 کیا۔ چند دن قیام کے بعد وطن واپسی کی اجانت چاہی اور ستر حال کا پورا اہتمام کرتے ہوئے
 زندگی گزارنا شروع کی۔

حضرت خواجہ احرار رحمہ کے حکم کے مطابق مولانا نے چند طالبین طریقت کو اس سلسلہ عالیہ کی
 تلقین ذکر و فکر دینا شروع کی اور ان کی تربیت فرمائی اور اسی شہر میں سفر آخرت اختیار فرمایا
 آپ کا مزار مبارک بھی اسی شہر میں ہے۔

اس عاجز نے مولانا محمد سعید سے جن کا ذکر انشاء اللہ عنقریب آئے گا سنا فرماتے تھے میں
 نے خود حضرت مولانا سے سنا کہ حصار و بدخشاں کا حاکم سلطان محمود اپنے بڑے بھائی سے جنگ کرنے
 کے ارادہ سے سمرقند کی طرف متوجہ ہوا۔ حضرت خواجہ احرار رحمہ نے اسے اس جنگ سے روکنے کی کوشش
 کی اور ایک خط لکھا لیکن وہ نہ مانا۔ حضرت مولانا محمد زاہد نے کشف میں دیکھا کہ حضرت خواجہ کے دست
 تصرف نے سلطان محمود کی فوج کو شکست دے دی ہے۔ اتفاقاً ایک دن حضرت مولانا نے یہ
 واقعہ کسی سے بیان کیا۔ ایک پخل خور نے یہ بات و خاش کے حاکم کو پہنچادی جو سلطان محمود کے
 ہی خواہوں میں تھا۔ حاکم و خاش نے مولانا کے غلات انتہائی سخت الفاظ کے ساتھ سلطان محمود
 کو ایک شکایتی خط لکھا۔ وہ نامہ بر جب خط لے کر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سمرقند میں وہی کچھ ہوا
 ہے جس کا مولانا محمد زاہد کو کشف ہوا تھا اور سلطان محمود اس شہر سے اسی طرح شکست کھا کر
 گیا ہے۔ حاکم و خاش کو جب یہ معلوم ہوا وہ بے حد نادام ہوا۔ مولانا محمد زاہد سے معذرت چاہی
 اور آپ کا مرید ہو گیا۔

مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مولانا محمد زاہد کے بھانجے تھے اور حضرت
 خواجہ الکنکی روض اللہ رحمہ کے والد اور مرشد۔

ظاہری علوم سے بھی کامل حصہ پایا تھا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے آپ کا ایک رسالہ دیکھا جس میں آپ نے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی کے وجودِ مطلق ہونے پر گفتگو کی ہے یہ آپ کا بہترین رسالہ ہے۔ حضرت مولانا امیر علی ہروی اپنے رسالہ میں آپ کی منقبت کے سلسلے میں لکھتے ہیں،

”حضرت مولانا المعظم دنیا میں دائرہ توحید کے قطب۔ حضرت مولانا درویش محمد امکنگی۔ آپ نے اپنے ماموں بزرگوار کی خدمت میں رہ کر کمال حاصل کیا اور ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ ماموں صاحب کے پاس آنے سے پہلے آپ خاموشی اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے کہتے ہیں شہر کیش کے دیہاتوں میں شہر سرسبز کے نام سے ایک مشہور جگہ ہے۔ آپ وہاں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور یہ کام اتنی خاموشی و گمنامی سے کرتے کہ کسی کو پتہ نہ تھا۔ ایک دن اتفاقاً مشائخ ترک میں سے ایک بزرگ کا وہاں گزر ہوا۔ کشف کے ذریعہ انہیں حضرت مولانا درویش محمد کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

ایں جا بونے مردے می آید

(اس جگہ ایک مرد بزرگ کی خوشبو آتی ہے)

اس میں حضرت مولانا کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہ فرماتے ہیں میرے والد بزرگوار مولانا درویش محمد کی شہرت کا باعث یہ واقعہ ہوا کہ ایک دن ان کے پاس ایک درویش آئے اور شیخ نورالدین محمد عمانی کی زندگی کی تعریف کرنے لگے۔ یہ شیخ نورالدین۔ شیخ حاجی محمد خبوشانی کے خلفاء میں سے تھے۔ ان درویش نے میرے والد بزرگوار کے سامنے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شیخ نورالدین بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ اگر اس علاقہ سے ان کا گزر ہو تو ہم ضرور ان کے پاس جانا۔ ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ شیخ نورالدین اس نواح میں تشریف لائے۔ میرے والد کو جب معلوم ہوا تو فرمانے لگے آج رات ہمیں شیخ کی طرف جانا ہے شیر تیار کرو تاکہ کل خدا کی مرضی سے ہم ان کے پاس جائیں لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آپ دوسرے دن انتہائی بے تکلفی کے ساتھ میلے کپڑوں میں اور وہی ہدیہ ساتھ لے کر شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ شیخ بھی ٹوپی پہنے اور کرتے میں بے تکلفی کے ساتھ بیٹھے تھے یہ سب حضرات مراقب ہو گئے۔

خلوت میں قوم اندراجمن خواہد شدن لب چو بر بند نداز ہر جاسمن خواہد شدن
(بھری محفل میں بھی یہ لوگ خلوت و تنہائی کی حالت میں ہوتے ہیں جب ہونٹوں
پر خاموشی طاری کرتے ہیں تو ان کے جسم کا ہر حصہ گفتگو کرتا ہے)

کچھ دیر بعد میرے والد بزرگوار نے شیخ نور الدین سے واپسی کی اجازت چاہی شیخ نے چند قدم ساتھ
چل کر مشالیت کی اور انتہائی عاجزی و انکساری سے رخصت کیا۔ میرے والد کے رخصت ہونے
کے بعد شیخ نور الدین نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ کیا طالبان طریقت کا ان کے پاس آنا جانا ہے
لوگوں نے کہا یہ کوئی شیخ نہیں ہیں۔ یہ تو مرد فقیر ہیں۔ یہاں ان کا ایک مکتب ہے جس میں بچوں
کو پڑھاتے ہیں۔ اس پر حضرت شیخ نور الدین نے فرمایا سبحان اللہ! اس جگہ کے لوگ اس بات
سے قطعاً ناواقف ہیں کہ ان جیسے درویشوں سے کیا کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے اور وہ ان سے
فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حضرت شیخ کی زبان سے یہ بات نکلنا تھی کہ کثیر تعداد میں لوگوں کا میرے
والد بزرگوار کے پاس آنا جانا شروع ہو گیا۔ میرے والد جو انتہائی خلوت پسند تھے لوگوں کی اتنی زیادہ
آمد سے تنگ دل ہو گئے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

وَابْتَغُوا الرِّزْقَ مِنْ حَبَايَا الْأَشْجِبِ - (زمین کی پہنائیوں سے رزق تلاش کرو)
میرے والد بزرگوار کاشتکاری کیا کرتے۔ کاشتکاری سے متعلق تمام ضروری کام خود اپنے ہاتھ
سے کرتے اس موقع پر حضرت خواجہ امکنی نے انتہائی انکساری و خاکساری کے ساتھ فرمایا۔
ہمارے سب دادے پر دامے انتہائی منکسر المزاج اور بڑے عالم فاضل تھے جب نوبت ہم
تک پہنچی تو نہ علم و فضل رہا نہ منکسر المزاجی۔

اپنے اجداد میں سے ایک بزرگ کا آپ نے واقعہ بیان فرمایا کہ وہ بڑے عالم اور متقی تھے
بہت بڑا مکان تھا اور بہت سے مزارع تھے۔ زمین میں ہل چلاتے اور بیج ڈالتے جلاتے اور
ساتھ ساتھ علوم کا درس بھی دیتے جلاتے تھے۔ ان بزرگ کی ایک صاحبزادی تھیں جو ایک بزرگ
نادرہ کے عقد میں تھیں لیکن یہ بزرگ زادہ تقویٰ و پرہیزگاری کا خیال نہ رکھتا تھا۔ جب بھی یہ
بزرگ اس کے گھر جاتے اس کے گھر نہ کچھ کھاتے نہ پیتے۔ ایک دن وہ بزرگ زادہ دن کے آخری
حصے میں نماز جنازہ کے سلسلے میں ان کے گھر آیا۔ آپ نے کملی کا کونہ سر کایا اور زمین پر بیٹھ گئے

اور فرمایا میاں خدامتھارے گناہ معاف کرے تم نے وہ طریقہ نہ رکھا کہ بیٹھ سکو۔ پسندون اجہ ان بزرگ نے اپنی صاحبزادی کے لیے ایک لباس بھیجا اور فرمایا غسل کر کے یہ لباس پہن لو اور میرے گھر آجاؤ۔ حضرت مولانا درویش محمدؒ کا مزار مبارک ضلع کیش کے ایک دیہات اسفرار میں ہے۔

آپ فخر الدین ابدال کی اولاد سے تھے
خواجہ میر گنبد سبزی رحمۃ اللہ علیہ: جو بزرگوں کا خاندان ہے رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت مولانا درویش محمدؒ کے خلفائے کبار میں سے تھے قدس سرہ۔ مزاج میں بڑی انکساری تھی ساتھ ہی بڑی جاہ و حشمت حاصل تھی۔ گنبد سبزی میں جو چٹانیاں حصار شادمان کے تحت ایک دیہات ہے رہا کرتے تھے اور یہیں آپ کا مزار مبارک ہے جہاں زیارت و حصول برکت کے لیے لوگ بڑی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔

آپ بھی حضرت مولانا درویش محمدؒ کے صاحب احوال
خواجہ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ: مریدوں میں سے تھے اور آپ کے ساتھ ظاہری قربت بھی رکھتے تھے۔ کئی سال حضرت مولانا کے ساتھ رہے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

آپ بھی مولانا درویش محمدؒ کے یاران قدیم میں سے تھے
مولانا شبیر محمد رحمۃ اللہ علیہ: اور احوال عظیم کے مالک۔

آپ کو صلواتی اس لیے کہتے تھے کہ آپ ہر جمعہ کو
شیخ صلواتی رحمۃ اللہ علیہ: باناروں میں دکانوں پر جاتے نماز کا ایذان و اعلان کرتے اور لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے تھے آپ بھی مولانا درویش محمدؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے۔ صاحب نیستی و شکستگی۔ بڑے منکسر المزاج۔ سمرقند میں سکونت پذیر تھے جب بھی مولانا خواجگی سمرقند میں ہوتے اکثر آپ ہی کے گھر نشست ہوا کرتی اس علاقہ کے لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ شیخ صلواتی کی حضرت خضر علیہ السلام سے صحبت رہتی ہے اس بات کی اس واقعہ سے بھی شہادت ملتی ہے کہ حضرت شیخ منظور شیخ قاسم قالینی علیہ الرحمۃ کے ایک مرید نے اس عاجز کو بتایا کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ ایک بار شیخ صلواتی کی مسجد کے سامنے گزر رہے

تھے کہ شیخ صلواتی نے مسجد کی چھت سے مرے شیخ کو دیکھا سلام کیا اور کہا کہ
حضرت خضر علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے تھے رحمہم اللہ سبحانہ۔

حضرت مولانا خواجگی المکنی رحمۃ اللہ علیہ: درویش محمدؒ کے قلب منور سے
آپ نے اپنے والد ماجد مولانا

نور کمال و فروغ کمال کا کسب کیا تھا۔ آپ کی طبعی استعداد اور ذاتی قابلیت نے اس نسبت
کے حسن میں مزید چار چاند لگا دیئے۔ حصول کمال کی ابتداء سے تیس سال کی مدت تک آپ
اپنے والد بزرگوار کے مبارک طریقہ پر قائم رہتے ہوئے ستر حال کے لیے پوری طرح کوشاں رہے
مگر جب حضرت حق سبحانہ کو یہ منظور ہوا کہ آپ سے طالبان طریقت کی تربیت کا کام لیا جائے
تو آپ اولیائے عزالت کے گوشہ سے نکل کر اولیائے عشرت کی اجمن میں تشریف لے آئے۔

اب آپ کو حکم ہوا کہ مخلوق کی تربیت و ہدایت کے لیے کام کریں چنانچہ مخلوق کا آپ کی طرف
رجوع شروع ہوا۔ امراء و فقراریا تو خواب میں آپ کو دیکھتے یا ان کے دل میں ڈالا جاتا کہ آپ کی
صحبت اختیار کریں اور اس میں تاخیر نہ کریں۔ چنانچہ بہت سے خفتہ دل آپ کی صحبت کی برکت
سے خواب غفلت سے بیدار ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس تجارت کے بہت سے
دیوانے آپ کی صحبت کے خریدار ہوئے اور بہت سے فاضل آپ کے حلقہ ارادت میں داخل
ہوئے۔ منجملہ ان فاضلوں کے مولانا درویش علیہ الرحمۃ بھی تھے جو حضرت مولانا المکنیؒ کے منظور نظر
تھے۔ بڑے صاحب تقویٰ و صفا اور مولانا محمود گیلانی کے عظیم شاگرد۔ عظیم شہر بلخ میں چالیس سال
تک علوم نقلیہ و عقلیہ کی اشاعت میں مصروف رہے اور مستند کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں
اور ۱۳۲۷ھ یا ۱۳۲۸ھ کے قریب انتقال فرمایا۔

حضرت مخدوم مولانا خواجگی المکنیؒ عزیمت کے بڑے پابند تھے اور رخصت پر عمل کرنے
سے بچتے تھے۔ آپ کی کوئی مسجد یا خانقاہ نہ تھی۔ آپ کو انتہاء درجہ کی تمکین حاصل تھی اور
اسی لیے آپ کی مجلس میں رقص و سماع اور شور و شغب کی گنجائش نہ تھی۔ ایک مرتبہ بعض مخلصین
نے درخواست کی کہ کیا حرج ہے اگر آپ کی مبارک مجلس میں مثنوی مولانا رومؒ پڑھی جائے آپ
نے ارشاد فرمایا مشکوٰۃ شریف کی چند حدیثیں پڑھی جائیں۔ بلاشبہ حدیث شریف کا پڑھا جانا بزرگوں

کے کلام پڑھ جانے سے بہتر ہے۔ ایک صاحب نے کہا نماز کے بعد مجلس میں اگر بیچ سورہ بلند آواز سے پڑھا جائے تو کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا بلند آواز سے پڑھنا کیا ضروری ہے جو چاہے اپنے طور پر آہستہ آواز سے پڑھ لے۔ آپ کی طبیعت میں انتہا درجہ کی انکساری تھی اور اپنی دیگر خصوصیات کا شدید احساس۔ ایک دن ایک صاحب نے عرض کیا کہ مسجد کا راستہ اونچائی پر ہے اور حضرت کو بڑھا پے کے باعث کمزوری لاحق رہتی ہے۔ اگر عصر و مغرب و عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کر کے ایک ہی بار واپس جایا کریں تو زیادہ بہتر ہو کہ تین بار آنا جانا مشکل ہے آپ نے ارشاد فرمایا جیسی نمازیں ہم پڑھتے ہیں اس میں بس مسجد آنا جانا ہی تو کام ہے۔ باقی ہماری نمازوں میں اور کیا رکھا ہے۔ اس نسبت عالیہ کا نور اور خصوصاً شکستگی و فنا آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتی تھی۔ تمام مسلمانوں کی خاطر تواضع اور شگفتگی کا نور آپ کے بوستان کردار کا حصہ تھا۔ اگر کوئی مہمان آپ کے گھر آتا تو اس بڑھا پے کے باوجود آپ خود بہ نفس نفیس اس کی خدمت میں لگ جاتے تھے اور اس کمزوری کے باوجود کہ آپ کے مبارک ہاتھوں میں لرزہ تھا آپ خود مہمان کے لیے دسترخوان بچھاتے اور بسا اوقات مہمان کی سواری اور خادم تک کی خود خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ انتہائی بلند اخلاق کے مالک تھے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ اودان کے خلفار کے طریقہ پر کار بند تھے۔ عمر شریف نوے سال کو پہنچی تھی کہ ۱۰۸۰ھ میں اس دار فانی سے خلد بریں کا سفر اختیار فرمایا۔ انتقال سے کچھ دن پہلے ہی ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو ایک خط لکھا تھا۔ اظہار شفقت و اشتیاق بے پایاں کے بعد اس خط میں یہ دو شعر درج تھے :

زمان زمان مرگ یاد آید م ندانم کنوں تا پیش آید م
جدائی مبادامرا از خدا دگر ہر چہ پیش آید م شاید م

مجھے وقت و وقت سے اب موت یاد آتی ہے۔ نہ جانے کیا پیش آنے والا ہے۔ بس میں خدا سے جدا نہ ہوں۔ باقی کسی سے بھی جدا ہوں یا جو کچھ بھی پیش آئے تو پیش آنے دوں ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اپنے ایک مکتوب شریف میں وجود عدم اور وجود فنا کے مقام کے دقائق اور باریکیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب ارشاد مآب مخدوم قبلہ گاہ مولانا خواجگی قدس سرہ نے فنا اتم کے ارشادات کے سلسلہ میں یہ شعر پڑھا ہے

مدح و ذمت گرفتفاوت میکند۔ بت گمے ہستم کہ ادبت میکند
 دتیری برائی اور تعریف اگر فرق پیدا کرتی ہے تو میں بت بنانے والا ہوں کہ
 وہ بت بناتا ہے)

اور فرمایا مدح و ذم بھی چاہیے کہ حق سبحانہ کی جنابیں کامل فکائے مقام کے حصول تک دو شکستگی
 میں تیرے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے۔ یہ کلام نقل کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ
 بزرگ سے جو روایت ہے کہ وجود عدم تو بشریت کی طرف لوٹتا ہے لیکن وجود فنا بہرگز نہیں
 لوٹتا اب سمجھ میں آتی ہے۔ ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے اپنے ایک
 رسالہ میں ایک موقع پر اپنے مولانا خواجگی سے نقل فرمایا کہ:

وہ اپنے والد بزرگوار سے بھی ایک واسطہ سے مولانا اسماعیل رحمہم اللہ سے نقل کرتے تھے کہ فلت
 محض میں تجلی نہیں ہے۔ حضرت مولانا قدس سرہ کی ایک کرامت جو عین دوپہر کے سورج کی تابانی
 کی طرح مشہور ہے اپنے ایک عزیز پر محمد خان پر حضرت کی تائید و ہمت سے باقی خان کی نصرت
 و کامیابی ہے۔ عبداللہ خان کی طرف سے ہرات کے حاکم سلطان کے چچا نے جب تراکمہ کے
 ہاتھوں شہادت پائی تو اس کا بھائی باقی خان اپنے والد اور تمام بھتیجوں کو لے کر ماوراء النہر کی
 طرف چلا گیا۔ پر محمد خان نے سمرقند کی حکومت ان لوگوں کے سپرد کر دی لیکن کچھ دن بعد پیر محمد خان
 کے دل میں ان لوگوں کی طرف سے بدگمانی اور ایک گونہ خوف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے
 ان کے قتل اور ینسخ کنی کا ارادہ کر لیا اس مقصد کے لیے وہ ایک لشکر لے کر سمرقند کی طرف متوجہ
 ہوا باقی خان اور اس کے بھتیجوں نے حضرت مولانا کو ینسخ میں ڈال کر جم کی درخواست کی۔ حضرت
 نے فرمایا ان سلاطین نہ ترا د بھائیوں کو ہم نے سمرقند کا تنہا والی بنایا ہے ان کی اطاعت کی جائے
 اور یہ بھی اپنی اس کفایت قلیل پر قناعت کریں۔ حضرت مولانا خود پیر محمد خان کے لشکر کی طرف
 چلے گئے اور ان کو طرح طرح سے نصیحتیں فرمائیں لیکن بد نصیبی ان کا مقدر بن چکی تھی۔ انہوں نے
 مولانا کی بات نہ مانی۔ حضرت مولانا پیر محمد خان کے لشکر سے بہت غصہ کی حالت میں واپس آئے
 اور باقی خان سے فرمایا کہ اے فرزند فوجی طاقت کی کمی کی پرواہ نہ کر اور یہ آیت کریمہ پڑھ:-

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ

الصَّابِرِينَ۔ (البقرہ ۲۴۹) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اور حضرت مولانا نے باقی خان کی لپٹ پر دست اجابت رکھا اور اپنا رد مال مبارک اس کی کمر پر باندھا اور فرمایا خدائے عزوجل پر بھروسہ کرو اور دشمن کے لشکر سے برسر پیکار ہو جاؤ سدا وراہ النہر تمہیں مبارک ہو۔ باقی خان جواب تک دل چھوٹا کیے ہوئے تھایہ بشارت و عنایت سن کر ہر از غم ہو گیا اور اس نے کمر ہمت کس لی۔ اس کے باوجود کہ اس کی فوج چار ہزار سپاہ سے بھی کم تھی وہ پیر محمد خان کی پچاس ہزار فوج سے مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ حضرت مولانا چند درویشوں کے ہمراہ اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور شہر کے کنارے ایک پرانی سی مسجد میں قبلہ رو مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے آپ سر اٹھاتے اور پوچھتے کیا خبر آئی ہے یہاں تک کہ آپ کو خبر ملی کہ باقی خان کو فتح حاصل ہو گئی ہے اور پیر محمد خان مارا گیا ہے۔ لوگوں نے باقی خان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اب مولانا اس جگہ سے اٹھے اور گھر واپس تشریف لائے۔

نیز اس عاجز خاکسار سے آنجناب کے ایک مخلص نے بیان کیا کہ ایک رات حضرت مولانا کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے اور میں ننگے پیر حضرت کے چند خدام کے ہمراہ ساتھ ہی چل رہا تھا کہ اتفاقاً میرے پاؤں میں ایک کانٹا چبھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کیا اچھا ہو اگر حضرت کی اس سلسلہ میں مجھ پر کچھ عنایت ہو۔ حضرت مولانا اسی وقت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بھائی جب تک پاؤں میں کانٹا نہ چبھے پھول ہاتھ نہیں آتا۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں ۵

گنج بے مار و گل بے خار نیست شادی بے غم دیریں بازار نیست
(سانپ کے بغیر خزانہ نہیں۔ کلنٹے کے بغیر پھول نہیں اس کائنات میں غمی کے

بغیر خوشی نہیں)

نیز آپ کے محبوب کبار و فرزند گان سے میں نے سنا کہ تین طالب علم تھے۔ جیسے طالب علموں کی عادت ہوتی ہے یہ تینوں بھی اسی طرح تنہا حضرت مولانا خواجگی الکنگ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ایک طالب علم کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر یہ مولانا صاحب کرامت ہیں تو فلاں کھانے سے ہماری ضیافت

کریں گے۔ دوسرے طالب علم کے دل میں خیال گزرا کہ اگر یہ بزرگ ہیں تو فلاں میوہ ہمارے سامنے پیش کریں گے اور تیسرے نے سوچا کہ فلاں خود بصورت لڑکا بھی حاضر کر دیں گے حضرت مولانا نے ان دو طالب علموں کی مرادیں تو پوری کر دیں جو شریعت کے مطابق تھیں باقی تیسرے طالب علم کو خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ درویشوں کو جو خاص حالات پیش آتے ہیں اور کرامات ملتی ہیں وہ شریعت کی متابعت و پیروی کے باعث ملتی ہیں۔ درویشوں سے غیر شرعی چیزوں کا مطالبہ نہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد تینوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا درویشوں کے پاس ان کا امتحان لینے کی غرض سے تو دل میں جائز چیزوں کو لے کر بھی نہ آنا چاہیے۔ اس لیے کہ درویشوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ بزرگ ان چیزوں کو غیر اہم سمجھتے ہوئے ان کی پرواہ نہیں کرتے ادنیٰ امتحان لینے والے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ یہ بزرگ امتحان میں پورے نہیں اترے تو ان سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کی صحبت کی برکات سے محروم رہ جاتے ہیں ان چیزوں کو چنداں اہمیت نہ دینی چاہیے بزرگوں کے پاس خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے آنا چاہیے رحمۃ اللہ سبحانہ۔

آپ حضرت مولانا امکنگیؒ کے لائق صاحبزادے **خواجہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ** تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ صابر کی دجن کا ذکر گزرا) دختر نیک اختر تھیں حضرت مولانا امکنگیؒ نے اپنے ان فرزند کے بارے میں انتہائی شفقت و تربیت کو ملحوظ خاطر رکھا تھا اور فرماتے تھے کہ میرے بچپن میں میرے والد بزرگوار نے میرے بارے میں خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی آغوش مبارک میں اٹھا رکھا ہے۔ اس خواب کے بعد انہیں مجھ سے بڑی امیدیں وابستہ ہو گئی تھیں۔ میں نے بھی ابوالقاسم کے متعلق اسی طرح کا خواب دیکھا ہے اور مجھے بھی اس سے بہت امیدیں ہیں کہ میں کہ مخدوم زادہ ابوالقاسم کو شوق و جذبہ بہت تھا اور اپنے والد بزرگوار کے دور میں فرط جنون و مستی سے بے تاب ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سخت سردیوں کے دنوں میں جبکہ برف جمی ہوتی یہ ننگے پاؤں صحرا کی طرف نکل جاتے۔ صبح کی روشنی پھیل جاتی ادھیہ وہیں سے اپنے دادا بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد کے مزار مبارک پر چلے جاتے۔ وہاں کافی دیر

بیٹھے رہتے۔ کہتے ہیں کہ سردی اور ٹھنڈی ہوا کا یہ عالم ہوتا کہ حضرت خواجہ امکنگی رحمہ اللہ جن لوگوں کو حضرت ابوالقاسم کے پیچھے ان کی خبر گیری کے لیے بھیجتے سردی کے باعث ان کے ہاتھ اور پاؤں سوچ جلتے اور ان میں تکلیف ہونے لگتی مگر مخدوم زادہ صاحب چونکہ قوی جذبہ کے باعث بڑی گرمی کے مالک تھے یہ سردی اور ٹھنڈی ہوا ان پر کچھ اثر نہ کرتی۔ حضرت خواجہ امکنگی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ کے اکثر مریدین آپ کے لائق فرزند حضرت خواجہ ابوالقاسم کی شفقتوں اور حسن اخلاق کے باعث ان کے گرد جمع ہو گئے اور اسی طرح بہت سے مظلوم مسلمان بھی آپ کی پناہ میں آکر ظالموں کے شر اور ظلم سے محفوظ ہو گئے اور آپ نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مثال پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کی اپنی جان اور مال سے مدد کرنے اور ان کی حاجت براری کے لیے ہر طرح کی کوشش کرنے کو اپنا شعار بنائے رکھا اور اس کے لیے اپنی پوری زور ہمت صرف کی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ امکنگی رحمہ اللہ نے آپ کیلئے جس حصول عزت و سعادت داریں کی دعا فرمائی تھی۔ حضرت حق سبحانہ نے ویسی ہی ظاہری و معنوی کرامت سے آپ کو نوازا۔ دنیاوی مال و اسباب کے باوجود جو بہ ظاہر اطمینان قلب میں خلل ڈالتے اور موجب تفرقہ ہیں۔ آپ کو مکمل جمعیت خاطر حاصل تھی۔

آپ کی بے نیازی اور بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن دو انتہائی قیمتی ہندی گھوڑے جو آپ کے اصطبل میں تھے آپ کو دکھائے گئے آپ نے فرمایا انہیں حاضر کرو اور جب وہ گھوڑے آگئے آپ نے ان کے ذبح کرنے کا اشارہ فرمایا اور درویشوں کو ان کے پکاسے اور کھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا سعید سلمہ اللہ سے میں نے سنا کہ جب کھانے کا وقت قریب آیا آپ نے درویشوں کو اپنے قریب بلایا اور کچھ نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ انہیں مواعظ و وصایا کے دوران آپ نے یہ شعر پڑھا اور منہ لحاف سے ڈھک لیا یہ

دل آرامی کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

درو مطمئن دل تیرے پاس ہے اسی آرام و اطمینان میں اپنے دل کو بند کر لے اور

ساری دنیا سے آنکھیں بند کر لے

جب کچھ دیر گزری اور آپ کے جسم کی کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی تو میں نے لحاف آپ

کے چہرے سے سر کا یا تو دیکھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ واقعہ ۱۲۲۲ھ کے قریب پیش آیا رحمہ اللہ سبحانہ۔ اکنہ میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں آپ کا نزار مبارک ہے آپ کی عمر شریف ۳۹ سال تھی۔ آپ نے ایک فرزند پیچھے چھوڑا جن کا اسم گرامی خواجہ محمد زاہد ہے۔ ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے یہ نیاز نامہ حضرت خواجہ ابوالقاسم رحمہ اللہ کے نام ارسال فرمایا۔

مگر فخر محمد الباقی بعرض ملازمان آستانہ ولایت میرساند۔۔۔۔۔

یہ عاجز محمد باقی آستانہ ولایت کے وابستگان کی خدمت میں عرض کرتا ہے

کہ اس منبع سعادت و اقبال کی خاک بوسی کی اس عاجز کو بڑی خواہش ہے مگر کثرت مصروفیات اور جسمانی قوای کا ضعف بڑی رکاوٹ ہے۔ اس عاجز میں اب اتنی طاقت نہیں رہی کہ کہیں جا سکے۔ ہاں خدا کے برگزیدہ بندوں کی عنایت سے اللہ کا کرم باقی ہے۔ اِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (بلاشبہ اللہ کی قات ہر چیز پر قادر ہے) بہر حال یہ عاجز امیدوار ہے کہ اسے اپنے غلاموں میں سمجھیں گے اور بذریعہ توجہ مدد فرمائیں گے۔ اپنی ارادت و سعادت کا دیکھ یہ عاجز اسی درگاہ سے وابستگی کو جانتا ہے۔

حضرت خواجگی قدس سرہ نے اس گدائے عاجز کو خود بخود قبول فرمایا تھا۔ چنانچہ ابتداء میں طلب و التماس کا وسیلہ بھی درمیان میں نہ تھا۔ اور اب اس آستانہ پر یہ کچھ مقام حاصل ہے۔

تراہست دست تصرف دراز نگیر از سر غائبان دست باز
مرادست ہمت یفتراک تست سرم گر بہ گردوں رسد خاک تست
آپ کا دست تصرف دراز ہے۔ عاجزوں کے سر سے اپنا ہاتھ دور نہ رکھیے۔ میرا ہاتھ تو آپ کے شکار بند پر ہے۔ اگر مرا سر آسمان تک بھی پہنچ جائے تو ہے وہ آپ کی خاک ہی)

یہاں حضرت خواجہ باقی باللہ کا مکتوب ختم ہوا۔ ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مدظلہ نے بھی مکتوبات کے دفتر اول میں مکتوب نمبر ۱۶۸ اور مکتوب نمبر ۱۸۰ حضرت خواجہ ابوالقاسم کے نام لکھا ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ محمد صابر رحمۃ اللہ علیہ : آپ خواجہ میرک گنبد سبزی کے جن کا ذکر پہلے گزرا۔

صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا خواجگی امکنی کے خلیفہ۔ حضرت مولانا خواجگی نے آپ پر بڑی عنایت فرمائی اور آپ کی ایسی ہی توقیر و عزت کرتے جیسے حضرت خواجہ اسرار رحم اپنے صاحبزادے حضرت خواجگان خواجہ کی کرتے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ امکنی نے انتقال سے پیشتر آپ کو ایک عمامہ اور قبائے تبرک پہنائی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ اس قدر بے تکلف اور بے تعین تھے کہ بسا اوقات بہانہ سے بازاروں میں چلے جایا کرتے۔

آپ ایسے شخص سے بڑا گھبراتے اور ڈرتے جو کہتا مجھے مرید کر لیجئے اور امور مشیخت میرے سپرد کر دیجئے۔ آپ اس بات سے اس درجہ خائف تھے کہ ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے خواجہ مولانا نے اس طرح التماس کیا تو ایک مدت تک انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بے حد اصرار کیا تو آپ نے قبول فرمایا لیکن ساتھ ہی ثابت و تلقین کے بعد فرمایا

اے فرزند! مرید شادی کے خواہی مرتد شد

(اے بیٹے تو مرید ہوا کہ چاہتا ہے مرتد بے دین ہو جائے)

حضرت خواجہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ کسی بزرگ کا مرید ہونا ایک دشوار اور مشکل کام ہے۔ اس کا حق بجالانے کے لیے استقامت ہر کسی کو میسر نہیں ہوتی اور جب استقامت نہیں ہو سکتی تو شامت اعمال کے باعث نوبت مرتد اور بے دین ہونے تک پہنچ جاتی ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ حضرت خواجہ کا یہ ارشاد تحریر کرتے ہوئے آپ کے فیض حلاوت سے اس عاجز ارقم الحروف کے قلب پر پردہ روموز سے دو نکتے وارد ہوئے ہیں۔ انہیں عرض کرتا ہوں کیا عجب اس کی برکت سے شرف قبولیت حاصل ہو جائے۔ نکتہ اولیٰ : پہلا نکتہ یہ کہ مرید اور مرتد ایک ہی شکل کے دو لفظ ہیں۔ فرق صرف دو نکتوں کا ہے۔ جسم و رو کے تعین کے دو نکتوں کا نتیجہ اگر انکساری و خاکساری کی صورت میں ظاہر ہو تو یہ نیچے کے دو نکتوں والا "مرید" ہے اگر ان کا نتیجہ تکبر و غرور ہو تو اوپر کے دو نکتوں والا "مرتد" بے دین۔ نکتہ ثانیہ : مرید اس لیے مراد ہوا کہ جو تلخی در تلخی اسے در پیش آتی ہے اسے برداشت کیا اور مراد پالی بعد ازاں خود کو اس اشارہ سے جانا۔ حضرت خواجہ کی یہ تحریر ۱۳۴۲ھ کی ہے۔ اسی سال آپ نے انتقال فرمایا جبکہ آپ کی عمر ۸۰ سال

کو پہنچ چکی تھی۔

خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت خواجہ محمد صابرؒ کے فرزند رشید تھے جن کا اد پر ذکر ہوا۔ اپنے والد بزرگوار سے بیعت تھے اور

انہی سے تلقین حاصل کی تھی لیکن کسب کمال حضرت خواجہ امکنگی کی صحبت بابرکت میں کیا قدس سرہ اپنے اسی قریہ میں جو شہر سرسبز کے مضافات میں ہے آپ آج بھی مریدین کی تلقین و ارشاد میں مصروف ہیں۔

خواجہ احمد الشہیر بہ خواجہ عمل رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مولانا یعقوب چرخؒ کی اولاد سے تھے اور حضرت مولانا امکنگیؒ

قدس سرہ کے منظور نظر۔ حضرت کی دختر نیک اختر آپ کے عقد میں تھیں۔ ایک دن حضرت مولانا کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ پچاس سال کی عمر میں خواجہ احمد ایک عظیم دولت سے سرفراز ہو گا۔ حضرت مولانا کے انتقال کے بعد آپ کو اسی عمر میں حرمین محترمین زاد ہما اللہ سبحانہ شرفا کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد آپ ہندوستان واپس ہوئے اور ۱۲۸۵ھ میں حدود گجرات میں انتقال فرمایا۔ آپ کے فرزند ارجمند خواجہ ابوالخیر نے (اللہ تعالیٰ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے) فرزند می کا حق ادا کیا۔ آپ کی مبارک ہڈیوں کو مکہ معظمہ لے گئے اور درمعلیٰ میں دفن فرمایا جزا اللہ خیر الجزاء۔ حضرت خواجہ احمد ہمارے حضرت مجدد الف ثانیؒ میں انتہائی اخلاص اور محبت کے روابط تھے اور حضرت خواجہ کے نام ہمارے حضرت کے کچھ مکتوب بھی ہیں۔ جن میں اس مکتوب شریف سے جو ہمارے حضرت مجدد نے مکھاوہ محبت عیاں ہے۔ فرماتے ہیں۔

(”برحمت نامہ گرامی از روئے عنایت نامزدایں مخلص ساختہ بوزند بہ درود مستہج گردید و بہ مطالعہ آں مشرف گشت“)

(حضرت کی عنایت و مہربانی سے اس مخلص کے نام جس گرامی نامہ کا صدور ہوا اس کے آنے سے بے حد مسرت نصیب ہوئی اور اس کے مطالعہ سے شرف حاصل ہوا) کیا ہی عجیب نعمت ہے کہ ایک آزاد کو اپنی یاد میں گرفتار کر لیا اور کیسی عجیب دولت کہ غمخوار کو مجبور بنایا اور بے چارہ مجبور! جب اس نے خود کو اس قابل نہ پایا کہ اسے وصال نصیب ہو تو

بہ ضرورت گوشہ نشینی زاد یہ ہجران میں پھرا۔ قرب سے فرار اختیار کیا بعد و دوری میں آرام ڈھونڈا
اور اتصال کے مقابلہ میں انفصال و جدائی میں قرار تلاش کیا اور جب آزادی پسند کرنے میں
گرفتاری ملی تو اسے شکر کے ساتھ قبول کیا۔

بچوں طمع نوا بد زمن سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد از یہ
رجب سلطان دین مجھ سے طمع چاہے تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک

غیر مربوط عبارتوں اور پراگندہ خیالات کے علاوہ یہ عاجز اس سے زیادہ اور کیا عرض کرے۔ کہ
یازمندی کے خلاف ہوگا۔ **بُئْتَنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَابْتَأَكُمُ عَلَى مُتَابِعَةِ**
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَاةِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ السَّلَامَاتِ أَكْمَلُهَا۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ثابت قدم رکھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور اولاد پر بہترین صلوٰۃ و سلام۔

مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مولانا امکنگلی رام کے یاران کبار صاحب احوال
میں سے تھے۔ ظاہری علوم کا کامل حصہ پایا تھا۔ گوشہ

نشینی و انکساری کا بھی وافر حصہ ملا تھا۔ **سَلَامٌ** میں بیت اللہ اور روضہ منبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی زیارت کے قصد سے نکلے اور ہندوستان تشریف لائے اور عاجز کے غریب خانہ پر قدم
رنجہ فرمایا۔ ایک موقع پر شروع سے اپنے حالات بیان فرمائے کہ ایک دن طالب علمی کے زمانہ
میں اپنے حضرت مولانا کی خدمت میں گیا۔ آپ فرمانے لگے محمد سعید! چند روز کے لیے ہمارے
پاس آ اور درویشی کے لیے کمر ہمت کس۔ میں نے عرض کیا حضرت درویشی تو بہت مشکل کام ہے
میرے اندہ اتنی ہمت اور حوصلہ کہاں۔ اس کے بعد چند سال گزر گئے کہ ایک دن اچانک
میرے اندر طلب فقر کا داعیہ پیدا ہوا۔ چنانچہ میں حضرت کی خدمت میں گیا اور تلقین اذکار و سلوک
اطوار کے بعد واپس آیا۔ ایک دن شوق و جذبہ کے غلبہ میں مجھ سے فرمایا محمد سعید! آؤ باہم مقابلہ
مشکلات کریں۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھ میں یہ حوصلہ و ہمت نہیں ہے حضرت مولانا نے تبسم
فرمایا یعنی اس وقت یہ کہا تھا اور اب یہ کہتے ہیں۔

مولانا محمد سعید جب ریاست مرہٹوں سے مشرف ہو کر لوٹے تو براستہ ہندوستان بادشاہ النمر

کی طرف جانے لگے۔ اس بار بھی راقم الحروف کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور عرین کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے عرین کے لوگوں کی دنیا کے دوسرے خطوں کے لوگوں کے مقابلہ میں وہ حیثیت دیکھی ہے جو ملائکہ حاملین عرش کی دوسرے فرشتوں کے مقابلہ میں آپ نے ایک موقع پر حضرت خواجہ امکنگی سے یہ بھی نقل فرمایا کہ حب جاہ اور دنیا طلبی کتنی بری چیزیں ہیں۔ روز قیامت کتنے ہی درویش ہوں گے جنہیں حب جاہ و دنیا طلبی کے باعث ایک پاؤں پر لٹکایا جائے گا۔ مولانا محمد سعید ان دنوں مادراء النہر میں ہیں۔ خدا انہیں سلامت رکھے۔

آپ بھی حضرت خواجہ امکنگی کے منظور نظر و مقبول مرید ہیں۔

حاجی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ: میں سے تھے۔ انتہا درجہ سادہ مزاج تھے اس سلسلہ عالیہ

کے اکابر کی انکساری و خاموشی سے بہرہ ور تھے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں بڑی ریاضتیں کی تھیں اور بڑی عنایات کے مستحق رہے تھے۔ جب حضرت خواجہ امکنگی کا انتقال ہوا تو لوگوں کو آپ سے چونکہ بہت حسن عقیدت تھی آپ نے اس خوف سے کہ اب مخلوق کا آپ کی طرف رجوع ہو گا سفر اختیار کیا۔ اور متعدد مرتبہ زیارت بیت اللہ و وضع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ بالآخر آپ نے ہندوستان کے شہر برہان پور کے نواح میں توطن اختیار فرمایا آپ وہاں کئی سال تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہے باوجود کبرسنی اور اتنے بڑھاپے کے آپ خود ہل پلاتے۔ اپنے اوزبچوں کے لیے پتلپانی ساحیرہ بناتے۔ اسے پکاتے۔ خود کھاتے اور بچوں کو کھلاتے۔ اپنی گائیں اور جانور خود چراتے تھے۔

ایک صادق القول دوست نے مجھے حاجی عبدالعزیز کی ایک کرامت سنائی جو دریا کے شور کی ایک کشتی میں ظاہر ہوئی تھی مگر میں نے یقین نہ کیا کہ میں حاجی صاحب کو بالکل ایک گنام اور منکر المزاج سیدھا سادھا بزرگ جانتا تھا۔ جن سے اس طرح کی کرامت کی توقع نہ تھی بلکہ آخر ایک روز میں نے بہ اصرار حاجی صاحب سے اس کے بارے میں پوچھ ہی لیا تو آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا کہ ہم ایک بار کشتی میں سوار تھے کچھ شیعہ حضرات بھی اس کشتی میں موجود تھے ہندوستان کے ایک درویش وضع قطع سے دیوانہ لگتے تھے۔ گفتگو بھی غیر مربوط بے ڈھنگی تھی۔ وہ کبھی کبھی ایسا ظاہر کرتے کہ وہ ابھی لوگوں کو اپنی کرامت دکھائیں گے اور پھر نہ دکھاتے

اس بنا پر لوگ ان کی ہنسی اٹاتے اور ان سے تمسخر کرتے۔ شیعہ حضرات کو یہ دیکھ کر موقع ہاتھ لگا اور انہوں نے جو عظیم مشائخ اہل سنت پہلے گزرے ہیں اس درویش ہندی پر قیاس کر کے ہوئے ان کا بھی تمسخر اور مذاق اڑانا شروع کر دیا اور ان اکابر دین و زبدہ عارفین کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ان سنی بزرگوں کی کرامات بھی بس ایسی ہی ہوں گی جیسی اس درویش ہندی کی ہیں۔ میں ان شیعوں کی یہ گستاخیاں سن کر سخت تنگ دل اور شرمندہ ہو رہا تھا میرے دل میں آیا کہ میں انہیں سمجھاؤں کہ وہ اکابر اس ہندی درویش کی طرح نہ تھے چنانچہ میں نے انہیں سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا ہم تمہیں اس وقت سچا سمجھیں گے جب یہ کشتی جو کئی روز سے ہوا نہ ہونے کے باعث چل نہیں رہی ہے بلکہ اپنی جگہ ٹھہری ہوئی ہے۔ کل چاشت کے وقت چلنے لگے اور پھر فلاں وقت پہلے کی طرح ٹھہر جائے اور نہ چلے۔ میں نے دل میں کہا یہ حق و سچائی کو ظاہر کرنے والی چیز ہوگی۔ شیعوں کا یہ گروہ اپنے باطل عقائد سے باز آجائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس ہندی درویش کی طرح یہ لوگ میرا بھی تمسخر و مذاق اڑانا شروع کر دیں گے اور خود مجھے اپنے متعلق جو حسن اعتقاد اور حسن ظن ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا مگر میں نے دل مضبوط کیا اور ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا اور جو بات وہ لوگ کہتے تھے وہی دہرائی وہ لوگ ہنسنے لگے کہ لو اس ہندی درویش کی طرح یہ ایک اور مسخرہ ہمارے لیے پیدا ہو گیا اور سب دوسرے دن کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مقررہ وقت آپہنچا۔ خدا کی قدرت کہ تیز ہوا چلنے لگی اور کشتی چل پڑی یہ صحت حال دیکھ کر وہ لوگ حیران رہ گئے اور تعجب کرنے لگے۔ پھر وہ وقت آیا جب میں نے کہا تھا کہ کشتی رُک جائے گی اور کشتی رُک گئی۔ اب وہ لوگ ناچار میرے پاس آئے اور معذرت کرنے لگے کہ ہم نے بزرگوں کے متعلق غلط عقیدہ رکھا اور اپنی اصلاح کی۔

نہم: وہ اپنے مولانا حضرت خواجہ امکنگیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو پزیر جوانی کے زمانہ میں حاصل کرنے کی ہے اگر وہ کسی نے بڑھاپے کے زمانہ میں حاصل کی تو اس نے جوانی کا پاس کیا اور وہ پہلوان ہے آپ نے ایک موقع پر فرمایا یہاں تک کہ سالک کی نظر ذوق پر ہو اسے ذوق سے کم سر و کار چاہیے۔ اسے حیرت و نکارت کے ساتھ آنا چاہیے۔

نہم: آپ نے فرمایا ابتداء بھوک اور بے خوابی کی نوعیت تجربہ کی ہے یہاں تک کہ یہ دونوں

چیزیں انسان کی طبیعت نہ بن جائیں۔ اس کے بعد کچھ شرائط کے ساتھ بھوک جسم کو سلطنت عطا کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت خواجہ امکنگیؒ سے نقل فرمایا کہ ایک روز آپ نے میرا چہرہ دیکھا کہ زیادہ بھوک سے بہت کمزور اور کمزور ہوا نظر آ رہا تھا آپ نے فرمایا میاں! اتنی ریاضت کرنی چاہیے کہ رخسار چمکے نہ یہ کہ چہرہ کملا جائے اور چہرہ کارنگ دیکھتے ہی ریاضت و عبادت کرنے کا راز انشاء ہو جائے۔

نسمہ: تصور شیخ کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا:

”طریق انحصار و رابطہ آنچہ نزدیک تر بہ ادب بود آنست

کہ خود را در خدمت پیر انحصار کند نہ آنکہ پیر را نزد خویش حاضر سازد“

”ادب سے قریب تر تصور شیخ اور پیر درمہرشد کے انحصار و رابطہ کا طریقہ یہ ہے کہ خود

کو تصور میں پیر درمہرشد کی خدمت میں حاضر سمجھے نہ یہ کہ شیخ کو اپنے پاس بلائے“

اس عاجز نے حاجی عبدالعزیز کے حالات ان کے انتقال سے تین چار سال قبل تحریر کیے تھے۔ آپ نے اللہ میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ سبحانہ۔

آپ بھی حضرت مولانا امکنگیؒ کے صاحب

حاجی خیر الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ: حال اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے

ہمارے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی سال تک آپ کی خانقاہ میں ریاضت و قناعت کی زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ حضرت کی صحبت کی برکت سے آپ کو وہ باطنی کیفیات نصیب ہوئیں جن کے بہتار آپ کی پیشانی و کمر فار سے ظاہر ہونے لگے تب آپ روم واپس آئے اور اب روم میں آپ کثیر تعداد میں طالبان طریقت کے رہنما ہیں سلمہ اللہ سبحانہ۔

آپ بھی حضرت مولانا خواجہ امکنگیؒ

مولانا صوفی علیا بادی رحمۃ اللہ علیہ: کے صاحب ہمت اصحاب ہیں سے

تھے۔ کہتے ہیں کہ ابتداءً جب آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو آپ برس کے بیمار تھے۔ حضرت خواجہ آپ پر بے حد شفقت فرماتے اور ان کی اس بیماری کے باوجود ان

کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ کی غنایت و برکت سے اس بیماری سے شفا یاب ہوئے اور حضرت خواجہ کی صحبت سے باطنی شفا و درجات بھی حاصل ہوئے۔ آپ فی الحال اپنے پیر بزرگوار کے مزار مبارک پر طالبان طریقت کی اصلاح میں مصروف ہیں۔

آپ فاضل ہیں صاحب دل ہیں اور
خواجہ لطیف کند بادمی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت خواجہ امکنگی رح کے اصحاب میں سے

ہیں۔ آج کل کند بادمی میں رہائش پذیر ہیں۔ کند بادمی میں حضرت خواجہ لطیف کے ہم عصر عبدالغفور نامی ایک اور بزرگ بھی ہیں جو مسند ارادت پر متمکن ہیں۔ آپ کو اپنے والد حضرت خواجہ محمد شریف سے ارادت ہے اور یہ وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر حضرت مولانا خواجگی کا سانی قدس سرہ کے دس خلفاء کے ناموں کے سلسلے میں پہلے ہو چکا ہے۔

مقصد دوم از مقالہ دوم

دوسرے مقالہ کا دوسرا مقصد عارفین کے سردار ملت و دین کے رضی و پسندیدہ
 حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ العزیز اور ان کے صاحبزادگان و خلفاء کے حالات
 کے بیان میں ہے۔

شعبان ۱۳۲۸ھ میں کتاب کا یہ قلمی نسخہ
تحریر کتاب نسحات القدس نسخہ قلمی: فقیر تراب الاقدام میرزا نعمت اللہ

خو قندی عفی عنہ نے حسب فرمائش جناب صاحبزادہ محمد خلیل فاروقی الپشاور شہر قزاق میں تحریر کیا۔ یہ تحریر سادات کی قابل فخر ہستی سرداروں کے راہنما خصائل نبویہ کے جامع اخلاق حسنیہ احمدیہ کے وارث اور حسب ظاہر و نسبت ظاہر سے متصف جناب حضرت احمد عارف بیگ آفندی المعروف بہ حکمت اللہ ابن مرحوم ابراہیم عصمت اللہ آفندی سلمہ اللہ تعالیٰ عن الآفات والبلیات کے لیے عمل میں آئی۔

لے یہی مقصد دوم زبدۃ المقامات کے نام سے ہمارے ادارہ کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

”منظر تجلیات“

۹ ۸ ۹ ۱ ۶

”جامع الحسنات نسَمات القدس“

۱۰ ۱۲ ۱۱ ۱۲ ۱۱

”پاکیزہ تالیف خواجہ محمد ہاشم کشمی“

۹ ۸ ۹ ۱ ۶

”مترجم عالم اکمل مولانا سید محبوب الحسن واسطی“

۱۰ ۱۲ ۱۱ ۱۲ ۱۱

”نَسَمَاتِ قَدَس“ مقتدر تفسیر لایزالہ
تصنیف خواجہ ہاشم کشمی ہے یہ جسے
محبوب واسطی ہیں مترجم بھی باکمال
طابع ہیں اس کے محترم اکرم مجددی
رخشاں ہے پر خ حکمت و دانش پہ مثل ماہ
اہل شعور دیکھ کر کہتے ہیں واہ واہ
حاصل ہے جن کو علم تصوف پہ دستگاہ
خوش ذوق و خوش خیال و خوش اخلاق و خوش نگاہ
جب جستجوئے سال طباعت ہوئی مجھے
ہاتف نے دی صدا قمر! لکھو چرخ راہ
۱۰ ۱۲ ۱۱ ۱۲ ۱۱

نذر گزار
فستقین دانی
پنوانہ۔ ضلع سیالکوٹ



بروز یکشنبہ
۸ صفر المظفر ۱۴۱۰ ھ
۱۰ ستمبر ۱۹۸۹ء

تازہ مطبوعات

طریق النخب اسلامی عقائد، عبادات اور اخلاق پر مختصر اور جامع کتاب ہے۔ اس عظیم کتاب کا مطالعہ کر کے عمل کیجیے،

تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ قیمت صرف
تحفہ حنفیہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الاراء کتاب فقہ اکبر
 اصل عربی مع ترجمہ تذکرہ امام اعظم، تدوین فقہ حنفیہ،
 مسئلہ تقلید اور فضائل علم و علم جیسے اہم موضوعات پر عمدہ کتاب ہے۔
 قیمت:

مولود مسود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد شریف پر
 ایک یادگار کتاب ہے۔ پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ فرمائیے!
 قیمت:

نور و نکمت مشہور شاعر اور مداح رسول جناب فیاض احمد خاں کاوش
 صاحب کا نورانی کلام حمد، نعت، سلام، منقبت اور
 قطعات کا مہکتا ہوا گلدستہ۔ قیمت:

پنج گنج و تدری حضرت غوث پاک قدس سرہ کے روح پرور کلام سے
 پانچ جوابہر پے مع ترجمہ جو صدیوں سے بزرگان دین کا

ذلیفہ میں — ۱۔ اوراد قادریہ ۲۔ درود شریف کبریٰ احمد

۳۔ قصیدہ غوثیہ ۴۔ قصیدہ قطبیہ اور ۵۔ چہل کاف قیمت: ۲/۲۵ روپے

اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ

حضرات القدر (دفتر اول)

● مصنف : کاشف حقائق حضرت خواجہ علامہ بدر الدین سرمندی رحمۃ اللہ علیہ۔

● مترجم : حضرت علامہ الحاج المحافظ محمد اشرف مجتہدی مدظلہ۔

مذکورہ بالا کتاب کے مصنف حضرت امام ربانی حضرت محمد دالاف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ منظور نظر اور مقبول بارگاہ خلیفہ ہیں جنہوں نے سترہ سال اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں رہ کر ظاہری باطنی علوم حاصل کیے اور اپنے دور کے ممتاز علماء و مشائخ کی سف میں داخل ہو گئے۔

اس کتاب میں خلفائے اشدین حضرت سلمان فارسی، امام جعفر صادق، حضرت باقر بن ابی حمزہ، خواجہ ابوالحسن خراسانی، خواجہ یوسف بہدانی، خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری، خواجہ یعقوب چرخ، خواجہ باقر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے دیگر ممتاز بزرگان دین کے حالات، کرامات اور تعلیمات مقدسہ نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر ہیں۔

کتابت اعلیٰ۔ طباعت آفست، جلد ڈانی دار، صفحات ۳۳۶، قیمت ۲۴ روپے

حضرات القدر (دفتر دوم)

● مترجم : ترمذی حقائق و معارف حضرت علامہ اکبر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ

دفتر مذکور میں فاضل مصنف نے اپنے مرشد حقایق، پیر لاثانی امام ربانی حضرت محمد دالاف ثانی علیہ الرحمۃ کی مکمل اور مفصل حیات مبارکہ، کرامات مقدسہ اور پہلے بزرگوں کی پیش گوئیاں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہیں نیز آپ کی تعلیمات، ارشادات عالیہ اور آپ کے شبانہ روز کے معمولات اور تجدیدی کا زاموں کا تذکرہ حسین پیرائے میں نہایت تحقیق کے ساتھ کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں شیخ گرامی کی اولاد اور خلفاء کبار کے حالات، کرامات اور تعلیمات پر سیر حاصل بحث بھی کی گئی ہے۔ بہر حال کتاب ہذا اپنے وقت کے عظیم مصنف نایہ ناز عالم، ممتاز ادیب اور بلند مرتبہ بزرگ کی علمی اور تحقیقی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اہل ذوق احباب کے لیے بالعموم اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسک حضرات کے لیے بالخصوص کتاب مذکورہ کا مطالعہ روحانی فیض حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

بہت سے جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔ کتابت اعلیٰ، طباعت آفست۔ کاغذ سفید

